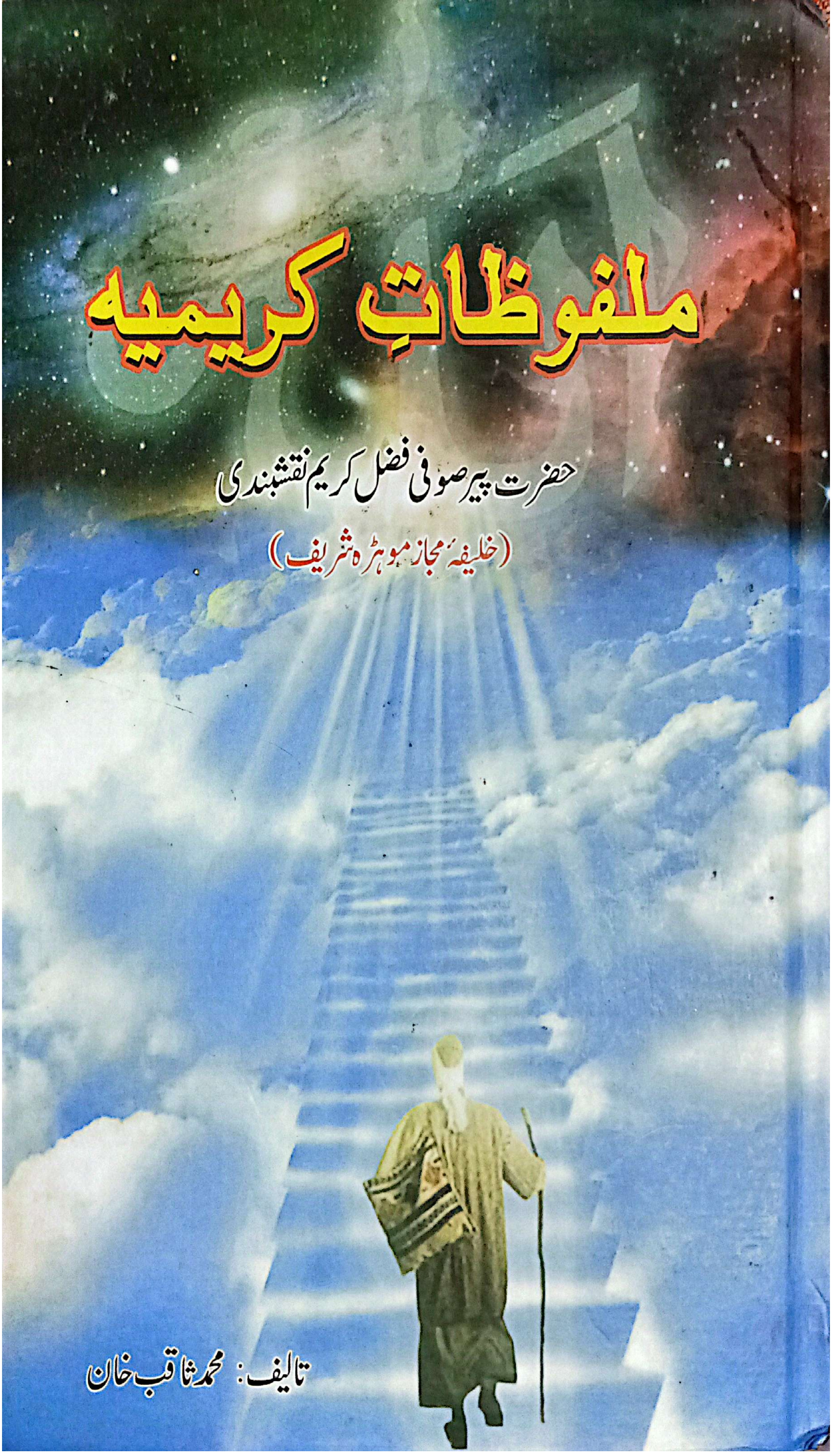
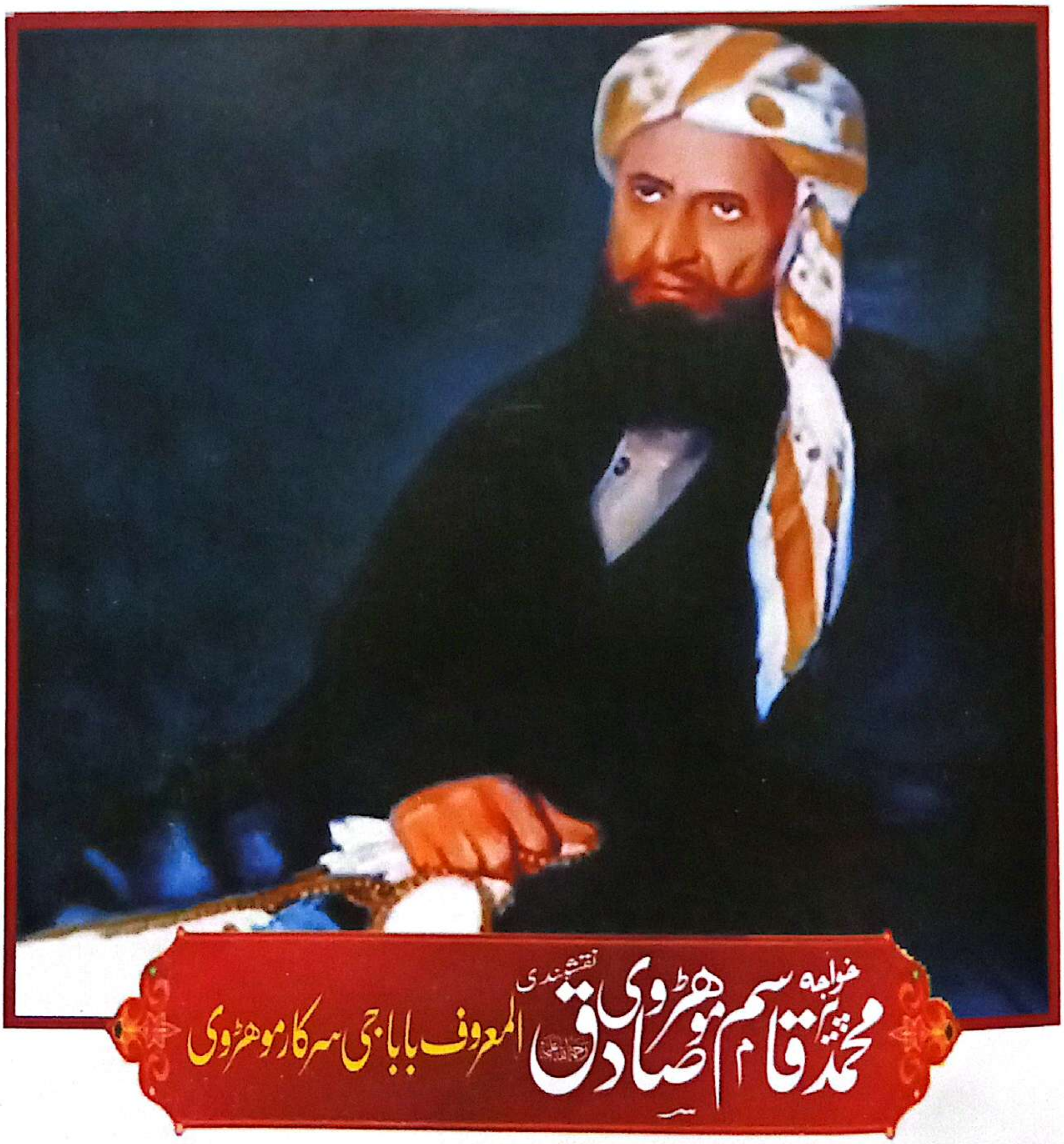
ملفوظاتِ کریمیہ

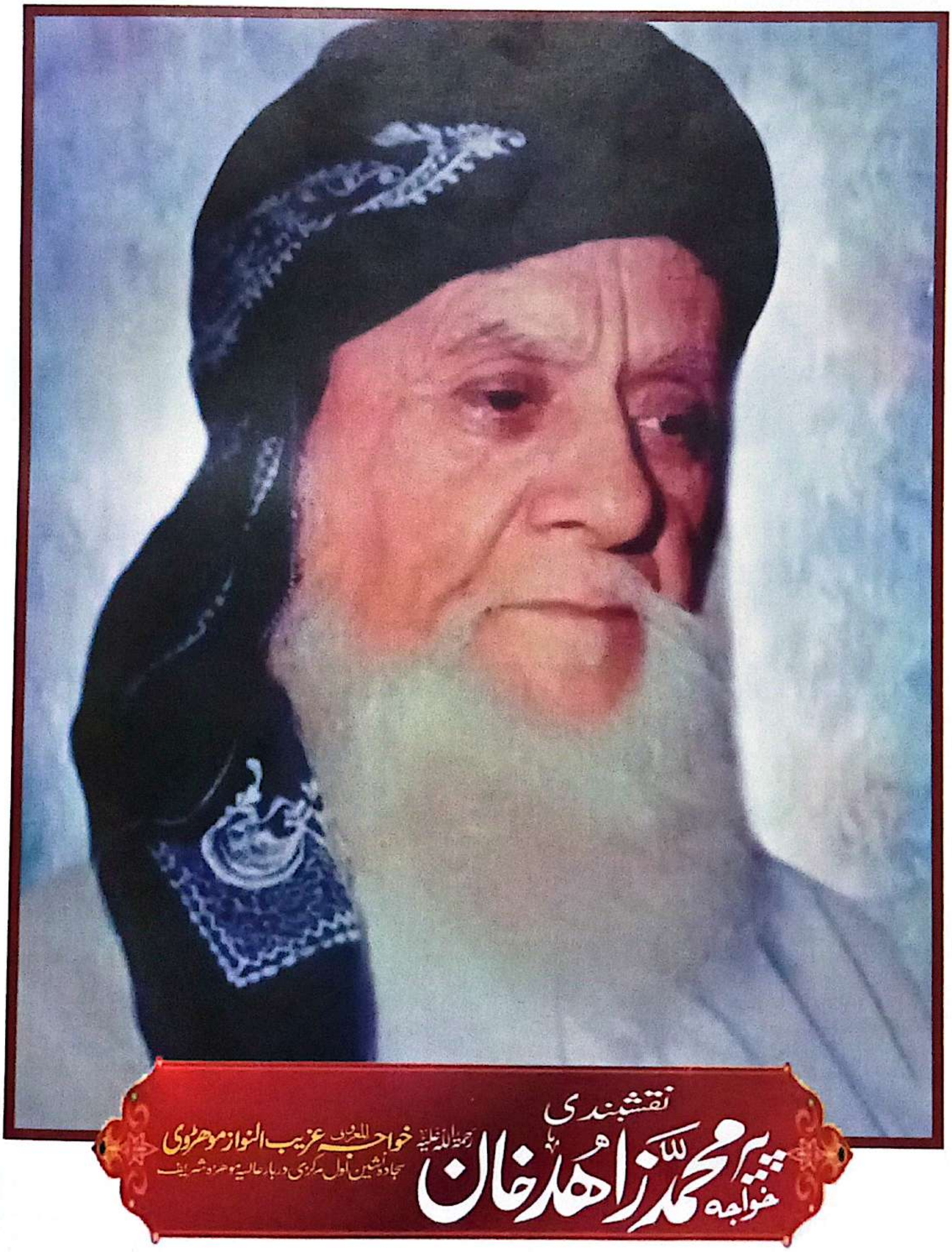
حضرت پیر صوفی فضل کریم نقشبندی

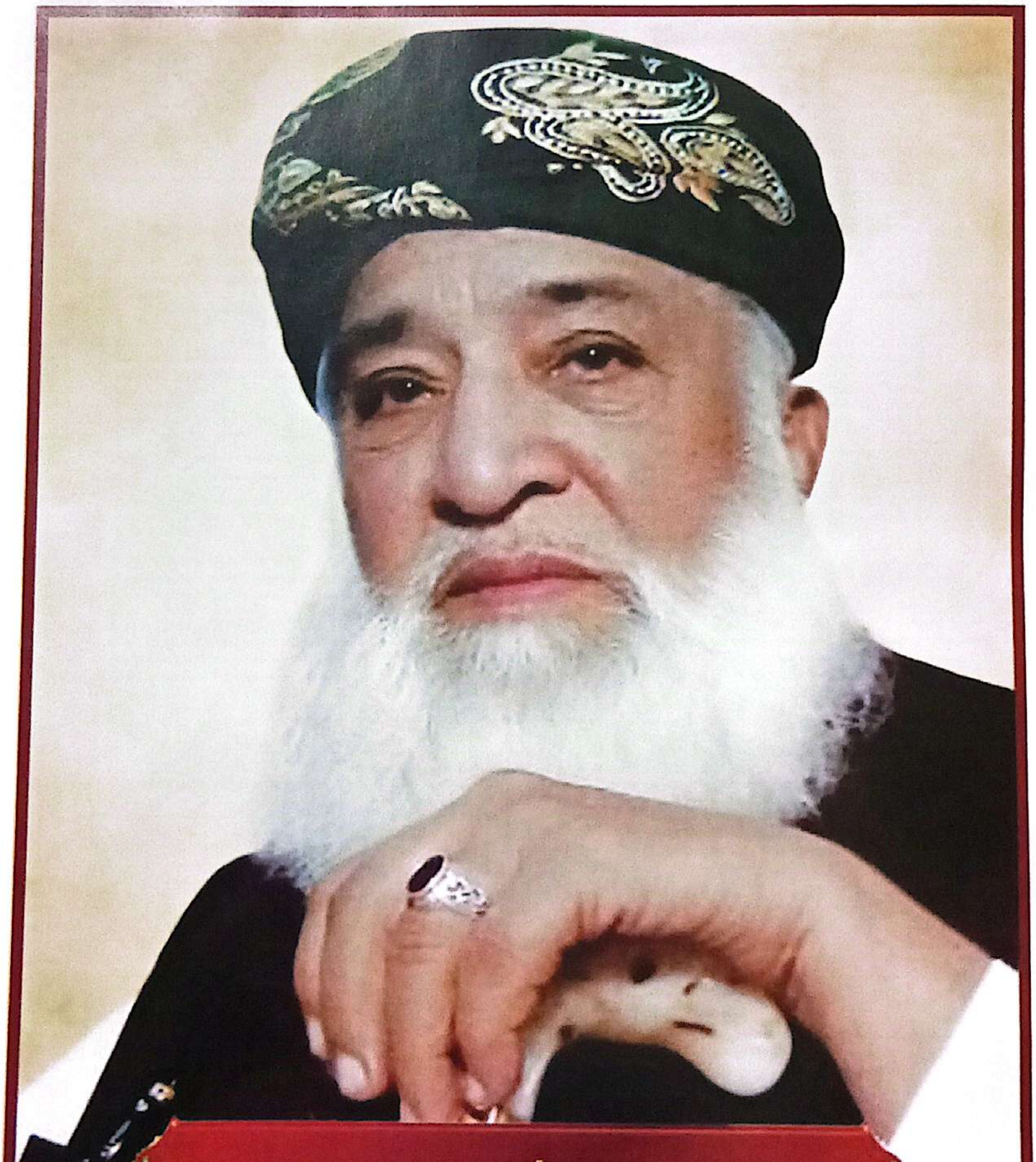
(خلیفہ مجاز موہڑہ شریف)



تالیف: محمد ثاقب خان


خواجہ پیر محمد قاسم صادق موہڑوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
المعروف بابا جی سرکار موہڑوی


خواجہ پیر محمد زاہد خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
المعروف خواجہ غریب النواز موہڑوی
سجادہ نشین اول مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف



حضرت

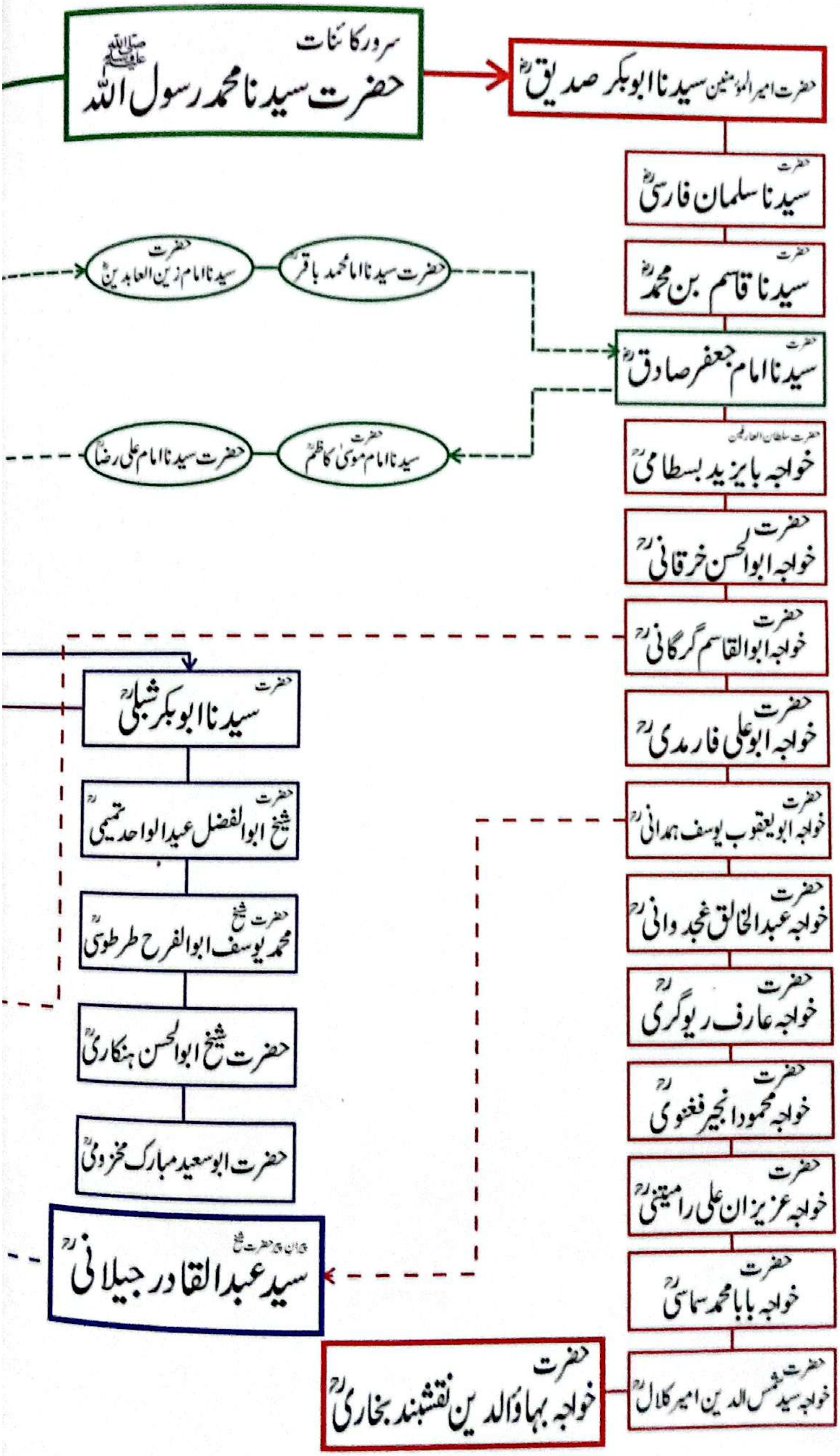
الحاج پیر اولیا بادشاہ فاروق

دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ موہڑہ شریف

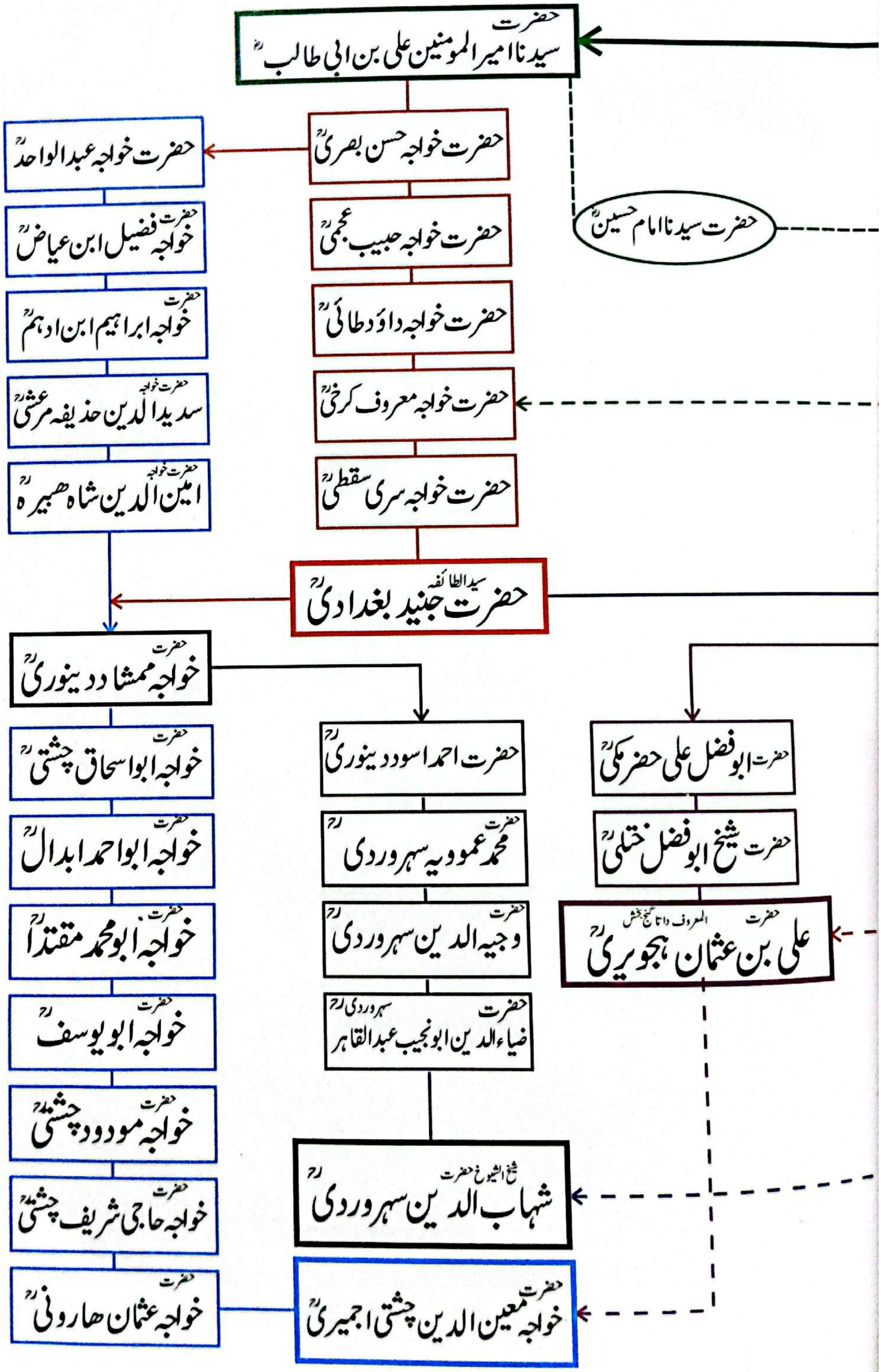
بانی الفاروق اسلامک اکیڈمی آف شریعہ

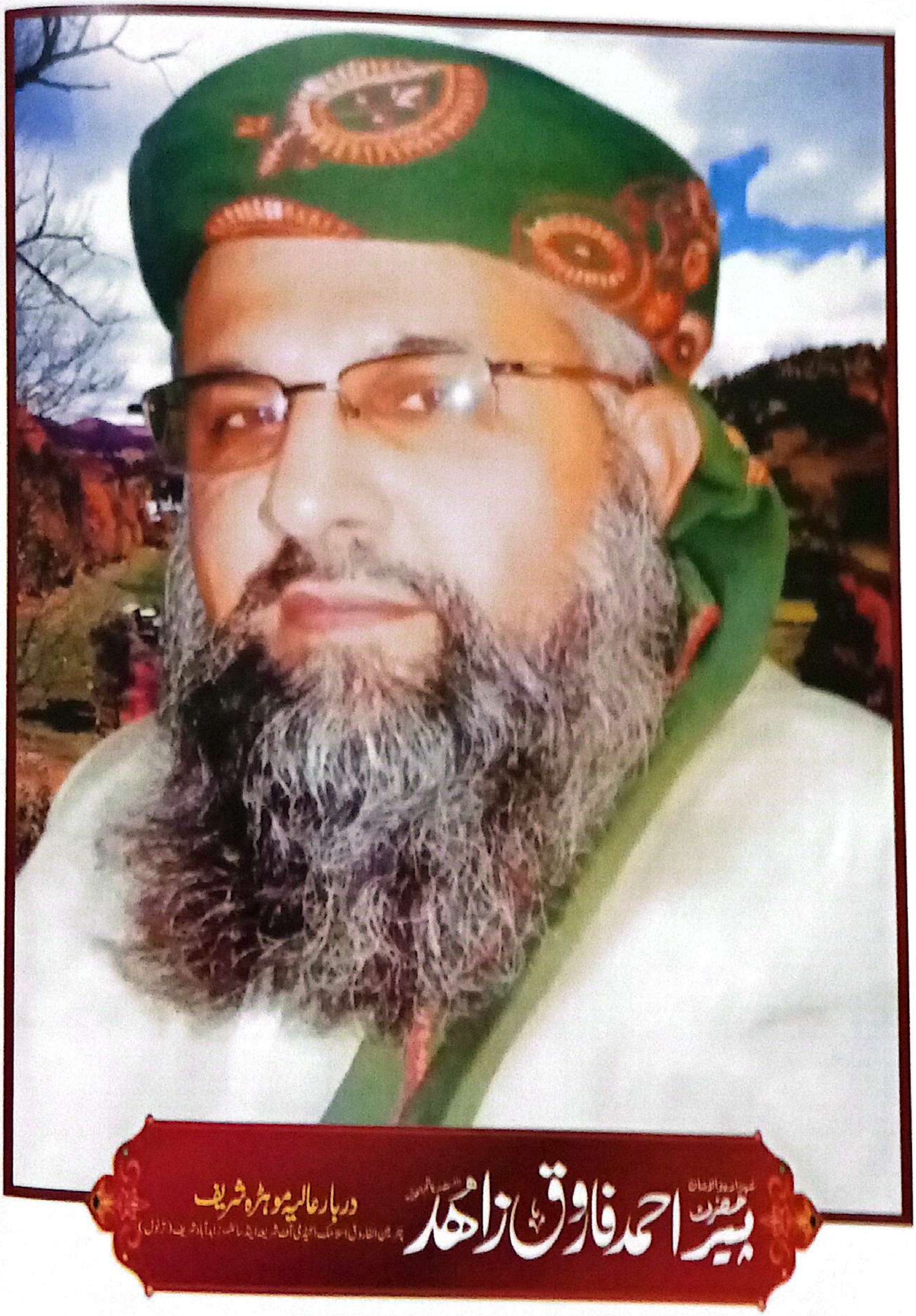
اینڈ سائنسز زاہد آباد شریف (نڑول)

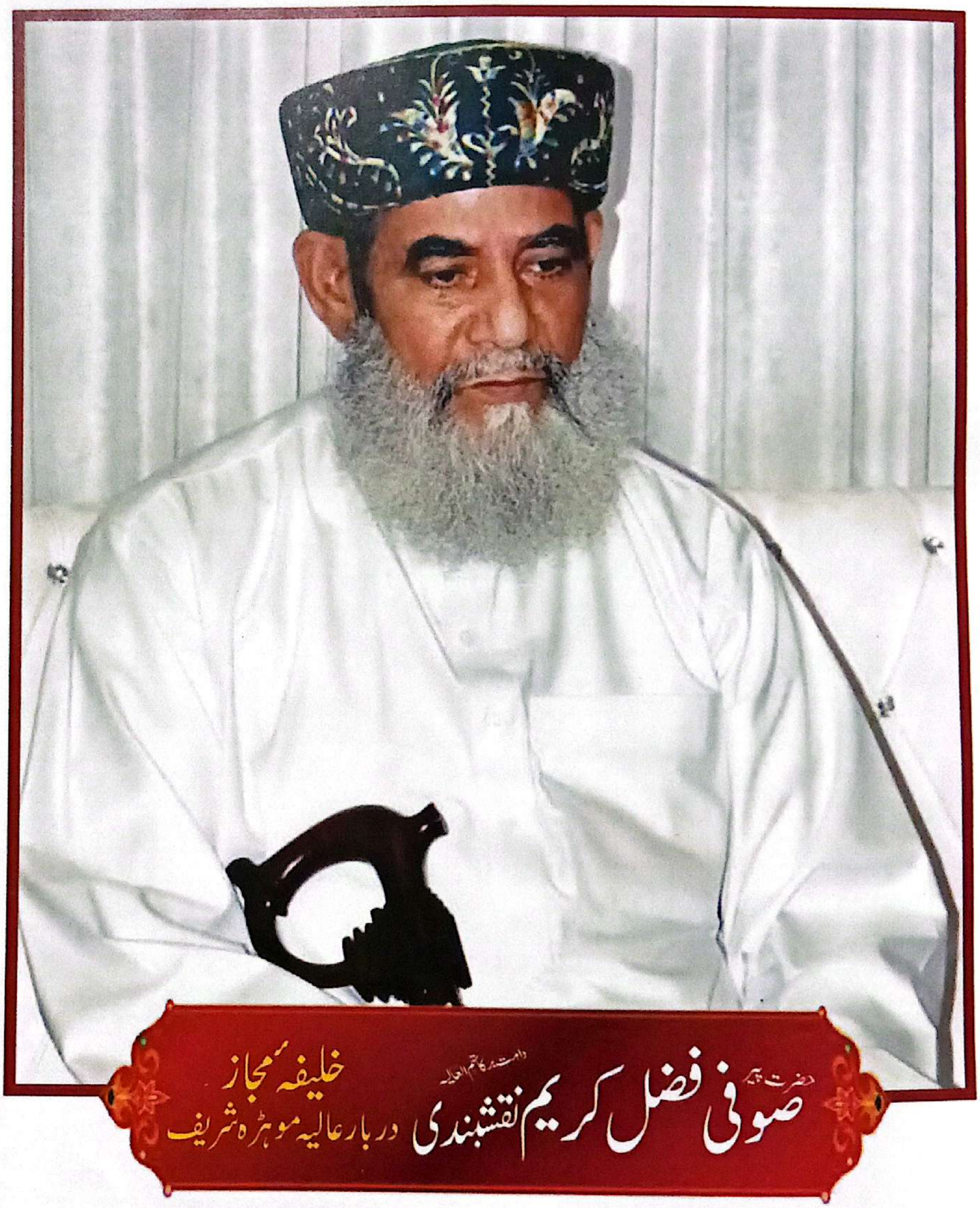
سلاسل طریقت، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ



از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا بانئ سلسلہ




حضرت
پیر احمد فاروق زاھد
دربار عالیہ موہڑہ شریف


حضرت پیر
صوفی فضل کریم نقشبندی
دامت برکاتہم العالیہ
خلیفہ مجاز
دربار عالیہ موہڑہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب العالمین — یارحمۃ للعالمین

مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف (پاکستان)

سندِ خلافت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ کِتَابَہُ الْمُبِیْنَ ھِدَایَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ نُوْرًا لِّلْمُؤْمِنِیْنَ مَحَبَّۃً لِّلسَّالِکِیْنَ وَحُجَّۃً عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ اَجْمَعِیْنَ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قاسمیہ زاہدیہ فاروقیہ کی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا۔ شاہراہِ طریقت کے مسافرانِ حق پرست

کی جماعت کے مسافر جناب مولوی فضل کریم صاحب فاروقی بن فضل حسین ساکن پنڈی بھیروال کھوڑہ شریف میرپور

نے معرفتِ الٰہی کے حصول کیلئے شب و روز محنت کی اور سلوک کی منازل بطریقِ احسن طے کیں۔ انہوں نے اپنے مرشدِ کامل اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت جانشین حقیقی

خواجہ غریب نواز موہڑوی، غوثِ المعظم حضور خواجہ پیر محمد زاہد خان رحمۃ اللہ علیہ جناب الحاج خواجہ پیر اولیاء بادشاہ فاروق دامت برکاتہم العالیہ

سے دینی اور روحانی علم سلوک و عرفان حاصل کیا۔ اور سندِ خلافت کے مستحق قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ ان کی نگاہ حق نما، کلام دلربا، توجہ فیض رساں بنائے اور سلسلہ عالیہ کے اوراد و فیوض کے فروغ کیلئے زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

خواجہ پیر اولیاء بادشاہ فاروق

پیر احمد فاروق ہزاروی

PIR AULIA BADSHAH FAROOQ
Saiada Nash... Markaz Darb...

شعبہ نشر و اشاعت مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف

ملفوظاتِ کریمیہ

حضرت پیر صوفی فضل کریم نقشبندی

(دامت برکاتہم العالیہ)

خلیفہ مجاز مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف کوہ مری

آستانہ عالیہ پنڈی سبھر وال شریف، کھڑی شریف میرپور آزاد کشمیر

(برائے رابطہ: 0582-7460251)

نام کتاب: ملفوظاتِ کریمیہ (حضرت پیر صوفی فضل کریم نقشبندی)

تالیف وترتیب: محمد ثاقب خان

تصحیح وراہنمائی: محمد اویس انور

تاریخ طباعت: نومبر، 2021

تعداد: ایک ہزار

قیمت: 500/-

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1-	انتساب	8
2-	مقدمہ	9
3-	طریقت وتصوف	18
4-	مختصر تعارف سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ	21
5-	سلسلۂ نقشبندیہ کے گیارہ اصول	22
6-	آستانہ عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف	28
7-	حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ)	28
8-	حضرت پیر محمد زاہد خان نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ)	32
9-	حضرت پیر صوفی فضل کریم نقشبندی (دامت برکاتہم العالیہ)	34
	حضرت پیر صوفی فضل کریم (دامت برکاتہم عالیہ) کے ملفوظات	
10-	روح کی حقیقت وکمالات	43
11-	بقاء کیسے حاصل ہوتی ہے؟	46
12-	کائنات کی سیر کیسے کی جاسکتی ہے؟	48
13-	قربِ الٰہی مدینے سے ملے گا	52
14-	ایمان کی اصل حقیقت	53
15-	اصل ایمان وہ جو بن دیکھے ہو	54
16-	اپنے سواء ہر حقیقت چھپا گیا	55

حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم عالیہ کے بیان کردہ چند روحانی مشاہدات وواقعات

معمولات، وظائف اور شجرہ مبارک

حاصل کلام

انتساب

ملفوظاتِ کریمیہ حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کے سادہ اور عام فہم الفاظ کا ایسا مجموعہ ہے جو طریقت و معرفتِ خداوندی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے جس کے مطالعہ کے دوران انسان حصولِ قربِ الٰہی کے اس راز کو پالے گا جو شاید بہت ضخیم اور حجیم کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔

یہ کتاب آپ کو بغیر اضافی مجاہدات کے غیر محسوس انداز میں تلاشِ حق کے رستے پر گامزن کر دے گی، اس کے علاوہ اس کتاب میں اصلاحِ امت کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی اور جس کی آج کے پر فتن دور میں ایک سادہ اور عام مسلمان کو اشد ضرورت ہے۔

توحید کی اہمیت ، رسالت کی عظمت اور اولیاء کے فیضان کو اجاگر کرتی یہ کتاب عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد قربِ الٰہی اور، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول کے علاوہ کئی قسم کی گمراہیوں، توہمات، جادوٹونے اور جنات کے اثرات سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

مقدمہ

اول بھی تو، آخر بھی تو، ظاہر بھی تو، باطن بھی تو
نظر نہ آئے کہیں بھی تو ہر سو پھر بھی تو ہی تو
اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو

کروڑہا تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے جو لائقِ حمد وثنا، منبع جود و عطا، سب اس کے در کے گدا، وہ خدائے لم یزل، خود ہی رہبر خود ہی منزل، جو خود معبود اور عبدیت کا شرف بخشنے والا، جو خود مسجود اور جبینوں کو سجدوں سے منور کرنے والا، جس نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا، حسنِ جمیل اور عقل سلیم عطا فرما کر اشرف ترین خلق قرار دیا، پھر انسانیت کا تاج پہنایا اور مسجود ملائک بنایا، اپنا نائب وخلیفہ بنایا، ملائکہ سے بڑھ کر علم سکھایا، انسان کو زمین پر بسایا، اس کے لیے کھیتی و اناج اور لباس و پوشاک کا انتظام فرمایا، پھر نسل انسانی کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے، ہدایت کے اجالوں سے منور کرنے اور انسان کو ازل میں اپنے پروردگار سے کئے گئے وعدے کو یاد دلانے کے لیے اپنے مقدس ترین بندوں کو شرف نبوت عطا فرما کر انسان کا ہادی و رہبر بنا کر بھیجا۔ صفی ونجی، خلیل وکلیم، ذبیح ومسیح انسانیت کے ہادی و رہبر اور اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔

پروردگارِ عالم کی طرف سے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوسِ قدسیہ نبوت و رسالت سے مشرف ہو کر روئے زمین پر بھیجے گئے جن میں اولوالعزم رسول بھی تھے، رسول بھی اور انبیاء بھی، بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی، بعض انبیاء علیہ السلام کی حیاتِ

مبارکہ ایسی مثالی تھی کہ قیامت تک کے لیے ضربُ المثل اور راہِ عمل بن گئی۔ صبرِ ایوب، گریہء یعقوب، ملت ِ ابراہیم، اطاعتِ اسماعیل، فقرِ عیسیٰ، کلامِ موسیٰؑ۔(وغیرہ)

تمام انبیاء ومرسلین انسانیت کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ کا احسان اور انعام تو تھے ہی لیکن انسانیت کو اس کی معراج تک پہنچانا ابھی باقی تھا اور اس کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے انسانیت پہ ایک احسان عظیم کیا کہ اپنے محبوب ترین اور عظیم پیغمبر جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا، تمام انبیاء کا امام بنایا، آپ پر سلسلہء نبوت ختم فرمایا اور اپنے اس حسان کو جتایا کہ اے لوگو! میں نے تم پر احسانِ عظیم کیا کہ اپنا حبیب تمہاری طرف بھیجا اور یہ بھی فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان لوگوں کو کیسے عذاب میں مبتلا کروں جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کی نبوت و رسالت، حیات وصفات کے جامع اور منتہا ہیں۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے ہیں یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کا دم اور موسیٰ علیہ السلام کے سفید ہاتھ کا معجزہ، یعنی کہ وہ تمام معجزات و کمالات جو باقی سب انبیاء رکھتے تھے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں جمع ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے جہالت زدہ اور دنیا کی ہر برائی اور کفر و شرک میں ڈوبے معاشرے میں دعوتِ حق کا علم بلند کیا اور منصبِ نبوت ورسالت کا ایسا حق ادا کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ دین اور بیان شیریں سے دلوں کے قفل کُھل اور

کفر ڈھل گئے۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

مختصر سے عرصے میں حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بدترین معاشرے کو دنیا کے بہترین معاشرے میں ڈھال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے سرفراز ہونے والی عظیم جماعت جن کو اللہ تعالی نے یہ سند دے دی کہ میں تم سے راضی ہو گیا، جن کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **"اصحابک النجوم"** فرمایا اور فرمایا کہ **"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، کسی ایک کی بھی پیروی کرو گے تو فلاح پا جاؤ گے"**۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سفر ہو یا حضر، میدانِ جنگ ہو یا زمانہء امن، کوچہ و بازار ہو یا مسجد و محراب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمدم و ہم قدم رہتے، اصحاب صورتِ حلقہ ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرداگرد موجود رہتے اور شرفِ زیارت اور صحبتِ بابرکت سے فیضیاب ہوتے۔

چاند کی طرح تیرے گرد وہ تاروں کا ہجوم
وہ تیرا حلقہ اصحاب میں بیٹھا کرنا
ان صحابہ کی خوش اطوار نگاہوں کو سلام
جن کا مسلک تھا طوافِ رخ زیبا کرنا

صحابہء کرام رضوان اللہ اجمعین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہو کر قرآن حکیم اور دین متین کی سربلندی و اشاعت کے لیے جزیرہ نما عرب سے نکلے تو کفر و باطل ان کے جذبہ عشق و ایمان کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی شمع لیے کفر و ظلم کے اندھیروں کو مٹاتے چلے

گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والہانہ محبت اور عشق ہی تھا کہ وہ کفر وظلم کی ہر طاقت کے سامنے ڈٹ گئے، کسی بھی میدان میں کیسے ہی طاقتور دشمن سے سامنا ہوا، وہ ان کے جذبۂ عشق کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

وہ رات کے عبادت گزار اور دن کے روزہ دار بھی تھے اور میدان جنگ کے شاہسوار بھی، جہاں ان کے عدل وکردار، خلوص ومحبت نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا، وہیں ان کی دہشت سے قیصر وکسریٰ کے ایوان لرز اٹھے اور اسلام کے جھنڈے زمین کے طول وعرض میں لہرانے لگے اور قیصر وکسریٰ کے محلات مجاہدین اسلام کی اذانوں سے گونج اٹھے، صدیوں سے قائم بادشاہتیں نیست ونابود ہوگئیں اور آدھی دنیا تک نظام الٰہی قائم ہوگیا۔ عدل وانصاف، امن وآشتی، معرفتِ خداوندی کی ایسی سحر نمودار ہوئی جس کے اجالے سے ساری کائنات منور ہوگئی۔

وہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے زمانے، پھر اس کے بعد اور پھر اس کے بعد کے زمانے کو بہترین قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کا زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا زمانہ تھا اور ان کے بعد تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین کا زمانہ تھا اور

ان زمانوں میں ایسی عظیم ہستیاں پیدا ہوئیں جو قیامت تک آنے والی امت کے، پیشواء ہیں اور آفتاب ہدایت کا درجہ رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی صحبت سے جلیل القدر تابعین فیضیاب ہوئے اور اقوام عالم میں دین اسلام کی دعوت اور علم حدیث کی اشاعت اور انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور پھر یہ سلسلہ تبلیغ دین تبع تابعین نے جاری رکھا۔

کیونکہ سلسلہء نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوگیا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبین کا تاج پہنا کر مبعوث فرمایا، اس لیے یہ ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر زمانے میں ایسی ہستیاں موجود رہیں جو نبوت کے فیضان سے سرشار ہوکر انسانیت کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے رستے پر چلانے کے لیے مشعل راہ بنی رہیں۔اس لیے اللہ نے ہر دور میں صالحین کی ایک جماعت کو اپنے قرب اور ولایت سے نوازا، تاکہ وہ بغیر کسی اندیشہء سود و زیاں کے انسانیت کو راہِ حق کی پہچان کرواتے رہیں، صالحین کی یہ جماعت جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔علم لدنی سینوں میں سموئے ہوئے یہ قلوب کے معالج اپنے تقوی و انکساری، گفتار و کردار، نیکی وصلہ رحمی، انسان دوستی اور غریب پروری سے لوگوں کے دلوں کو چرا کر بارگاہ الٰہی میں پہنچانے کا وہ ذریعہ ہیں، جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے سلسلہءنبوت کے اختتام کے بعد قیامت تک کے لیے قائم رکھا ہوا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں، یہ کل چالیس آدمی ہوتے ہیں جب ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ بدل کر کسی

دوسرے کو مقرر فرمادیتے ہیں، ان کی دعا کی برکت سے بارش برستی ہے، ان ہی کی برکت سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے اور اہلِ شام سے ان ہی کی برکت سے عذاب کو ٹال دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)۔ یہ اولیاء ہی اس دنیا کے حقیقی وارث ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

"اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے" (سورۃ انبیاء آیت نمبر 105)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وراثت اپنے نیک بندوں کو عطا کی ہے اس سے مراد دنیا کی بادشاہی نہیں کیونکہ اہل اللہ کے لیے اس دنیا کی بادشاہت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے لیکن اگر وہ کسی کو بادشاہ بنانا چاہیں تو اللہ تبارک تعالیٰ ان کی خواہش کو رد نہیں کرتا، جیسا کہ منقول ہے کہ جب حضرت بُوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کے ساتھ پانی پت کے گورنر نے بدسلوکی کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہِ ہند کو خط لکھا کہ اپنے گورنر کو لگام دو اور تبدیل کرو نہیں تو ہم ہندوستان کی بادشاہت تم سے لے کر کسی اور کو دے دیں گے، اس بادشاہ کو بھی اولیاء کی شان کا اندازہ تھا، وہ بہت خوف زدہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی کا طلبگار رہوا اور گورنر کو بھی تبدیل کر دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے جو قرآن میں اپنے نیک بندوں کو زمین کا وارث بنایا ہے وہ وارث ہونے کے باوجود اللہ کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم رکھتے ہیں، یہ اللہ کے بندوں کی شان ہے کہ وہ اللہ کی رضا پہ راضی رہتے ہیں اور نظامِ قدرت میں مداخلت نہیں کرتے، اور انبیاء کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دعوت اِلی الحق اور خدمتِ خلق میں ہی مصروفِ عمل رہتے ہیں۔

اولیائے کرام کے اسی عظیم سلسلے کی ایک کڑی موہڑہ شریف کی عظیم خانقاہ ہے جو نور ہدایت اور قرب الٰہی کے فیضان کو دنیا بھر میں پھیلانے کا ذریعہ ہے اور اسی خانقاہ کے فیض یافتہ ایک چراغِ ہدایت حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ ہیں جن کی صحبت میں بیٹھ کر انسان یہی محسوس کرتا ہے کہ وہ قرون اولیٰ کے کسی ولی کی مجلس میں بیٹھا ہے جن کا تذکرہ صرف کتابوں میں ملتا ہے اور انسان خواہش کرتا ہے کہ کاش ہم نے ایسے اولیاء کا زمانہ پایا ہوتا، اگر آج کے دور میں کوئی یہ سعادت پانا چاہے تو وہ حضرت پیر صوفی فضل کریم فاروقی دامت برکاتہم العالیہ کی مجلس میں حاضر ہو جائے، میرا پیر صاحب کے پاس جانا محترم اشفاق علی صاحب کے توسط سے ہوا، انہوں نے پیر صاحب کے درس قرآن میں آنے کی دعوت دی اور کہا کہ تمہیں ایسی ہستی کے پاس لے جانا ہے جن کی محفل میں زبان سے نہیں بولنا پڑتا بلکہ ان کے روبرو دل باتیں کرتے ہیں۔ جب میں آپ کی محفل میں پہنچا تو آپ نے اپنے بیان کے دوران نفس کی شرارتوں اور غرور اور خود پسندی کے بارے میں گفتگو فرمائی اور ایسا محسوس ہوا کہ وہ سب باتیں میرے دل میں اتر گئیں، گفتگو کے بعد وظائف والا کارڈ دیا گیا، اس کارڈ پر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

مرد ملے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گُن کردا
کامل لوک محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

میں حضرت صاحب سے ملاقات کر کے واپس آ گیا لیکن میرے دل میں ایک درد سا جاگ گیا اور مجھے بار بار بے اختیار رونا آ جاتا۔ اگلے دن ہی میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ پیر صاحب نے آنے کا مقصد

دریافت کیا تو ہم نے عرض کی کہ ہم ہدایت کے متلاشی ہیں اور گناہوں سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں تو پیر صاحب نے یہ سن کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہم اسی لیے بیٹھے ہیں کہ لوگوں کو دنیا کی محبت سے نکال کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں تا کہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے روبرو جائیں تو اپنا یہ عمل پیش کر سکیں کہ تیری عطا کی بدولت ہمیں وسیلہ بنا کر اتنے لوگوں نے ہدایت اور قربِ الٰہی کا راستہ اختیار کیا اور فرمایا کہ یہاں اکثر لوگ آتے ہیں تو کوئی ویزا کے لیے، کوئی کاروبار کے لیے، کوئی اولاد کے لیے، کوئی مقدمات میں کامیابی کے لیے اور کوئی رزق میں برکت کے لیے دعا کرواتا ہے حالانکہ ہم اصل میں لوگوں کو اللہ کے قرب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ومحبت کا رستہ دکھانے کیلیے بیٹھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے بارگاہِ الٰہی میں دنیا کی محبت کا اظہار کیا جس کی وجہ سے اللہ کا قرب مجھ سے چھن گیا اور اظہارِ ندامت کے باعث میں کئی سال جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتا رہا، اب جب بھی کوئی آکر دنیا سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور دنیاوی معاملات کے لیے دعا کرواتا ہے تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اس دنیا کی محبت کی وجہ سے ہم گمراہیوں کے اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں اور دنیا پھر بھی حاصل نہیں ہوتی اور آخرت بھی خراب ہوتی ہے۔

پھر حضرت صاحب نے ہمیں صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر ذکر وعبادت کرنے اور چلتے پھرتے اللہ ھو کا ذکر کرنے کی تلقین کی اور ہم سرشار ہو کر واپس آئے، تب سے پیر صاحب کے پاس باقاعدگی سے حاضری کا شرف مل رہا ہے اور آپ قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرمانے لگے۔ ہم نے سنا تھا کہ کامل مرشد ایک دن میں ستر بار اپنے مریدین کی خبر گیری کرتا ہے تو اس بات کو ہم نے اس عرصے کے دوران

محسوس بھی کیا، کوئی ادھر سوچ و خیال یا عمل و کردار کی کوئی غلطی ہوتی تو اگلی ہی ملاقات میں پیر صاحب اس کی نشاندہی فرما کر راہنمائی فرما دیتے۔

آپ اکثر فرماتے ہیں کہ بغیر مرشد کی راہنمائی کے دنیا کی محبت، خواہشات نفس اور شیطان کے فریب سے چھٹکارا پانا اتنا ہی مشکل اور تکلیف دہ مرحلہ ہے جیسے موت کے وقت روح جسم سے الگ ہوتی ہے، لیکن کسی کامل مرشد کی رہنمائی سے یہ عمل اتنا آسان ہو جاتا ہے جیسے ایک دروازے سے نکل کر دوسرے میں داخل ہونا۔ پیر صاحب آج کے پرفتن دور میں ایسا آفتاب ہدایت ہیں جس کی روشنی سے ہزاروں لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں اور حق کی پہچان اور محبت الٰہی کی دولت سے سرشار ہو رہے ہیں۔

زیرِ مطالعہ کتاب میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ، آستانہ عالیہ موہڑہ شریف، خواجگانِ موہڑہ شریف کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا اور حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کا تعارف، مختصر حالاتِ زندگی، سفر طریقت کے احوال و واقعات، ملفوظات اور درس قرآن میں بیان کئے گئے حکمت کے موتی بیان کئے جائیں گے، اس کے علاوہ آپ کے چند روحانی مشاہدات اللہ ہمیں اپنے انعام یافتہ اور صالحین لوگوں کے رستے پر چلائے اور ان کے مبارک وجود سے اس دنیا کو آباد رکھے۔ (آمین)

(محمد ثاقب خان)

طریقت و تصوف

نوعِ انسانی کی تاریخ ہزاروں سال پر مشتمل ہے، ان سالوں میں نسلِ انسانی نے کئی ادوار دیکھے ہیں، جن میں تہذیب وتمدن سے یکسر خالی و بے بہرہ ادوار بھی ہیں اور ایسے ادوار بھی جن میں انسان نے تہذیب و ترقی کی معراج بھی حاصل کی۔

آج کے دور کا انسان ان گنت علوم وفنون کا حامل، ترقی یافتہ اور ترقی پسند انسان ہے، آج کے انسان کے پاس جتنے بھی علوم وفنون ہیں ان کی بنیاد کسی نہ کسی طرح زمانۂ قدیم میں ملتی ہے، اور آج کے دور کے علوم وفنون قدیم علوم کی ہی ترقی یافتہ شکل ہیں۔ کبھی کبھی زمانۂ قدیم کے کئی ایسے علوم وفنون اور ان کے مظاہر سامنے آتے ہیں کہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا دعوے دار انسان بھی دنگ رہ جاتا ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے یہ کیسے ممکن ہوا ہوگا۔

تمام علوم وفنون پر غور کیا جائے تو ان کا نقطۂ آغاز زمانۂ قدیم میں ملے گا اور یہ علوم اللہ تبارک تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح اور آسانی کے لیے انسان کو ودیعت کیے اور اس کا ذریعہ اللہ تبارک تعالیٰ کے کچھ خاص بندے اور پیغمبر بنے، تمام مہذب تہذیبوں کی بنیاد انبیأ علیہ السلام نے ہی رکھی، آج کی ترقی یافتہ دنیا جن اصول وضوابط کو اپنا کر ترقی کی منزلیں طے کرنے کے قابل ہوئی وہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے غلاموں کے عطا کردہ ہیں۔

یہاں اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے مقرب ترین اور اولین وآخرین کے انسانوں میں سے بہترین انسانوں یعنی انبیأ علیہ السلام کو انسانیت

کو محض مختلف علوم و فنون (سائنس، معاشیات، علمِ طب و طبعیات، عمرانیات ولسانیات، تعمیرات وغیرہ) سکھانے، تہذیب یافتہ بنانے اور روزگار کمانے کے طریقے سکھانے کے لیے اس دنیا میں بھیجا؟ تو اس کا جواب نفی میں ہوگا یہ سب ثانوی حیثیت رکھتا ہے، اصل مقصد جس کے لیے انبیأ علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے وہ رب العالمین کی پہچان اور اخروی زندگی کا دھیان ہے۔ باقی تمام اصول وضوابط اور علوم وفنون انسان کی ظاہری زندگی کو سنوارنے کا ذریعہ ہیں لیکن اس سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل انسان کے باطن کی تہذیب وخوبصورتی ہے، کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ کسی کی شکل اور رنگ وروپ کیسا ہے، اس کے پاس مال و دولت کتنا ہے، اس کے پاس دنیا کا کتنا بڑا عہدہ ہے اور اس کی کتنی عزت کی جاتی ہے، اللہ کے ہاں اگر کسی چیز کی اہمیت ہے تو وہ انسان کے باطن کی خوبصورتی اور تقویٰ ہے، اور تمام اہل اللہ (انبیأ وصالحین) کی زندگیوں کا اصل مقصد، انسان کے نفس و باطن کو پاک کر کے اور سنوار کر پروردگارِ عالم کے حضور پیش کرنا ہے، اور اسی کا نام طریقت ہے۔

طریقت وتصوف باطن کو سنوارنے اور اسے پُرتمدن بنانے کا ہی نام ہے۔ شریعت جو مختلف قوانین وضوابط اور عبادات ومعاملات کا مجموعہ ہے اس پر گناہ وثواب اور جزأ وسزا سے بے نیاز ہو کر عمل کرنے کا نام طریقت ہے، شریعت پر رضا وقربِ الٰہی کے حصول کی نیت سے کاربند ہونا ہی طریقت ہے۔ طریقت کے رستے پہ چل کے انسان کو معرفتِ الٰہیٰ کا حصول ہوتا ہے اور حقیقتِ الٰہی کا ادراک بھی۔ انسان نے زندگی میں سب کچھ حاصل کر لیا (عزت، دولت، شہرت، عہدہ) لیکن اگر وہ معرفتِ

الٰہی حاصل کر کے اس دنیا سے نہ گیا تو وہ ناکام گیا۔

بعثتِ انبیأ ہو یا سلسلۂ اولیأ سب کا مقصد انسان کو معرفتِ الٰہی سے روشناس کروانا ہے، اور اسی لیے انبیأ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے سلاسلِ طریقت کو جاری رکھا ہوا ہے، جو معرفتِ خداوندی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہیں، تمام سلاسلِ طریقت ایک ہی منزل پر پہنچنے کے مختلف راستے ہیں، جن کا مقامِ اتصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جو اس کائنات میں پروردگارِ عالم تک رسائی کا واحد ذریعہ ہے۔

مختصر تعارف سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ

طریقت کے چار بڑے سلاسل ہیں، قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی جن میں سلسلہء نقشبندیہ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ سلسلہء نقشبندیہ کے بانی شاہِ نقشبند حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، سلسلہء نقشبندیہ ابتداً صدیقیہ کہلاتا تھا کیونکہ اس کی ابتدا خلیفۃ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے، جو کئی واسطوں سے ہوتا ہوا حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا اور اس کے بعد آپ کے نام کی نسبت سے نقشبندیہ کہلایا، آپ کے لقب نقشبند کی مختلف روایات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اپنی نگاہِ ولایت سے دوسروں کے دلوں پر اسمِ ذات اللہ کا نقش باندھ دیتے تھے (واللہ العالم)۔

سلسلہء عالیہ نقشبندیہ کو کچھ وجوہات کی بنا پر تمام سلاسل طریقت میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے جو درج ذیل ہیں:

اول: اس سلسلہ کی ابتدا میں ذکر قلبی ہے، جس میں جذب ربانی ہے۔ جبکہ ذکر زبانی میں سلوک ہے۔ جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ جذب میں جو کہ ذکر قلبی کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، خدا خود بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دلِ سالک رہِ جاذبۂ صحبتِشاں
می برد وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را

(حضرات نقشبند عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے متعلقین کو پوشیدہ طریقہ سے بارگاہ الٰہی تک لے جاتے ہیں۔ انکی صحبت کی کشش سالک کے دل سے خلوت کے خیال اور چلہ کشی کے فکر کو ختم کر دیتی ہے۔)

دوم: سلسلہ نقشبندیہ کی فضلیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کی ترقی و کمال کا تمام تر انحصار اتباعِ سنت پر ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق محبوبیت الٰہی کے مقام پر فائز ہونے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ " قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللہ "اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو بتائیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تمہیں اپنا دوست بنائے گا۔

سوم: سلسلہ نقشبندیہ کے اقرب طریق یعنی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا سب سے نزدیکی راستہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ ظاہر ہے وسیلہ جس قدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

سلسلہ نقشبندیہ کے گیارہ اصول

حضرات نقشبندیہ رحم اللہ علیہم نے اپنے طریقہ کی بنیاد گیارہ کلمات پر رکھی ہے۔ ان میں سے آٹھ کلمات خواجہ خواجگان حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور تین کلمات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ کلمات یہ ہیں:

ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، باز گشت، نگہداشت، یاداشت

حضرت بہاؤ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تین کلمات یہ ہیں:

وقوف زمانی، وقوف قلبی، وقوف عددی

1۔ ہوش در دم (ہر دم ہوش مندی سے رہنا، غفلت سے بچنا):

یہ اصل میں پاس انفاس ہی ہے یہ کہ سالک کا ہر سانس حضوری و آگاہی یعنی ہر دم ہوش میں ہونا، کہ کوئی سانس غفلت و معصیت میں نہ گزرے اور ہر وقت سانس کی حفاظت کرے تاکہ رابطہ ٹوٹنے نہ پائے اور وابستگی قائم رہے کیونکہ ہر وہ سانس جو حضورِ حق (کی یاد) میں اندر کھینچی جائے اور باہر نکالی جائے، وہی زندہ ہے اور حضورِ حق سے جڑی ہوئی ہے اور ہر وہ سانس جو غفلت میں اندر کھینچی جائے اور باہر نکالی جائے، وہ سانس مردہ ہے۔

2۔ نظر بر قدم (اپنے قدموں، روحانی راہ پہ نظر قائم رکھنا)

کیونکہ نیچی نظر رکھنا سنت رسول ﷺ ہے تاکہ نظر کی حفاظت ہو سکے، سالک کو چاہیے کہ آگے پیچھے، دائیں یا بائیں دیکھنے کی بجائے قدموں پر دھیان رکھے ممکن ہے ادھر ادھر دیکھنے سے کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے، اور نہ ہی عام لوگوں کی بات چیت کی طرف متوجہ ہو کہ کہیں نامناسب کلام سن لے اور اس طرف متوجہ ہو جائے اور مقصدِ اصلی سے توجہ ہٹ جائے جو کہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

3۔ سفر در وطن (باطن، اندر کی جانب سفر):

سفر در وطن کے معنی ہیں اپنے باطن میں سفر کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی اصل تخلیق ملکی ہے جو اس جسد بشری سے پہلے واقع ہوئی تھی۔ جب روحی وملکی تخلیق کے بعد مادی وبشری تخلیق میں روح نے نزول کیا تو وہ روح بھی صفات ذمیمہ کا شکار ہوگئی۔ اب اصل وطن کی طرف رجوع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے اندر ان صفات حسنہ کو تلاش کرے جن کی استعداد اس کے اندر رکھ دی گئی ہے اور جو اس کی روح کی پہلی کائنات ہے۔ لہٰذا آدمی صفات بشریہ کو چھوڑ کر صفات ملکیہ حاصل کرے سفر دو اقسام کا ہے ظاہری سفر، باطنی سفر ظاہری سفر ایک جگہ سے دوسری جانب روانہ ہونا ہے، کامل مرشد کی تلاش میں جس کی مدد سے آپ کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچایا جائے گا۔ یہ آپ کو دوسرے مرحلے، باطنی سفر کا اہل بناتا ہے۔

دوسری قسم باطنی سفر ہے، باطنی سفر کے لیے سالک کو اوصافِ امارہ چھوڑنے ہونگے اور اعلیٰ آداب کی طرف چلنا ہوگا، تمام دنیاوی خواہشات اپنے دل سے نکال پھینکنی ہیں۔ اسے ناپاکی کی کیفیت سے پاک حالت (طہارت) میں لے جایا جائے گا۔ اُس وقت اسے مزید باطنی سفر کی ضرورت نہ ہوگی۔

4۔ خلوۃ در انجمن (لوگوں کے درمیان ہو کر بھی خلوت، حق کے ساتھ ہونا):

خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول رہے خواہ خاموش ہو یا بات چیت کر رہا ہو یا کھا پی رہا ہو، لیکن اس کا دل پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اس کے لیے طہارت کوئی شرط نہیں ہے بلکہ روزمرہ زندگی میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قربت عین اسلام ہے اور یہ طلب دنیا کے ضمن میں بھی نہیں

ہے۔خلوت درانجمن سے مراد یہ بھی ہے کہ پوری کائنات تو موجود ہے لیکن دل میں ماسوائے اللہ کسی کا خیال تک نہ ہو۔

5۔یادکرد(نفی واثبات کا ذکر)

یادکرد ذکر کے ہم معنی ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے شیخ سے سیکھے ہوئے ذکر بروقت ادا کرنا ہے۔مرشد کامل نے جس طرح بھی ذکر اسم ذات کی تلقین کی ہو، اسی کے مطابق ذکر میں مشغول رہے خواہ وہ ذکر قلبی ہو یا جہری یا نفی واثبات، اس میں سستی وکوتاہی نہ کرے، دل کی محبت اور لگن کے ساتھ مسلسل ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ جل شانہ کی حضوری حاصل ہو جائے۔

6۔بازگشت(حق کی جانب واپس پلٹنا):

یعنی رجوع کرنا،اس سے مراد یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے۔ذکر اور فکر کے درمیان اگر کچھ غیب سے نظر آئے تو اُس پر سالک کو مغرور نہ ہونا چاہئے اور اُسے مطلوب ہی نہ سمجھ لے کیونکہ ذات الٰہی تو کُجا، صفات الٰہی میں سے ایک صفت میں اگر سالک لاکھوں سال گزار دے تو سیر ختم نہ ہو۔اس لیے حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا سنا جائے اور جانا جائے وہ سب غیر خدا ہے کلمہ طیبہ کی لا سے سب کی نفی کرنی چاہئے۔

7۔نگہداشت(متوجہ رہنا، وسواس اور خیالات سے دل کی حفاظت کرنا):

نگہداشت کا مطلب یہ ہے کہ سالک ذہنی تصورات اور وسوسوں کو دل سے نکال باہر کردے اور ہر وقت ان خیالات وخطرات کے دل میں آنے سے بیدار و ہوشیار رہے تاکہ کوئی خطرہ دل میں جا کر گھر نہ بنالے کہ پھر اس کے نکالنے میں

مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

8۔ یادداشت (ہر وقت قُرب حق میں رہنا، ہمہ وقت ذکر)

یاداشت فکر اور دھیان کے ہم معنی ہے اور اس سے مراد دوام آ گاہی بحق سبحان وتعالیٰ ہے۔ دل میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ یاد کرو نگہداشت اور یاداشت میں کیا فرق ہے؟ نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول رہتا ہے لیکن یاداشت میں بلا کوشش اور خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول ومخاطب ہو تا ہے۔ اور یہ مقام منتہیان ولایت کو حاصل ہوتا ہے اور یادداشت کا ملکہ حاصل ہوجانے کے بعد سالک کا دل ذکر حق میں اس قدر محو ومستغرق ہوجاتا ہے کہ خیالات کو پراگندہ ومنتشر کرنیوالی چیزوں کا دل پر گزر بھی نہیں ہوتا۔

9۔ وقوف زمانی (آ گاہیِ وقت:

وقوف زمانی سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہے اور ہر ساعت کے بعد غور سے دیکھے، اگر گزشتہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذارا ہو تو شکر کرے اور اگر غفلت ہوئی ہو تو توبہ واستغفار کرے اور آئندہ کے لیے اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کرلے اور کبھی بھی شرعی حدود سے باہر قدم نہ رکھے۔

10۔ وقوف عددی (آ گاہیِ اعداد):

ذکر میں طاق عدد کی رعایت کرنے کو وقوف عددی کہتے ہیں اور جب ذکر حق کرے تو طاق عدد پر کرے نہ کہ جفت عدد پر۔ عدد کی رعایت اس لیے کی جاتی ہے کہ خیالات ادھر ادھر نہ بھٹکیں لیکن ذکر عددی کے ساتھ ذکر قلبی بھی ضروری ہے۔

11۔ وقوف قلبی (آگاہیِ قلب):

وقوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر وقت ہر لحظہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور قلب خدا کی طرف متوجہ رہے تا کہ سب طرف سے توجہ ٹوٹ کر معبود حقیقی کی طرف ہو جائے اور وساوس وخطرات دل میں داخل ہی نہ ہونے پائیں۔ وقوف قلبی شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بہت ضروری ہے اور یہ رکن عظیم ہے۔ طریقہ سلسلہ نقشبندیہ کا دارومدار اسی پر ہے۔

آستانۂ عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف

برِ صغیر پاک و ہند میں آستانہء عالیہ موہڑہ شریف کو سلسلہ نقشبندیہ کا منبع و مرکز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ موہڑہ شریف سے ہزاروں اولیاء و مشائخ نے طریقت کی منزلیں طے کیں اور لاکھوں لوگوں نے ہدایت و فیض پایا، پاکستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کی زیادہ تر خانقاہیں موہڑہ شریف سے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی نقشبندی

(المعروف بابا جی سرکار موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ)

تعارف: آپ کا اسم گرامی "محمد قاسم" تخلص "صادق" اور لقب "حضور بابا جی سرکار موہڑوی" ہے مرشد پاک کے ہاں آپ مولوی محمد قاسم مسیاڑی والے کے نام سے مشہور تھے۔ خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی کا شجرہ نسب سلاطین ایران کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ بابا جی سرکار موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد مغلیہ دور میں ایران کے صوبہ کیہان سے تشریف لائے تھے اور ان کا تعلق وہاں کے شاہی خاندان سے تھا، آپ کے والد سلطان جیون خانؒ افغانستان و غزنی کے راستے ایران اور سری نگر کے درمیان تجارت کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ پہاڑی علاقوں میں تبلیغ دین کا فریضہ بھی ادا کیا کرتے تھے۔

شجرۂ طریقت: آپؒ کا شجرہ مبارک خواجہ نظام الدین کیانویؒ کی وساطت سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی سے ہوتا ہوا شاہ نقشبند حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ سے سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ پھر حضرت امام جعفر صادقؒ

اور اس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

سفر طریقت اور بیعت: ہوش سنبھالتے ہی آپؒ دینی تعلیم کے لیے دہلی بھارت تشریف لے گئے بعض روایات کے مطابق 17 سال اور بعض کے مطابق 21 سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم حاصل کر لیے، تمام دینی علوم کے حصول کے باوجود آپ کا طبعی میلان فقر و تجرید اور تصوف و روحانیت کی طرف تھا، آپ کا زیادہ وقت ریاضت و مجاہدہ میں گزرتا تھا۔کوہ مری کے پہاڑوں میں کافی عرصہ آپ نے چلہ کشی کی مگر مرشد کامل کے بغیر منزل مقصود حاصل کرنا مشکل نظر آیا تو گوہر مقصود کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ تلاش مرشد کے لیے آپ راولپنڈی کے مضافات میں کلیام شریف تشریف لائے اور آپؒ کی ملاقات جذب وسکر کے بادشاہ بابا فضل شاہ کلیامیؒ سے ہوئی انہوں نے آپ کو ایک خشک پھول عطا فرما کر فرمایا! آپ کا حاصل مرادِ بلادِ کشمیر میں ہے اور جب یہ پھول ہرا اور تروتازہ ہو جائے گا تو آپ کو اپنے مرشد کی اطلاع مل جائے گی۔آپ وہاں سے فوراً کشمیر کی طرف عازم سفر ہوئے کئی دن کی طویل مسافت کے بعد آپ کہیاں شریف پہنچے تو دیکھا کہ وہ پھول ہرا اور تروتازہ ہو گیا تھا۔آپ جونہی کہیاں شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو سلطان کیانوی پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور اسی کیفیت میں دربار مقدس کے باہر ٹہلنا شروع کر دیا مریدین باتمکین نے عرض کی! قبلہ عالم یہ کیا کیفیت ہے؟ فرمایا! اس پہاڑی کے عقب سے اللہ تعالیٰ کا ایک مقدس ولی ہماری جانب کشاں کشاں آرہا ہے جاؤ اور بصد

احترام اسے میرے پاس لاؤ، آپ جب دربار شریف پہنچے تو خواجہ نظام الدین کیانوی نے فرمایا! "جس مردِ حق کی تلاش تھی وہ آ گیا" اور فرمایا میری صد سالہ زندگی میں یہ پہلا شخص ہے جو طالب مولا بن کر آیا ہے اور مقام فنافی اللہ پر فائز ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے جس قدر بھی طالبان آئے طالب دنیا بن کر آئے طالب حق بن کر اس کے سواء کوئی نہیں آیا، یہ پہلا شخص ہے جو پہلے ہی سے علم معرفت سے آشنا ہے اور مکمل تیاری کے ساتھ آیا ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے بیعت فرما کر اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر آپ کے سر مبارک پر رکھی اور منصب خلافت سے سرفراز فرما کر فرمایا جاؤ اس جگہ کو اپنا مسکن بناؤ جہاں جنگلی درندے اور جانور بھی جانے سے گھبراتے ہیں اور وہاں پر بیٹھ کر مخلوق کو خدا کی طرف بلاؤ۔

موہڑہ شریف آمد: مرشد سے بیعت کے بعد حکم ہوا کہ ایسی جگہ قیام کرو کہ جہاں جنگلی درندے بھی جانے سے ڈرتے ہوں تو آپ نے سیہاں دی پڑی موجودہ موہڑہ شریف کا انتخاب کیا جو اس وقت گنجان جنگل تھا اور آبادی کا نام ونشان نہ تھا آپ نے یہاں ڈیرہ ڈال دیا اور 80 سال تک سوائے سال میں ایک دفعہ اپنے مرشد خانہ حاضری کے علاوہ کہیں بھی نہ جاتے باوجود اس کے کہ آپ کا قیام جنگل میں تھا ہزاروں لوگ اس جگہ پہنچ کر فیض حاصل کرتے اور دلی مرادیں پا کر واپس لوٹتے اس چشمہ فیض نے سارے ہندوستان میں لوگوں کو سیراب کیا سینکڑوں ہندو مسلمان ہوئے اور بہت سے لوگ فسق و فجور کو چھوڑ کر پرہیز گاری کی راہ پر چل پڑے۔ آپ کے مُریدین کی تعداد لاکھوں میں بتائی جاتی ہے آپ کا سِلسلہ افغانستان، ایران، ہندوستان، تبت اور چین، تُرکستان تک پھیلا ہوا ہے۔

آپؒ کے پاس جو بھی آتا آپ پہلے اسے کلمہ شریف پڑھاتے اس کے بعد درود شریف اور اس کے بعد اسے سابقہ گناہوں سے توبہ کرواتے اور اسے آئندہ گناہوں سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ہر وقت اسم ذات (اللہ ھو) کے ساتھ سانس سے سانس ملا کر دل سے فکر کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے جب سانس اندر جائے تو "اللہ" اور جب باہر آئے تو"ھو" کے اشارے سے ناک کے راستے سانس لیا جائے۔کوئی سانس ذکر کے بغیر غفلت سے نہ لیا جائے۔جب قدم اٹھائیں تو اللہ رکھنے پر ہو، روٹی کا نوالہ توڑیں تو اللہ اور منہ میں ڈالیں تو ھو۔اسی طرح بار بار چبانے پر اللہ اور دوسری بار ھو کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت بابا جی سرکار موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا! بیعت کی غرض و غایت کیا ہے؟ سب سے پہلے انسان اپنے بدن سے واقف ہو، پھر نور سے واقف ہو، پھر نور ایمان سے واقف ہو، پھر نور معرفت سے واقف ہو، پھر خدا کی ذات پاک سے واقف ہو۔ان چیزوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے بیعت کی جاتی ہے اور بغیر شیخ کامل کے ان میں کسی چیز سے واقفیت حاصل نہیں کی جا سکتی ہے۔

حضرت بابا جی سرکار موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں سترہ لاکھ تشنگان توحید کو بیعت کیا جن میں سے 35 ہزار آپ کے خلفاء تھے اور ان 35 ہزار میں سے 750 خلفائے عظام صاحب طریقت و صاحب سلسلہ خلفاء تھے۔جن کی تعلیمات کا فیضان اب بھی جاری و ساری ہے۔

حضرت پیر محمد زاہد خان نقشبندی

(المعروف پیر خان غریب نواز موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ)

تعارف: حضرت خواجہ محمد زاہد خان المعروف پیر خان غریب النواز موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے لخت جگر اور گوہر نایاب تھے۔آپؒ 1319ہجری بمطابق 1901ء میں اس جہان رنگ وبو میں تشریف لائے۔آپؒ کی ولادت سحری کے وقت ہوئی جو کہ صالحین کی ولادت کا وقت ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام کیا گیا۔ابتدائی تعلیم آپؒ کو باباجی سرکار موہڑویؒ نے خود ودیعت فرمائی۔اس کے بعد آپ نے نامور علمائے کرام اور خلفائے عظام سے استفادہ فرمایا بعدازاں باباجی سرکار موہڑویؒ نے آپؒ کو اپنے پاس رکھا اور علم باطنی اور تصوف کے جملہ اسرار ورموز تفویض فرمائے۔

سجادہ نشینی کی سعادت: تاریخ صوفیائے کرام گواہ ہے کہ جس مرید یا اولاد نے لنگر شریف کی جس قدر خدمت کی ہوگی اس کا مقام اتنا ہی بلند ہوگا۔یہ سعادت آپؒ کے حصہ میں آئی اور باجی سرکار موہڑویؒ کی حیات مبارکہ میں تیس سال تک آپؒ نے لنگر شریف کی خدمت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔یہ سعادت بھی آپؒ کے حصہ میں آئی کہ باباجی سرکار موہڑویؒ نے اپنی زندگی ہی میں دربار شریف کے جملہ امور آپؒ کے سپرد فرما دیئے تھے۔وصال مبارک سے تقریباً دس برس پہلے جو شخص باباجی سرکار موہڑویؒ کی خدمت اقدس میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوتا آپؒ اس سے ارشاد فرماتے ''بچہ جاؤ پیر خان صاحب سے بیعت حاصل کرو'' حضرت خواجہ محمد زاہد خان

المعروف پیر خان غریب النواز موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ ہمہ وقت بابا جی سرکار موہڑویؒ کی بارگاہ میں عجز وانکساری کے ساتھ ہر قسم کی خدمت کیلیے حاضر رہتے۔ دربار شریف کے جملہ امور، خانقاہی وخانگی معاملات آپؒ کے ہی ذمہ تھے۔

بابا جی سرکار موہڑویؒ کے وصال کے بعد آپؒ مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف کے حقیقی سجادہ نشین کی حیثیت سے مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔

مریدین کی روحانی تعلیم وتربیت آپؒ کی حیات طیبہ کا اولین مقصد تھا آپؒ اپنے مریدین اور دربار شریف میں حاضر ہونے والے مہمانوں کے قیام وطعام اور ہر قسم کی آرام وآرائش کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپؒ مریدین کو حضور بابا جی سرکار موہڑوی کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے بالخصوص ذکر اسم ذات ''اللہ ھو'' ہر سانس کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپؒ نہایت حلیم الطبع،، پیکر صبر ورضا اور بلند پایا اخلاق کے عظیم پیکر اور خاموش صوفی تھے۔ آپؒ کو تمام عمر کسی نے غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔ آپؒ کا ارشاد گرامی ہے جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کرو، جو تمہیں کچھ نہ دے تم اسے کچھ دو اور ظلم کا مقابلہ صبر سے کرو۔

حضرت پیر صوفی فضل کریم نقشبندی

(دامت برکاتہم العالیہ)

تعارف: حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کا تعلق آزاد کشمیر کے ضلع میرپور کے ایک قصبے پنڈی سبھر وال سے ہے، آپ کے آباء و اجداد قیام پاکستان کے وقت راجوری مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کر کے آزاد کشمیر آئے۔ آپ کے والدین کریمین انتہائی نیک صفت، دین دار اور صاحب علم و فضل تھے۔

آپ کا شجرہ نسب حضرت میاں لہب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو کہ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کے آباؤ اجداد کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ سے تھا جو آپ کے دادا حضور میاں شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تک جاری رہا، اس کے بعد آپ کے والد اور آپ کی نسبتِ طریقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے ہوئی، اس طرح دونوں سلسلوں کا فیض و برکات آپ کو حاصل ہیں، آپ اللہ کے ان بندوں میں سے ہیں جن کو بچپن سے ہی اللہ اپنی قربت اور ولایت سے نوازتا ہے، بچپن سے ہی آپ میں وہ تمام خوبیاں اور خصائل موجود تھے جو اولیاء کرام کا خاصہ ہوتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی، حصولِ علم کا شوق، والدین کی خدمت و فرمانبرداری، بزرگوں کا ادب، اللہ کے ذکر و عبادت سے رغبت، کھیل تماشوں اور ہر طرح کے لایعنی، غیر اخلاقی اور غیر شرعی کاموں سے بیزاری وغیرہ۔

ابتدائی حالات: حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ! "اللہ نے مجھے بچپن سے ہی ایسا نوازا تھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ

میں کامل ولی اللہ تھا تو غلط نہ ہوگا، مجھے تو جانور بھی پہچانتے تھے کہ یہ اللہ کا دوست ہےلیکن میری زندگی میں ایک دن ایسا آیا جو میرے لیے بدنصیب دن تھا جب میں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دنیا کی محبت کا اظہار کیا اور اللہ کو یہ پسند نہ آیا کہ ہم نے تو اسے کائنات کی سب سے بڑی دولت یعنی اپنی دوستی عطا کی ہے اور یہ دنیا سے محبت کا اظہار کر رہا ہے، اپنی اس خطا کی وجہ سے اللہ کا وہ قرب اور دوستی جو مجھے بن مانگے ملی تھی مجھ سے چھن گئی اور میں انتہائی بے تابی سے کسی ایسے رہنما کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگا جو میری رہنمائی کرے اور مجھے واپس اللہ کے قرب اور دوستی والے راستے پہ ڈال دے، میں جس کسی درویش، ملنگ کو دیکھتا یا کسی کو سبز چوغا پہنے ہوئے فقیرانہ لباس میں دیکھتا تو اسی کے پیچھے ہو لیتا کہ شاید یہ اللہ کا دوست ہو اور اس کی رہنمائی سے مجھے دوبارہ قرب الٰہی مل جائے لیکن مجھے کچھ نظر نہ آتا، اسی طرح میں ایک بزرگ کے پاس حاضر ہوا اور مجھے ان کی کچھ عادات واطوار سے محسوس ہوا کہ وہ واقعی اللہ کے کامل ولی ہیں لیکن انہوں نے اپنی روحانیت کو چھپایا ہوا ہے۔ میں جب بھی ان سے بات کرنے کی کوشش کرتا تو وہ دوسری طرف منہ پھیر لیتے۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا کہ میری راہنمائی فرمائیں، میں حق کا متلاشی ہوں تو انہوں نے اتنا فرمایا کہ جاؤ اور قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھو۔ مجھے ان کی بات سمجھ نہ آئی اور میں حیران ہوا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں میں نے تو ساری زندگی قرآن پاک کو دیکھ کر ہی پڑھا ہے، پھر میں وہاں سے چلا آیا اور حق کی تلاش جاری رکھی"

بیعت اور قرب الٰہی کا حصول: آپ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ مجھے پتہ چلا کہ پنڈی سہر وال میں ماسٹر محمد اکبر صاحب کے گھر حضرت پیر اولیاء بادشاہ فاروق

مدظلہ العالی تشریف لائے ہیں کیونکہ میرے والد صاحب موہڑہ شریف خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے تو ان کے توسط سے میں نے موہڑہ شریف کی عظمت اور صفات سن رکھی تھیں کہ وہ بڑے کامل اور باشرع لوگ ہیں، تو میں نے دل میں مصمم ارادہ کرلیا کہ میں حضور پیر اولیاء بادشاہ مدظلہ العالی کے ہاتھ پر ہی بیعت کروں گا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو میری قسمت کا ستارہ چمکنے لگا، میں ان کی خدمت میں رہا اور انہوں نے مجھے اپنے والد گرامی حضور خواجہ غریب النواز حضرت پیر محمد زاہد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کیا، ان کی صحبت میں کئی سال تک چلتا رہا، بارہا ایسا ہوا کہ ان کی بارگاہ میں ننگے پاؤں پتھریلے راستوں سے گزر کر پہنچا کہ پاؤں بھی زخمی ہو جاتے لیکن میں نے ان کا دامن نہ چھوڑا، آپؒ کی بارگاہ سے مجھے سب سے پہلے جو درس ملا وہ اللہ کی مخلوق سے محبت، غریب پروری اور غریب نوازی کا تھا، حضرت پیر محمد زاہد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب بھی خواجہ غریب نواز تھا، میں نے بھی اسے اپنی عادت بنا لیا کیونکہ غریب پروری، مساکین سے محبت اور خود بھوکا رہ کر دوسروں کے منہ میں لقمہ ڈالنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا نصیب ہوتی ہے، ایسے ہی چلتے چلتے ایک وقت آیا کہ ان کی نظر کرم اور راہنمائی سے مجھے قرب الٰہی کی دولت دوبارہ سے مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے مشاہدات قدرت مجھ پر آشکار کر دیئے، پھر مجھے اللہ کے اس کامل ولی کی وہ بات بھی سمجھ آگئی کہ قرآن کو دیکھ کر پڑھنا کیا ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے جو واقعہ میں پڑھ رہا ہوتا گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی رہا ہوتا"۔

خلافت واجازت: حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں عمرہ کی غرض سے حجاز مقدس کے سفر پر تھا تو میں نے روزہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین میں کھڑے ہو کر اپنے مرشد کریم حضرت پیر اولیاء بادشاہ فاروق مدظلہ العالی کے درجات میں بلندی کے لیے دُعا کی۔ اس وقت پیر صاحب برمنگھم انگلینڈ میں تھے، میں جب عمرہ سے واپس آیا تو ایک دن مرشد کریم میرے گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں آپ کی ایک امانت لایا ہوں جو آپ کے سپرد کرنی ہے، میں بڑا متعجب اور پریشان ہوا کہ شاید میرے کسی عقیدت مند نے میرے پیر صاحب کے ہاتھ کوئی امانت بھجوائی ہے اور انہیں یہ زحمت اٹھانا پڑی اور انہیں میرے گھر آنا پڑا، یہ تو ان کے احترام کے منافی بات ہے۔ تو پیر صاحب نے وہ دُعا جو میں نے ان کے لیے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی تھی وہ حرف با حرف دہرائی، میں بہت متعجب ہوا کہ یہ دُعا تو میں نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی تھی اور مرشد کریم تو اس وقت برمنگھم میں تھے انہیں کیسے علم ہوا؟ تو پیر صاحب فرمانے لگے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آیا ہوں، مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کو خلافت وسند عطا کی جائے اور ساتھ ہی مجھے دستار، جبہ اور سندِ خلافت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک مخلوقِ خدا کی خدمت اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی خدمت میں مصروف عمل رہنا۔ اس وقت سے خواجگان موہڑہ شریف کی شفقت ومحبت کا سایہ میرے سر پہ ہے انہوں نے تو مجھے خلافت سے نوازا لیکن میں اپنے آپ کو موہڑہ شریف کا خاکروب کہوں تو یہ بھی میرے لیے باعث فخر ہے"۔

سفرِ طریقت میں سخت مجاہدات: حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے سفرِ طریقت کے دوران سخت مجاہدات اور کٹھن مراحل طے کیے، آپ کو ذکر و عبادت میں یکسوئی اور خود نمائی سے بچنے کے لیے آبادی سے دور ایک ویران جگہ میں جانا پڑتا جہاں ایک زیرِ زمین گڑھے میں بیٹھ کر آپ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے اور یہ سلسلہ بارہ برس تک جاری رہا، اسی دوران آپ کو اپنی بوڑھی والدہ کو لے کر ایک کمرے کے بوسیدہ گھر میں منتقل ہونا پڑا جہاں کئی کئی دن فاقہ کشی میں بھی گزرے لیکن آپ انتہائی استقامت سے رضائے الٰہی کی تلاش میں سرگرداں رہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ عرصہ بارہ سال تک حضرت بابا پیرے شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر خانے کے تمام انتظام و انصرام کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے بارہ سال تک ایک انتہائی پسماندہ، ناخواندہ اور جہالت زدہ علاقے میں قرآن کریم کی تعلیم دینے کی خدمت بھی سرانجام دی بالآخر آپ کو اپنے آستانے پر بیٹھ کر امت مسلمہ کی خدمت کا حکم ہوا جہاں جوق در جوق لوگ آنے اور فیض پانے لگے۔ سفرِ طریقت میں درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ!

"میرے گھر والے مجھ پر بہت تنقید کرتے کیونکہ میں ذکر بالجہر کرتا تھا۔ شاید میرے گھر والوں کو اس سے میری طرف سے مداخلت ہوتی تھی اور میں ان کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے میں گھر سے دور چلا گیا اور دریا کے کنارے ایک زیرِ زمین جگہ تیار کی جہاں اللہ کی یاد میں مشغول رہتا، میرے والد صاحب فوت ہو چکے تھے ان کی شفقت کا سایہ میرے سر سے اٹھنے کے بعد مجھے جس قدر مشکلات

اور مفلسی کا سامنا کرنا پڑا وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا، جب زیادہ گھبراتا تو میں اپنے والد کی قبر پر جا کر روتا رہتا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ہر اپنے بیگانے نے منہ پھیر لیا ہر طرف سے نفرت کا سامنا کرنا پڑتا کوئی مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہ کرتا، جو کچھ بھی میرے ساتھ ہو رہا تھا اس میں اللہ کی حکمت تھی، اگر لوگ میرے ساتھ اس طرح نہ کرتے، تو میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہو جاتی اور اللہ سے دوری کا سبب بنتی۔ اپنوں اور غیروں کا مجھ سے نفرت کا اظہار کرنا اللہ کا مجھ پر بہت بڑا احسان تھا لیکن اس بات کی سمجھ مجھے بہت دیر کے بعد آئی۔

ایک دفعہ میں اسی زیر زمین جگہ پر بیٹھا بلند آواز سے ذکر کر رہا تھا اور بہت زور زور سے اپنے اللہ کو پکار رہا تھا۔ میں سسکیاں لے کر رو بھی رہا تھا اور اونچی آواز میں پکار بھی رہا تھا۔ روتے روتے میری حالت غیر ہوگئی پھر اچانک میری کیفیت بدل گئی اور میرا رونا بند ہو گیا۔ دل میں ایک سکون سا اتر آیا اور تسلی سی ہوگئی جیسے اللہ نے میری پکار سن لی ہو میری گریہ وزاری قبول کر لی ہو، پھر اللہ نے میرے دل میں ایک بات ڈالی کہ زیر زمین صرف عبادت کرنے کا کیا فائدہ؟ میری تلاش ہے تو انسانیت کی خدمت کرو۔

مجھے خواب میں حافظ ناصر صاحب رحمتہ اللہ علیہ سموال شریف والے جو اللہ کے کامل ولی اور میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم تھے ان کی طرف سے قرآن پاک کی تعلیم دینے کا حکم ہوا۔ میں نے کہا کہ میں قرآن پاک پڑھنا تو جانتا ہوں لیکن اپنے آپ کو اتنا اہل نہیں سمجھتا کہ قرآن کی تعلیم دے سکوں اور مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ کہاں اور کس کو تعلیم دینا شروع کروں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ذمہ داری دے رہے ہیں

تو سارا انتظام بھی ہو جائے گا۔

دوسرے ہی دن کچھ لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے علاقے میں آئیں اور ہمارے بچوں کو قرآن کی تعلیم دیں، اس طرح میں نے نوے بچوں کو قرآن پاک پڑھانا شروع کیا اور اللہ نے ایسی اہلیت عطا کی کہ بہت کم وقت میں اور بہت ہی اچھے انداز میں بچے قرآن کریم مکمل کر لیتے، یہ سلسلہ بارہ برس تک جاری رہا اور اس دوران سینکڑوں بچوں نے قران کریم مکمل کیا۔ بچوں کے والدین اور اہل علاقہ بہت مطمئن اور خوش ہوتے کہ اتنے کم وقت اور احسن انداز میں تو آج تک کسی نے بچوں کو تعلیم نہیں دی۔ اس وجہ سے لوگوں کے دلوں میں میرا احترام بڑھتا چلا گیا اور ہر طرف چرچا ہونے لگا، ایک دن وہاں کے لوگوں نے طے کیا کہ یہ اتنے عرصے سے فی سبیل اللہ ہمارے بچوں کو تعلیم قرآن دے رہے ہیں اور دین کی خدمت کر رہے ہیں تو ہمیں بھی ان کی خدمت کرنی چاہیے اور ان کی تنخواہ مقرر کرنی چاہئے۔ اسی رات مجھے وہ علاقہ چھوڑ دینے اور اپنے گھر بیٹھ کر مخلوق خدا اور امت مسلمہ کی خدمت کرنے کا حکم ہوا اور پھر جوق در جوق لوگ میرے پاس آنے لگے۔ جہاں بھی دنیا کی محبت، شہرت آپ کو اللہ سے دور کرنے لگے، اللہ کی رضا کے لیے آپ کو وہاں سے دور کر دیا جاتا ہے۔

دینی خدمات اور مرشد خانے میں قدر و منزلت: اس وقت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کے مریدین کی تعداد سینکڑوں میں ہے اور شبانہ روز آپ کے عقیدت مندوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ انتہائی مستجاب الدعوات ہستی ہیں، جس کسی کے لیے بارگاہ الٰہی میں آپ کے ہاتھ مبارک اٹھ گئے تو اللہ نے اس کا کام بنا

دیا۔ روزانہ لاتعداد لوگ آپ کے پاس اپنے دکھ درد کے مداوے اور دینی، دنیاوی اور روحانی مسائل کے حل کی خاطر دُعا کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں، دینی خدمات کے ساتھ ساتھ سماجی کاموں اور انسانیت کی فلاح و بہبود، غرباء و مساکین کی دادرسی میں بھی آپ پیش پیش رہتے ہیں۔ ان ساری خدمات کے ساتھ آپ سب سے زیادہ دعوت الی اللہ پہ زور دیتے ہیں آپ ہمیشہ تمام لوگوں کو رجوع الی اللہ، اللہ کی رضا میں راضی رہنے اور اللہ کے آگے ہی ہاتھ پھیلانے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ہمیشہ فرقہ واریت سے بچنے اور تمام انسانوں اور اللہ کی تمام مخلوقات سے محبت واحسان کا درس دیتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کو آپ کے مرشد خانے میں بھی انتہائی عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ آج کے دور میں پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ جس شد و مد کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں بہت کم مشائخ ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ ایک دوست کے ہمراہ آپ کے مرشد خانے زاہد آباد ترنول شریف جانے کا اتفاق ہوا، وہاں حضرت پیر احمد فاروق زاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جب ان سے تعارف کروایا کہ ہم پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کے عقیدت مند ہیں اور ان کے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں تو انہوں نے خصوصی توجہ اور محبت سے نوازا اور فرمایا کہ " آپ لوگ انتہائی خوش قسمت ہیں جو پیر صوفی فضل کریم صاحب کی مجلس میں بیٹھتے ہیں کیونکہ ان کی مجلس انتہائی بابرکت اور نورانی ہے پھر فرمانے لگے کہ ہمارے موہڑہ شریف کے ہزاروں خلفاء حضرات ہیں جو کہ پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں موجود ہیں لیکن پیر صوفی فضل

کریم صاحب ان سب میں ایک نمایاں خصوصیت رکھتے ہیں اور فرمانے لگے کہ ہزاروں آستانے، پیر اور گدیاں ایسی ہیں کہ شام کو وہ لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ آج ہمیں کتنے نذرانے وصول ہوئے؟ لیکن صوفی فضل کریم صاحب ایسی شخصیت ہیں جو شام کو یہ دیکھتے ہیں کہ کتنے لوگ اللہ کی طرف مائل ہوئے؟ اور پھر ہمیں نصیحت کی کہ آپ ان کی محفل میں بیٹھنا اور ان سے نسبت کبھی بھی نہ چھوڑیے گا کیونکہ ان کی محفل ایمان افروز اور ان کی صحبت انتہائی بابرکت ہے۔

حضرت پیر صوفی فضل کریم (دامت برکاتہم عالیہ)
کے ملفوظات

روح کی حقیقت وکمالات

حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ کیا آج تک کسی نے دیکھا کہ آگ اور پانی ایک ہی جگہ موجود ہوں، کسی ایک ہی برتن میں موجود ہوں، کسی سائنسدان سے بھی پوچھیں گے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ آگ اور پانی ایک جگہ پر اکٹھے نہیں رہ سکتے لیکن میں پورے اعتماد سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بارہا یہ دیکھا ہے کہ آگ اور پانی ایک ہی جگہ پر موجود ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

انسان کا وجود اربعہ عناصر یعنی آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے مل کر بنا ہے، اللہ نے ان چار چیزوں سے انسانی وجود کو بنا کر ایک پانچویں چیز سے ان چاروں کو کنٹرول کیا ہوا ہے اور وہ ہے "روح" رُوح امرِ ربیّ ہے یعنی اللہ کا حکم، اللہ کے حکم سے یہ چاروں چیزیں ایک ہی وجود کے اندر اکٹھی موجود ہیں، دنیا کا کوئی سائنسدان بھی ایسا نہیں کرسکتا کہ ان چاروں عناصر کو ایک ہی جگہ پر ایک ہی وقت میں اکٹھا کر دے لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسا کر دکھایا، یہ جو روح ہے چار عناصر کے اوپر حاوی ہے اور یہ چاروں عناصر روح کے تابع ہیں، ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ انسانی وجود مادی دنیا کی چیز ہے جبکہ روح عالم بالا اور مالاءِ اعلیٰ کی چیز ہے، انسانی وجود پر نفس وشیطان اور دنیاوی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ روح پر انوار وتجلیات واسرارِ الٰہی اترتے ہیں، جب ہمارا مادی وجود نفس وشیطان کے چنگل میں ہوتا ہے اور مادی خواہشات اس پر غالب ہوتی ہیں تو روح کمزور پڑ جاتی ہے، جب انسان ذکرِ الٰہی اور تزکیہ نفس میں محنت کرتا ہے تو روح کو تقویت ملتی ہے اور وہ مادی وجود پہ غلبہ پا لیتی ہے اور اس پر

انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے، جب روح مزید طاقتور ہوتی ہے تو وہ اس جسم کے باہر موجود آگ، ہوا، پانی، مٹی پر بھی غالب آجاتی ہے، انسانی جسم جن اربعہ عناصر کا مجموعہ ہے وہ تو بے جان ہیں، امرِ ربی یعنی روح کی وجہ سے انسانی جسم کو حواسِ خمسہ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی حسیات مل جاتی ہیں لیکن ان پانچوں حسیات کی رسائی ظاہری اور مادی اشیاء تک ہی محدود ہوتی ہے۔ جب روح کا رشتہ ربِ ذُوالجلال کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے تو اللہ کی عطا سے ایک چھٹی حس بیدار ہوتی ہے، اور انسان کو ایک علم جسے علمِ لدنی کہتے ہیں عطا ہوتا ہے، جس سے انسان کو وہ کچھ دیکھنے اور سننے کی صلاحیت مل جاتی ہے جس تک عام لوگوں کی رسائی ممکن ہی نہیں ہوتی، تب وہ سدرۃ المنتہیٰ بھی دیکھ لیتا ہے اور تحتُ ثریٰ بھی، وہ کئی میل دور سے چیونٹی کی آواز بھی سن لیتا ہے اور اس کی آواز ہزاروں میل دور نہاوند کے میدانِ جنگ میں بھی پہنچ جاتی ہے۔

روح تمام مادی اشیاء پر غالب آجاتی ہے، جیسا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی روحانیت آگ پر غالب آ گئی اور آگ ٹھنڈی ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام کی روحانیت پانی اور مٹی پہ غالب آ گئی عصاء مارتے ہی سمندر نے رستہ دے دیا، آپ کے حکم سے زمین نے قارون کو نگل لیا، حضرت یونس علیہ السلام نہ صرف پانی بلکہ پانی کے اندر مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک زندہ و سلامت رہے، ہوا سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان تھی آپ جہاں کا حکم دیتے ہوا آپ کے تخت کو اڑا کر لے جاتی، آصف بن برخیا سلیمان علیہ السلام کے دوست اور صحابی تھے ان کی روحانیت کی یہ طاقت کہ ہزاروں میل دور سے تختِ بلقیس پلک جھپکنے میں حاضر کر دیا، تو یہ سارے کمالات روح کے ہیں، مادی جسم کے بس کی بات نہیں۔ اللہ ہمیں اس حقیقت تک پہنچنے اور اس کو جاننے اور پہچاننے کی

طاقت اور اہلیت دے۔

اس حقیقت کو جاننے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنی روح کو بیدار کریں، اس کی کیفیات کو پہچانیں، اس کا غلبہ اپنے وجود پہ کرائیں تو تمام حقائق ہم پر منکشف ہو جائیں گے، جب تمام حقائق منکشف ہو جائیں گے تو ہمیں کامل ایمان نصیب ہوگا۔ کامل ایمان ملے گا تو پھر کسی دوسرے کی طرف نہیں دیکھے گا ایک وقت آئے گا کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کی زیارت کر پائے گا اور کائنات کی سیر بھی اور یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے بے شمار لوگوں نے یہ سفر طے کر کے حقیقت کو پالیا ہے۔

انبیاء اور اولیاء اس رستے پر چلتے رہے اور اپنی منزل کو پالیا اور اپنے قدموں کے نشانات دوسروں کی رہنمائی کے لیے پیچھے چھوڑ دیے تا کہ اگر کوئی اس راستے پر چلنا چاہے تو ان کے قدموں پر چلتا چلتا وہ بھی ان کے ساتھ اپنی منزل کو پہنچے۔

انسان کی اپنی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اصل بات تو امر ربی کی ہے جس نے ان بے جان چیزوں کو اللہ کے حکم سے زندہ رکھا ہوا ہے، وہی اصل میں طاقتور چیز ہے۔ انسان کا اپنا اگر کچھ ہے بھی تو وہ بے جان اور بے حیثیت ہے تو تکبر کس بات کا؟ ان حقائق تک اگر انسان کی رسائی ہو جاتی ہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے اس دنیا میں بھی زندگی کا لطف اٹھائے گا اور آخرت کا بھی کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

بقاء کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ایک دفعہ ارشاد فرمایا ''سورہ نمل میں اللہ نے سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج تشریف لا رہی تھی تو تین میل کے فاصلے سے چیونٹی نے اپنی ساتھی چیونٹیوں کو کہا کہ اپنی اپنی بلوں میں گھس جاؤ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج آ رہی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی اور مسکرائے کہ چیونٹی ہمیں غافل سمجھ رہی ہے، چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام تک ہوا نے پہنچائی تھی، ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان تھی، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے دوست اور سچے ذاکرین تمام فانی چیزوں پر غالب آ سکتے ہیں، دنیا کی ہر چیز فانی ہے ہوا، دن، رات، پانی آگ، چرندو پرند وغیرہ۔ جب فانی چیز اس وجود کے اندر سے نکل جاتی ہے تو پیچھے بقاء رہ جاتی ہے۔ اور بقاء کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ فانی پہ غالب آ سکتی ہے۔

اللہ کا ذکر کرتے کرتے جب کوئی انسان ان فانی خواہشات سے نجات پا لیتا ہے اور اللہ کے عشق میں فنا ہو جاتا ہے تو انسان میں صرف بقاء رہ جاتی ہے۔ پھر تمام فانی چیزیں بقاء کے تابع ہو جاتی ہیں۔ یہی دوسرے الفاظ میں روحانی طاقت کہلاتی ہے۔

لیکن یہ چیز اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ انسان کو بہت ہی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ذکر الٰہی میں محو رہنا پڑتا ہے۔ یعنی جس کا ذکر کرے بس اسی کا ہو کر رہ جائے کسی دوسرے کا ہوش نہ رہے اور اللہ کا ذکر کسی دنیاوی مقصد کے لیے نہ کر رہا ہو

کے لیے کر رہا ہو۔

، بلکہ صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کر رہا ہو۔ اگر اللہ کا ذکر مقدمات میں کامیابی اولاد کے حصول، شادی وغیرہ کے لیے کر رہا ہو تو اس سے یہ چیز حاصل نہیں ہوگی۔ اس کے لیے مکمل اخلاص کی ضرورت ہے اور ذکر میں یکسوئی اور دھیان کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ذکر کر رہا ہے توجہ اسی میں ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ زبان سے ذکر تو اللہ کا کر رہا ہے اور دل میں خیالات دنیا کی محبت کے بس رہے ہوں۔ سچا ذاکر اپنے مطلوب تک پہنچ کر رہتا ہے۔ جو انسان خلوص دل سے اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ نہ صرف خود اس کا ہو جاتا ہے بلکہ دنیا کی ہر چیز اسے عطا کر دیتا ہے لیکن اس میں سب سے بڑی چیز ذکر میں خلوص پیدا کرنا ہے کہ میں نے جس کا ذکر کیا ہے بس ہر حال میں اسی کا ہو کر رہنا ہے اس کے سوا کوئی دوسری خواہش اپنے دل میں نہ آنے دے۔ پھر نظر اٹھانا اس انسان کا کام ہے اور دکھا دینا اللہ کا کام ہے۔

جب انسان اللہ کی رضا میں خود کو ڈھال لیتا ہے تو اللہ بھی اس بندے سے پوچھتا ہے کہ تیری مرضی کیا ہے؟ اپنے اندر سے تمام غلط ارادے، حسد و بغض اور کینہ ، ذکرِ الٰہی کے ذریعے نکالیں، اپنے آپ کو اندر سے پاک کریں، ظاہریت کو چھوڑیں باہر سے چاہے جیسے بھی نظر آئیں اندر سے پاک ہونا ضروری ہے، پھر غیب کے ادراک کا حصول کوئی مشکل نہیں، جو آپ چاہیں گے اللہ وہی کرے گا۔ یہاں تک کہ آپ کو صرف دل میں سوچنے کی دیر ہوگی، اللہ وہی کر دے گا جو آپ چاہیں گے یا سوچیں گے۔

کائنات کی سیر کیسے کی جا سکتی ہے؟

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ سے محبت کریں اور اس کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے ذکر میں ہر لمحہ محو رہیں۔ میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں جب آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو ہو جائیں گے پھر ذکر الٰہی کی وجہ سے آپ کا سینہ بھی روشن ہونا شروع ہو جائے گا اور جب آپ کا سینہ روشن ہو جائے گا تو اللہ کے اس نور سے جو چاہے دیکھیں۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ! دکھا دیتا ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے نور سے، اللہ کے نور سے تمام کائنات کی سیر بھی کریں۔ انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت بھی کریں، جنت کے نظارے بھی کریں اور سب سے بڑی بات کہ اللہ کی حقیقت کو بھی پالیں۔

مزید فرمایا کہ محبت کریں تو صرف اللہ کی رضا کے لیے، جو انسان اللہ کو محبوب ہو اس سے آپ کو محبت ہو اور جو اللہ کو ناپسند ہو وہ آپ کو بھی ناپسند ہونا چاہیے۔ اللہ کے لیے محبت اصل میں اللہ ہی کی محبت کا دوسرا نام ہے۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہمارا ان سے کوئی خونی رشتہ تو نہیں، جو محبت اللہ کے لیے کی جائے اس میں کوئی حد بندی نہیں کرنی چاہیے، جتنی چاہے محبت کریں۔ ٹوٹ کر کریں، جان مال اولاد سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کریں کیونکہ یہ محبت اللہ کے لیے ہے اور اس کا حکم بھی اللہ نے دیا ہے۔ دنیا کی فانی محبتیں اللہ کی حقیقی محبت کے مقابلے میں اپنے قدموں تلے روند ڈالیں۔

مزید فرمایا کہ محبت کے چھوٹے چھوٹے ندی نالوں میں ڈبکیاں لگانے کا کیا

فائدہ؟ محبت کے بحرِ عظیم میں غوطہ زن ہوں پھر محبت کا لطف بھی اٹھائیں۔ جب آپ کی محبتیں اللہ کے حکم کے تابع ہو جائیں گی تو اللہ بھی آپ سے محبت کرنے لگے گا۔ اللہ کی محبت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے آپ کو اپنی خطائیں نظر آنا شروع ہو جائیں گی اور آپ کے باطن کی آنکھ کھول دی جائے گی۔ جب انسان کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ تو انسان کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں اللہ انسان کو دکھا دیتا ہے کہ تم کس طرف جا رہے تھے اور اللہ نے اپنی رحمت سے تمہیں کیا عطا کیا ہے۔ انسان کو اپنے تمام اعمال کی جزا اور سزا کی حقیقت معلوم ہوتی ہے تب انسان کو سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ کی رحمت ہی تھی کہ اس نے اسے ہدایت دے دی ورنہ اس کے اعمال تو ایسے تھے کہ وہ صرف سزا کا مستحق تھا۔

اس کی رحمت سے جب اپنی خطائیں نظر آنا شروع ہو جائیں گی تو پھر وہ ان سے نجات حاصل کرنا چاہے گا۔ ریت بھی تمہارے وجود کے اندر موجود ہے اور سونا بھی، ریت یعنی تمہاری برائیاں سونا یعنی حقیقتِ الٰہی، ریت سے نجات حاصل کرنے کیلیے آنسوؤں کا پانی لگانا ہوگا۔

ریت وجود تیرے وچ سونا اینویں نظر نہ آوے
ہنجواں دا گھت پانی دھوویں ریت مٹی رُڑھ جاوے

جب اپنی خطاؤں پر آنسو بہانہ نصیب ہو جائے گا تو اپنی برائیوں سے نجات ملنا شروع ہو جائے گی اور انسان کی توجہ اپنے اصل مقصد کی طرف ہو جائے گی جو کہ اس کے اندر موجود ہے مگر اسے اس کا ادراک نہیں۔

جس طرح دودھ کے اندر مکھن موجود ہوتا ہے لیکن ویسے ہمیں نظر نہیں

آتا، پہلے دودھ کو جاگ لگائی جاتی ہے تو وہ دہی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور اس کے بعد دہی سے مکھن حاصل کرتے ہیں۔

دودھ وجود تیرے وچہ شیریں روغن دار سمانی
مرشد لاوے جاگ پرم دی تاں جمے دودھ پانی

بالکل اسی طرح انسان کے وجود کے اندر اللہ تعالی کی ذات کا پرتُو موجود ہے اب اسے ظاہر کرنے کے لیے ہمیں کسی کاریگر کی ضرورت پڑتی ہے جو ہمیں بتائے کہ ہم کس طرح اس حقیقت الٰہی تک پہنچ سکتے ہیں۔ کامل مرشد طالب حق کی توجہ لوگوں اور دنیا کی محبت سے ہٹا کر اللہ کی طرف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالی کی ذات آپ کے وجود کے اندر موجود ہے اس کو باہر تلاش نہ کریں وہ آپ کو اندر جھانکنے سے ہی ملے گا۔ اس لیے لوگوں کی طرف نگاہ نہ کریں کہ یہ کیا کر رہا ہے وہ کیا کر رہا ہے۔ ہر کوئی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے آپ کسی کے جواب دہ نہیں۔ اس لیے ذکر الٰہی میں محو رہیں اور اپنی برائیوں سے نجات کی فکر میں رہیں۔

انسان پہلے ایک عام انسان ہوتا ہے لیکن اللہ تک رسائی کے بعد اس کی حقیقت کچھ اور ہو جاتی ہے جس طرح دودھ کے اندر مکھن موجود ہوتا ہے مگر وہ ایسے نظر نہیں آتا اسی طرح انسان کو بھی اللہ ایسے نظر نہیں آتا اسے مرشد کی راہنمائی میں ذکر کی مدھانی اپنے دل کے برتن میں چلانا ہوتی ہے۔

گل وِچ پھاہ غماں دا گھت کے ذکروں چھک مدھانی
ہمت نال محمد بخشا، مکھن آیا جانی

ذکر الٰہی کرتے کرتے جب وہ معرفتِ الٰہی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے

تو پھر بھی خود کو کامل نہ سمجھے، کیونکہ اس نے مکھن تو حاصل کر لیا ہے لیکن مکھن میں بھی کچھ دنوں بعد بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔اب انسان نے اس مکھن کو دیسی گھی میں تبدیل کرنا ہوتا ہے یعنی حقیقت تک پہنچنا ہوتا ہے۔

یہ وہ مقام ہوتا ہے جب انسان کچھ نہ کچھ روحانیت حاصل کر چکا ہوتا ہے اور اپنا تزکیہ کسی حد تک کر چکا ہوتا ہے مگر ابھی بھی اس میں کچھ عیب اور غلاظتیں موجود ہوتی ہیں۔اس مقام پر مرشد کی جانب سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا کیا جاتا ہے۔وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھٹی میں خود کو مزید جلاتا ہے اور یہاں تک کہ دیسی گھی کی مانند خالص ترین ہو جاتا ہے، اب یہ دیسی گھی سالوں تک خراب نہیں ہو گا نہ بدبو آئے گی۔عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذکر الٰہی کی وجہ سے قلبِ مومن شیشے کی طرح شفاف ہو جاتا ہے اور روح سے رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے۔روح نے تجلیاتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ تخلیقِ کائنات کے تمام مراحل اور تمام انبیاء کی زیارت کر رکھی ہے، حقیقتِ الٰہی اور کائنات کے تمام راز اسی شیشے کے اُس پار ہیں، جب قلب کے شیشے سے دنیا کی محبت اور خواہشات کی گرد صاف ہو گی تو نظر آر پار ہو گی تو سب کچھ دیکھ لیں گے اور کائنات کی سیر بھی کر لیں گے۔

قربِ الٰہی مدینے سے ملے گا

حضرت صاحب فرماتے ہیں اگر آپ ریت پر غور کریں تو اللہ کے قرب کو پانے کی مثال بڑی اچھی طرح سمجھ آئے گی۔ ریت کے ڈھیر میں سے کچھ ذرات ہمیں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ وہ ذرات ہوتے ہیں جو ٹھیک زاویہ پر سورج کی طرف رخ کر کے پڑے ہوتے ہیں۔ ذرات تو ساری ریت میں ایک ہی شکل وصورت کے پائے جاتے ہیں لیکن چمکتے وہی ہیں جو سورج کی سمت درست زاویے پر ہوتے ہیں۔ سب انسانوں میں سے اللہ کا نور بھی انہی انسانوں کو نصیب ہوتا ہے جن کے دل ودماغ کا زاویہ سیدھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگا۔ استقامت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہیں، حالات کی آندھیاں اور مشکلات کے طوفان اگر بار بار آپ کی توجہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر دنیا کی طرف کر بھی دیں اور آپ منزل پر پہنچتے ہوئے بار بار گریں تو بھی اٹھ کر پھر سے مدینے ہی کی طرف چل پڑیں، اسی طرف ہی چلتے جائیں، وہ سوار ہی کیا جو گرے نہ، اس راستے کا مسافر بار بار گرتا ہے منزل پر وہی پہنچتا ہے جو اپنا سفر دوبارہ وہیں سے شروع کرے اور اپنی سمت تبدیل نہ کرے کیونکہ ساری کائنات کو اللہ کے انوار وتجلیات سے روشن کرنے والا چراغ (سراج منیر) مدینے میں ہے اور آپ کا راستہ ہی ہدایت کا راستہ ہے اور جسے اللہ کا قرب پانا ہے اس کے دل ونگاہ کا زاویہ رسولِ کائنات ﷺ کی طرف ہونا ضروری ہے اور جو شخص اللہ کا مقرب بننا چاہتا ہے اسے آپ ﷺ کے بتائے ہوئے رستہ پر چلنا ہوگا تب جا کر وہ کامیاب ہوگا۔

ایمان کی اصل حقیقت

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ "امنت باللہ" میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور تمام کتابوں پر اور تمام رسولوں پر اور روز قیامت پر اور اچھی بُری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر"۔ اللہ پر ایمان ہو تو پھر دوسرا تیسرا ہمیں پریشان کیسے کرسکتا ہے؟ یہ سمجھنا کہ اللہ ہمیں دینا چاہتا ہے مگر جادوگر چھین کرلے جاتا ہے یہ ایمان کی سخت کمزوری اور کفر ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کو برحق ماننا، جس طرح قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اسی طرح باقی کتابیں بھی اللہ ہی کا کلام ہیں، اس لحاظ سے چاروں کتابوں کا مجموعہ قرآن کریم ہے۔

تمام رسولوں پر ایمان لانا، اللہ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی لیکن ہمارے لیے سب کی تعظیم کرنا لازم ہے۔ یوم آخرت پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ تمام بھلائی اور برائی کا مالک صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ، اچھے دن اور برے دن دونوں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ اگر برے دن آگئے تو صبر کرنا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ ہوسکتا ہے یہ ہماری آزمائش ہو۔ اگر اچھے دن دیئے ہیں تو کیا ہم شکر کرتے ہیں؟ اور اگر برے دن آگئے تو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس چلے جائیں گے، نہیں بلکہ ہر حال میں اسی کا بن کر رہنا ہے۔

تمام مذکورہ بالا چیزیں ایمان کی صفات ہیں، یہ بھی ایمان کا حصہ ہے کہ موت کے بعد ایک نئی زندگی ملے گی جس کے بعد موت نہیں آئے گی۔

اصل ایمان وہ جو بن دیکھے ہو

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! بن دیکھے ایمان لانا ہی افضل ایمان ہے۔ جنھوں نے ماننا تھا انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی معجزہ دکھانے کی ضرورت پیش نہ آئی وہ بنا معجزہ دیکھے ہی ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلام بن کر جان دینے کو بھی تیار رہتے تھے۔ اور جنہوں نے نہیں ماننا تھا وہ بے شمار معجزے دیکھ کر بھی نہیں مانے، انہوں نے چاند کو شق ہوتے ہوئے بھی دیکھا، درختوں کو چلتے بھی دیکھا، جانوروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرتے بھی دیکھا اور پتھروں کو کلمہ پڑھتے بھی سنا لیکن پھر بھی وہ ایمان نہ لائے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر ہی کہتے رہے۔

ایک دن ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ بتائیں کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ تو میں ایمان لے آؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بتاؤں یا جو کچھ تمہاری مٹھی میں ہے وہ گواہی دے۔ ابوجہل نے مٹھی کان کے ساتھ لگائی تو کنکریاں کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ اس نے غصے اور حسد سے کنکریاں نیچے پھینک دیں اور کہنے لگا یہ تو جادو ہے، اس نے جادو کو تو مانا لیکن آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانا۔

ہدایت کا تعلق دل کی کیفیت کے ساتھ ہے، انہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے قرآن پاک میں بھی ارشاد فرمایا کہ **"وہ لوگ جو یقین کرنے والے ہیں"** یقین والے لوگ نبیوں کے ساتھی بن کر صحابی کا درجہ پاتے ہیں اور نبیوں سے فیض کی برکتیں لوٹتے ہیں اور یہی یقین والے جب اولیاء اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو جان نثاری کا مظاہرہ کر کے اللہ کی معرفت اور قرب کا درجہ پا لیتے ہیں۔

اولیاء اللہ بھی کرامت دکھانے کے قائل نہیں ہوتے کیونکہ جنھوں نے ان

کونہیں ماننا ہوتا وہ کرامت دیکھ کر بھی ہدایت کم ہی پاتے ہیں۔ جب نبیوں کا زمانہ تھا تو جس کسی کو اللہ کی طلب ہوتی تھی اللہ کا قرب اور محبت چاہتا تھا تو اللہ اس بندے کو نبی کے پاس بھیجتا تھا۔ قیامت تک اب نبی تو نہیں آئیں گے اب جب کوئی دل سے اللہ کی طرف راہ پانے اور اس کے قرب کا متلاشی ہوگا تو اللہ اسے اپنے کسی ولی کے در تک پہنچا دے گا۔ ہر چیز بہترین شکل وصورت میں اپنے ماہر کاریگر کے ہاتھوں سے ہی تیار ہوتی ہے اور ایک اللہ کا پسندیدہ بندہ بغیر کسی رہبر کے کیسے تیار ہوسکتا ہے؟ اللہ والے گمراہی اور خطرناک راستوں کی نشاندہی ساتھ ساتھ کرتے جاتے ہیں۔ سچی طلب رکھنے والا مرید حتیٰ الامکان ان کی پیروی کی کوشش کرتے کرتے ایک نہ ایک دن اپنی منزل پر ضرور پہنچتا ہے۔

اپنے سواء ہر حقیقت چھپا گیا

نظر سے نظر یوں ملا گیا
اپنے سواء ہر حقیقت چھپا گیا

بڑے سادہ سے الفاظ میں یہ شعر اپنے اندر دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو پانے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرواتا ہے۔ ساری کائنات چھوٹی بڑی حقیقتوں سے بھری پڑی ہے جن میں انسان کھو کر کائنات کی سب سے بڑی حقیقت کو پانے سے غافل رہ جاتا ہے۔ اولاد بھی ایک حقیقت ہے جس کے پیار میں انسان ڈوب کر زندگی گزار دیتا ہے۔ زندگی کے جس شعبے پر نظر ڈالیں گے وہی اپنے آپ میں ایک حقیقت کو چھپائے بیٹھا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کو زندگی بسر

کرنے کے لیے مال و دولت اور زندگی کے اسباب کے لیے تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ کوئی دنیا کے دلکش اور خوبصورت مناظر سے دل بہلانے کو زندگی کا مقصد بنائے اور دنیا کی قدرتی خوبصورتی بھی ایک بہت بڑی حقیقت ہے جو اپنے بنانے والے کا پتہ دیتی ہے، الغرض آپ جس طرف نگاہ اٹھائیں گے کوئی نہ کوئی حقیقت آپ اپنی طرف راغب کرنے کو تیار نظر آئے گی۔ انسان جس حقیقت کی طرف اپنا رخ کرے گا اسے کسی نہ کسی حد تک پا ہی لے گا، اگر انسان دنیا کی تمام فانی حقیقتوں سے منہ موڑ کر اپنے پروردگار کی طرف اپنا رخ کر لے اور ذکر الٰہی میں محو ہو جائے تو دنیا کی یہ ساری حقیقتیں اس کی نظر میں پھیکی پڑ جائیں گی۔ بابا جی اپنے دل کی اسی کیفیت کو الفاظ میں ڈھال رہے ہیں کہ جب اللہ مل گیا تو اس کے سوا دنیا کی ہر حقیقت کی اہمیت بھی دل سے جاتی رہی۔

نفس، دنیا اور بارگاہِ الٰہی

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! صوفیا کا ایک اصول ہے اس کو اپنا لیں "جب دنیا کی کسی محفل میں ہوں تو اپنے نفس کو بھول جائیں جب اللہ کی بارگاہ میں ہوں تو دنیا کو بھول جائیں "

جب دنیا کی محفل یا دنیا کے معاملات میں ہوں تو نفسانی خواہشات کو فراموش کر دیں آپ کا نفس دنیا کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے کیونکہ جب نفس دنیا کی طرف متوجہ ہو گا تو گناہ کا راستہ کھلے گا اور گناہ کا رستہ اللہ سے دور لے جائے گا۔

جب اللہ کی بارگاہ میں عبادت کی غرض سے حاضر ہوں، وہ عبادت نماز ہو یا ذکر تو اس وقت دنیا کو یکسر فراموش کر دیں، دنیا کے خیالات سے دل و دماغ کو پاک کر دیں۔

ایک دفعہ شب برأت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا تو وہ ان کی تلاش میں نکل گئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان تھی کہ آپ جس رستے سے گزرا کرتے وہاں خوشبو پھیل جاتی اور صحابہ کرام خوشبو کے تعاقب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی خوشبو کا تعاقب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت البقیع میں پایا، آپ ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانے پر ہاتھ رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کون؟ تو انھوں فرمایا! میں عائشہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کون عائشہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی یاد میں اور حضوری کی ایسی کیفیت میں تھے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ پہچانا، یعنی اللہ کی یاد میں اتنے محو ہو جائیں، اتنا کھو جائیں کہ اور کچھ بھی یاد نہ رہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ پڑھ ہم نماز رہے ہوں اور دھیان کاروبار یا دکان میں ہو۔

محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ دو بھائی تھے یہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں یتیم ہوگئے تھے، ان دونوں کی تربیت ان کی والدہ نے کی ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں ان کی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھی کہ وہ ان کو نیکی پر لائیں حتیٰ کہ عالم بن گئے مگر دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں فرق تھا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے ان کے بھائی عالم بھی تھے اور نیک بھی تھے لیکن وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا امی لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں تو اتنا بڑا خطیب اور واعظ بھی ہے

اور مسجد کا امام ہے مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، امی آپ بھائی سے کہیں وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے، ماں نے بلا کر نصیحت کی چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نماز پڑھانے لگے اور ان کے بھائی نے بھی پیچھے نیت باندھ لی لیکن عجیب بات ہے کہ جب ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت شروع ہوئی تو ان کے بھائی نے نماز توڑ دی اور نماز کی جماعت سے باہر نکل آئے اب جب امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے نماز مکمل کی ان کو بڑی سبکی محسوس ہوئی وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے لہٰذا مغموم دل کے ساتھ گھر واپس لوٹے، ماں نے پوچھا بیٹا بڑے پریشان نظر آتے ہو کہنے لگے امی بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر رہتا۔ یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری میں واپس آ گیا اور اس نے آ کر الگ نماز پڑھی تو ماں نے اس کو بلایا اور کہا بیٹا ایسا کیوں؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا پہلی رکعت انہوں نے ٹھیک پڑھی مگر دوسری رکعت میں اللہ کی طرف دھیان کے بجائے ان کا دھیان کسی اور جگہ تھا اس لیے میں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آ کر الگ پڑھ لی۔ ماں نے پوچھا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ امی بالکل ٹھیک بات ہے میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور نفس کے کچھ مسائل تھے جن پر غور وخوض کر رہا تھا جب نماز شروع ہوئی تو پہلی رکعت میری توجہ الی اللہ میں گزری لیکن دوسری رکعت میں وہی نفس کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگ گئے ان میں تھوڑی دیر کے لیے ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا اس لیے مجھ سے یہ غلطی ہوئی تو ماں نے اس وقت ایک ٹھنڈا سانس لیا اور کہا افسوس کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا، اس جواب کو جب سنا دونوں بھائی پریشان ہوئے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ نے تو

معافی مانگ لی امی مجھ سے غلطی ہوئی مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا امی مجھے تو کشف ہوا تھا اس لیے کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑ دی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ تو ماں نے جواب دیا کہ "تم میں سے ایک تو نفس کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا اور دوسرا پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، تم دونوں میں سے اللہ کی طرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا لہذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے"

دل کے شیشے پر دنیا کی خواہشات کی گرد

آپ اکثر ارشاد فرماتے ہیں کہ کہ ہمارے دلوں کے شیشوں پر دنیا کی محبت، خواہشات اور گناہوں کا گرد و غبار جما ہوا ہے۔ اگر یہ گرد و غبار صاف ہو جائے اور ہم دنیا کی محبت اور خواہشات سے چھٹکارا پالیں اور ذکرِ الٰہی کی مدد سے اپنے دلوں کو صاف کرتے رہیں، تو جب شیشہ صاف ہو جائے گا تو اس میں جلوۂ حق بھی نظر آئے گا اور وہ تمام اللہ کے جہان بھی جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں، بقول سلطانِ باہو رحمتہ اللہ علیہ "اٹھارہ ہزار عالمین قلبِ انسان کے اندر موجود ہیں"

چمکاتے رہو آئینۂ دل کہ کبھی
نظر تو آئے گی صورت یار کی

جب قلب صاف ہو گا تو روح سے تعلق مضبوط ہو جائے گا، یہ روح ایسی چیز ہے جس نے کائنات کے بننے سے لے کر کر اب تک ہر چیز کو دیکھا ہوا ہے، ہماری روح بہت کمزور اور نفس طاقتور ہو چکا ہے، ذکرِ الٰہی سے جب روح طاقتور اور نفس مغلوب اور مزکی ہو جاتا ہے تو روح زمان و مکان کی حدود سے آزاد ہو جاتی ہے، پھر چاہے ساری

کائنات کی سیر کرلیں، سدرۃ المنتہیٰ بھی دیکھ لیں، تحت الثریٰ بھی دیکھ لیں، وہ جگہ بھی دیکھ لیں جہاں براق باندھا جاتا ہے، میں ایمان کی پوری قوت سے کہہ رہا ہوں کہ جیسے ہم چاند کو نیچے سے اوپر کی طرف دیکھتے ہیں ایسے ہی اوپر سے نیچے کی طرف بھی دیکھا ہے اور سب سے بڑھ کر بابا جی آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب انبیاء کی زیارت بھی کرلیں۔ روحانیت کا سارا خزانہ ہمارے اندر ہی موجود ہے بس اسے کھوجنا ہے لیکن یہ ملے گا تبھی جب ہم اپنے گناہوں پر ندامت کریں گے، آنسو بہائیں گے، دل کی گرد اور میل کو صاف کریں گے اور ذکرِ الٰہی سے اسے چمکائیں گے۔

مال کی طلب جہنم کی طلب ہے

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ التکاثر میں ارشاد فرمایا!

"تمہیں غافل رکھا مال کی زیاد طلبی نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا، ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے، بیشک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے، پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی"

مال اور دنیا کی محبت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ناپسند ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انے ارشاد فرمایا، "مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے" شرک سے بچنے کی تلقین تو بہت کی جاتی ہے بلکہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے بھی لگائے جاتے ہیں لیکن دنیا کی محبت اور مال کی کثرت سے بچنے کی اور امت

کو اس سے بچانے کی فکر کسی کو نہیں بلکہ جنہوں نے امت کو ہدایت کا رستہ دکھانا تھا وہ خود مال و دولت کی محبت میں مبتلا ہیں، مال کی محبت اور کثرت کو تقریباً تمام انبیاء علیہ السلام نے ناپسند کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں وفات دے اور قیامت کے روز مسکینوں کے زمرے میں اٹھا" (ترمذی)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، کھردری چٹائی کی وجہ سے جسمِ اطہر پر نشانات پڑ گئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تو رو پڑے اور عرض کی کہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیصر و کسریٰ تو ریشم و مخمل کے نرم گدوں پر سوئیں اور آپ چٹائی پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ! ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت۔

قارون جب قیمتی لباس پہن کر نکلتا تو لوگ اس کی شان اور اس کے خزانے کو دیکھ کر رشک کرتے اور خواہش کرتے کہ اے کاش ہمارے پاس بھی ایسی دولت ہوتی، اس پر بنی اسرائیل کے نیک لوگ ان کو منع کرتے کہ دنیا کے مال کی طلب مت کرو یہ اللہ کو سخت ناپسند ہے، اللہ کے احکام کی بجاآوری اور اس کی رضا میں راضی رہنے کا جو اجر و ثواب ہے وہ قارون کے خزانے سے کہیں زیادہ قیمتی ہے، وہی قارون مال کے تکبر، اللہ کی نافرمانی اور موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی وجہ سے خزانے سمیت زمین میں دھنس گیا اور قیامت تک کے لیے نشانِ عبرت بن گیا۔

دنیا کے مال و دولت سے اس طرح ڈرنا چاہیے جس طرح کسی جنگل کے درندے سے ڈرتے ہیں کیونکہ ایسا کبھی دیکھا ہی نہیں کہ کسی کے پاس مال آیا ہو اور ساتھ فتنہ نہ

لے کر آیا ہو۔

دنیا کا مال سائے کی مانند ہے اس کے پیچھے جائیں گے تو یہ آپ کے آگے آگے بھاگے گا اور آپ اس کی طلب میں ذلیل وخوار ہو جائیں گے، اس سے رخ موڑ کر اللہ کی طرف چلیں اللہ کی رضا کی تلاش کریں تو یہ دنیا سائے کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے پھرے گی لیکن جس کو اللہ کی طلب ہوگی وہ دنیا اور مال کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمیں دنیا میں زندہ رہنے اور اپنے اہلِ عیال کی کفالت کے لیے مال کی ضرورت تو ہے تو پھر کیا کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے اپنی ضرورت کے لیے حلال طریقے سے مال ضرور کمائیں لیکن مال کی محبت دل میں نہ آنے پائے، کشتی پانی میں رہے تو تیرتی ہے لیکن اگر پانی کشتی میں آجائے تو ڈوب جاتی ہے۔

اللہ کے ایک اہلِ نظر بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو خانہ کعبہ کے غلاف سے لپٹ کر رو رہا تھا، لگا کہ یہ تو کوئی اللہ والا ہے لیکن جب اس کے دل کی طرف نگاہ ڈالی تو اس کا دل مال و دنیا کی محبت سے بھرا ہوا تھا، کعبے سے لپٹ کر بھی وہ دنیا ہی طلب کر رہا تھا، پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو منیٰ میں سامانِ تجارت بیچ رہا ہے، درہم و دینار لے کر جیب میں ڈال رہا ہے، جب کے دل کی طرف نگاہ ڈالی تو اس کا دل اللہ سے جڑا ہوا تھا اور اس مال کی رتی بھر محبت وطلب اس کے دل میں نہ تھی وہ تجارت کرتے ہوئے بھی اللہ کی یاد میں محو تھا اور اس کی رضا کا متلاشی تھا۔

آج کل لوگ دونوں ہاتوں سے مال سمیٹنے میں لگے ہیں، زمینیں اور پلاٹ خرید خرید کر دوسروں سے مال و جائیداد میں آگے بڑھنے کی فکر میں ہیں، تو کیا یہ زمینیں اور جائدادیں جو تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہا ہے تیری قبر کی تنہائی میں تیری راحت کا

سامان بنیں گی؟ نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ تیری اولاد بھی اس جائیداد کے پیچھے آپس میں لڑ لڑ کر تیرے لیے مزید پریشانی بناتی رہے۔

ایک بندے نے گاؤں میں بہت عالی شان گھر تعمیر کیا وہ اور اس کا سارا خاندان انگلینڈ میں مقیم تھا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے اتنا بڑا گھر کیوں تعمیر کیا آپ تو نہ خود ادھر آتے ہیں نہ ہی آپ کے بچے پاکستان آتے ہیں، تو کہنے لگا کہ گاؤں میں سب کی کوٹھیاں بن گئی ہیں تو یہ میری بے عزتی تھی کہ میری کوٹھی ادھر نہ ہوتی۔ اگر یہ بندہ کسی غریب کو کاروبار کھول دیتا، جو لوگ کرائے کے گھروں میں رہ رہے ہیں یا بے گھر ہیں انکی مدد کرتا تو کیا اسکی دنیا و آخرت نہ بن جاتی، اب یہ گھر اسکی قبر میں اسکے کسی کام نہیں آئے گا بلکہ اسکا حساب دینا ہوگا۔

مالدار لوگ آخرت کے غریب لوگ ہیں اگر انہوں نے مال کو اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کے مطابق حاصل اور خرچ نہ کیا، مال و زر، زمینیں اور جائیدادیں جن کو لوگ اپنا قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں اللہ کی نظر میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں، اللہ کی نظر میں جس چیز کی قیمت ہے وہ انسان کا دل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ جن کو ہر مکتبہ فکر کے لوگ مانتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "انسان کا لباس کتنا قیمتی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں اصل چیز اس لباس کے اندر موجود دل ہے وہ قیمتی شئے ہے اگر وہ یادِ الٰہی میں مستغرق ہے" انسان کا منہ بے شک سیاہ ہو لیکن دل سیاہ نہ ہو، دنیا کا مال و دولت اکٹھا کرنے کے بجائے اپنے دل کی صفائی میں محنت کریں جو اللہ کی نظر میں اصل دولت ہے۔

شانِ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ!

"وما ارسلنك الا رحمته اللعالمين"

ترجمہ "ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

جہاں جہاں اللہ تبارک تعالیٰ کی ربوبیت ہے وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا سایہ بھی ہے، جو اللہ کو رب العالمین مانتا ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت العالمین ہونے کا اقرار بھی کرنا ہوگا، اگر اللہ کی عبادت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں گے تو دوزخ میں جانا تو درکنار آپ کا سایہ بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔تو پھر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ ثابت کر کے کھایا کہ وہ کس طرح تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

ایک بڑھیا راستے میں بیٹھی رو رہی تھی۔(میرے آقا حضور کو اس کی خبر تھی اسی لیے وہ اس راستے سے گزرے)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گزرتے ہوئے بڑھیا سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ بڑھیا نے بتایا کہ میں یہ علاقہ چھوڑ کے جانا چاہتی ہوں اور میرے پاس جو سامان ہے یہ بہت بھاری ہے مجھ سے اٹھایا نہیں جا رہا تو میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لائیں میں آپ کا بوجھ اٹھا لیتا ہوں اور جہاں آپ جانا چاہیں وہاں چھوڑ دیتا ہوں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سامان اٹھا کر بڑھیا کے آگے آگے چل رہے تھے تو وہ

پیچھے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین مبارک کے نشانات کو پیار سے دیکھ رہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کا دلکش انداز دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کو چوم لے، نبوت کی اپنی شان ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ خلق اس کے دل میں گھر کر چکا تھا، اور شاید اس کی اس عقیدت اور محبت کا صلہ اسے ایمان کی صورت میں ملا۔ جب بڑھیا کی منزل آ گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سامان رکھا اور واپس لوٹنے لگے۔ بڑھیا نے عرض کی کہ میری ایک بات سنتے جائیں آپ کسی عالی مرتبہ گھرانے کے معلوم ہوتے ہیں، مکہ میں ایک جادوگر آیا ہوا ہے جو بھی اس کو دیکھتا ہے اسی کا ہو جاتا ہے، اپنا ایمان بھی کھو دیتا ہے آپ اس سے بچ کر رہنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار ہمدردی کر رہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ وہ کون شخص ہے اس کا نام کیا ہے؟ تو اس بڑھیا نے بتایا کہ اس کا نام محمد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ میں ہی محمد ہوں، بڑھیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگی کہ مجھے بھی کلمہ پڑھوائیں، میں پہلے ہی محسوس کر رہی تھی کہ یہ صفات کسی عام انسان میں نہیں ہو سکتیں۔ ظاہر سی بات ہے اللہ تعالی نے نبی کو جو شان اور متاثر کن انداز اور لب و لہجہ عطا کر کے معبوث فرمایا ہوتا ہے، ان کی باتوں کا لوگوں پر اثر بھی جلدی ہوتا ہے۔

وہ بڑھیا مسلمان نہ تھی بلکہ کافرہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بوجھ اٹھایا اور اسے اس کی منزل تک پہنچا دیا اور اسی عمل سے متاثر ہو کر وہ بوڑھی خاتون ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر صحابیہ کے درجے پر فائز ہو گئیں۔

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی آنکھوں سے دیکھا وہ صحابی کا رتبہ پا گیا۔ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا وہ چاہے کتنی ہی عبادت کر لے، اللہ کا کتنا ہی

مقرب بن جائے، ساری دنیا کی عبادات اپنے نام لگا لے، ہر سال حج کرے اور بہت زیادہ خیرات کرے لیکن وہ صحابی کا رتبہ نہیں پا سکتا۔ اس لیے کہ محبت سے اور ایمان کی حالت میں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا اس سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔

یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت انسانوں کے لیے تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے جانور بھی محروم نہیں۔ ایک دفعہ تمام صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ ایک بہت قدآور اونٹ دور سے بھاگتا ہوا آ رہا تھا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کھڑے ہو گئے اور فکر مند بھی کہ یہ اونٹ ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے (اس واقعے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقامت، جرأت اور اللہ پر توکل کا بھی اظہار ہوتا ہے)۔ جب اونٹ قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں۔ صحابہ کو فکر لاحق ہو رہی تھی کہ یہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا دے لیکن اس نے کیا کیا کہ چار قدم پیچھے ہی گھٹنے ٹیک دیئے اور اپنا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا، اور پھر اپنا منہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان مبارک کے قریب کر کے کچھ بڑبڑایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ میرا مالک مجھ سے میری طاقت سے زیادہ کام لیتا ہے اور چارہ کم دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مالک کو بلا کر سرزنش فرمائی کہ اونٹ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک ہرنی پھندے میں پھنسی ہوئی ہے، ہرنی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر پکارا کہ اے اللہ کے نبی! میرے بچے بھوکے ہیں، اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قدم مبارک پھندے میں رکھ دیا اور ہرنی

کو آزاد کر دیا، وہ پھندہ ایک یہودی نے شکار کی غرض سے لگایا تھا، جب وہ آیا اور دیکھا کہ ہرنی پھندے میں نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کرنے لگا کہ آپ نے میرے شکار کو آزاد کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہرنی واپس آ جائے گی اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے گی، یہودی کہنے لگا کہ جانور بھی کبھی لوٹ کر واپس آئے ہیں۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ ہرنی بچوں کو لیے ہوئے بھاگتی ہوئی آ پہنچی، قریب آ کر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کی اور کہا کہ میں وعدے کے مطابق واپس آ گئی ہوں اور اپنے پاؤں پھندے میں رکھ دیے، یہ دیکھ کر یہودی بہت حیران ہوا اور سمجھ گیا کہ یہ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں جن کو جنگل کے جانور بھی پہچانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کو آزاد کر دو، چاہو تو میں اس کی قیمت ادا کر دوں، تو وہ کہنے لگا کہ اس شرط پر اس کو آزاد کر دوں گا کہ آپ مجھے کلمہ پڑھوا کر اپنی رحمت کے سائے میں لے لیں۔

سن 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ جنگ کا نہ تھا بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ کا تھا اس لیے کسی کے پاس بھی ہتھیار نہ تھے، عرب کی روایت تھی کہ چاہے کوئی دشمن بھی بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے تو اسے روکا نہیں جاتا تھا، لیکن قریشِ مکہ نے یہاں بھی کم ظرفی اور دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے باہر ہی حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور عمرہ کی اجازت نہ دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو

پہلے ہی مکہ روانہ کر دیا تھا، قریشِ مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روک لیا اور کہا کہ اگر آپ عمرہ کرنا چاہیں تو آپ کو اجازت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم اجازت نہیں دیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر بیت اللہ کا طواف کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ طوافِ کعبہ ہی کیسا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ ہوں، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واپس آنے میں دیر ہوئی تو صحابہ کو شک ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قریشِ مکہ نے شہید کر دیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ سے بیعت لی کہ وہ مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دینِ حق کا ساتھ نہ چھوڑیں گے، اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، وہیں کفار کے ساتھ صلح کا معاہدہ بھی لکھا گیا جس کی شرائط مسلمانوں کے لیے سخت ناگوار تھیں، باقی سخت شرائط کے ساتھ یہ شرط بھی تھی کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ بغیر عمرہ کے واپس چلے جائیں گے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ اس معاہدے سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ فرمانے لگے کہ ہم اتنی کثیر تعداد میں ہیں کفار ہمیں کیسے روک سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی مقدس سرزمین پر جنگ اور خون خرابہ نہیں چاہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کی عزت کی خاطر وہ معاہدہ کیا تھا، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں لبریز تھے، وہ اپنی جان تو دے سکتے تھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی نہیں کر سکتے تھے، اس لیے بیت اللہ کی زیارت کے بغیر ہی واپس آ گئے، اور صحابہ کرام نے بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے معاہدے کی پاسداری کی۔

تو اس سے کیا معلوم ہوا کہ تمام اعمال میں سب سے افضل چیز محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلو ہے۔ اگر تمام مسلمان نماز پڑھ رہے ہوں اور ایک سکھ بھی ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دے تو کیا یہ اس کی نماز ہوگی، یہ صرف اٹھک بیٹھک ہی ہوگی، خدا کو تو وہ بھی مانتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے بغیر ایمان نہیں مل سکتا اور نماز اور عبادت بھی وہ قبول ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں اور ان کے بتائے ہوئے طریقے پر ادا کی جائے گی۔

تمام مخلوقات انسان، حیوان، چرند پرند، شجر حجر سب کے لیے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت اللعالمین بن کر تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، شفقت اور خلق عظیم سے متاثر ہو کر بے شمار غیر مسلم ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شان رحمت اللعالمین کا سب سے بڑا مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے، آپ کے محبوب ترین چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے بھی وہیں تھے، آپ کا سوشل بائیکاٹ کر کے مکہ کی ایک تنگ گھاٹی میں اڑھائی سال تک آپ کو مقیّد رکھنے والے بھی موجود تھے اور دس سال تک پے در پے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کا محاذ گرم رکھنے والے آپ کے جانی دشمن بھی وہیں تھے، سب کا یہی خیال تھا کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گن گن کر ان سے بدلہ لیں گے لیکن آپ نے عفو و درگزر اور حلم و برداشت کا وہ شاندار مظاہرہ کیا جس کی مثال قیامت تک ملنا مشکل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں داخل ہوتے ہی سب کے لیے عام معافی اور امان کا اعلان کر دیا، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ادائے رحیمی و کریمی سے متاثر ہو کر بے شمار قریش مکہ آپ پر ایمان لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے عظیم موقع پر جب تقریباً سارا عرب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ نگیں آ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عفو و درگزر اور صبر و حلم کی عظیم مثال قائم کی وہیں عاجزی اور تواضع کا بھی شاندار مظاہرہ کیا اور اپنے قرابت داروں کے ساتھ بھی کمال کا حسنِ سلوک کیا اور ان کی دلجوئی فرمائی۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی ہمشیرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچا زاد ہمشیرہ ہیں، وہ مکہ میں ہی قیام پذیر تھیں اور آپ کا شوہر اسلام دشمنی کی وجہ سے آپ کو چھوڑ کر چلا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو بہت عقیدت اور محبت تھی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں فاتح کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئے تو وہ اُمید و ناامیدی کی کیفیت میں تھیں کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر بھی تشریف لائیں گے کہ نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو جیسے ان کی کیفیت کو سمجھ لیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالی عنہ خوشی سے رو رہی ہوں گی کہ میری قسمت کیسے جاگ گئی، سچی بات ہے کہ اگر ایسے کبھی ہمیں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہو جائے تو ہماری کیا حالت ہوگی، ہم خوشی سے روئیں گے بھی اور ہنسیں گے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کی چٹائی پر تشریف فرما ہوئے فرمایا کہ کچھ کھانے کے لیے لے آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے رات کی باسی روٹی شہد اور انگور کے سرکے کے ساتھ پیش کی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمائی اور پھر شربت

نوش فرمایا اور جو بچ گیا وہ ان کو دیا انہوں نے کہا میں روزہ سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹا واپس نہیں کرنا چاہتی ہوں اور انہوں نے پی لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان پر غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز چاشت بھی ادا فرمائی۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت سے اعزازات حاصل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج بھی انہی کے گھر سے ہوا تھا۔ آپ کے ذمے کچھ عرصہ کے لیے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت بھی کی گئی تھی اور حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے متعدد حدیثیں بھی مروی ہیں۔ کیا شان ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کتنے کرموں والی تھیں وہ، آج ہمیں بھی حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وسیلے سے دعا مانگنی چاہیے کہ میرے کوئی اعمال تو پیش کرنے کے لیے نہیں ہیں اگر کسی بڑے کی شان کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے تو معافی مانگ لیں گے۔

ہم اپنے کسی عمل پر فخر و تکبر نہیں کر سکتے کیونکہ کہ کسی بھی عمل پر تکبر جہنم میں لے کر جائے گا، لیکن اس بات پر ہم جتنا بھی فخر کریں وہ بھی عبادت میں شمار ہو گا کہ اللہ نے ہمیں اپنے پیارے نبی رحمت اللعالمین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنایا جن کا امتی ہونے کی انبیاء علیہ السلام بھی خواہش کرتے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ، بخشش کا ذریعہ

ایک دفعہ ارشاد فرمایا، اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن میں فرماتا ہے!!

"وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا"

ترجمہ: "اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے" (سورۃ النساء آیت:64)

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں یعنی گنہگاروں کو بخشش کا وسیلہ اور راستہ بتا دیا کہ اگر مجھ سے بخشش کے طلب گار ہو تو، میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تمہارے لیے بخشش کی دعا کریں تو اللہ بھی تمہیں معاف فرما دے گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری کے لیے تھی اور آج ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنائیں ۔ ان لوگوں کو یہ بات سوچنا چاہیے کہ نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت اللعالمین ہیں، تمام عالمین اور تمام زمانوں کے کے لیے رحمت، اور قرآن قیامت تک کے لوگوں کے لیے ہے نہ کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کے لیے، آج کے دور کا مسلمان بھی تو رحمت اللعالمین کا امتی ہے، کیا اس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت اور بخشش پر کوئی حق نہیں؟ قرآن کی اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ کرام خوشی سے جھوم اٹھے کہ اللہ نے ہم پہ اتنا احسان کیا اور ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی شان سے نوازا ہے، اس آیت کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ظاہری سے منسوب کرنا اور آج کے زمانے کے امتی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و بخشش سے محروم کرنا حد درجہ بخل اور نبی کی شان کو نعوذ باللہ کم کرنے کے مترادف ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ منافقین کی پہچان بتائی ہے کہ وہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا و بخشش کی بات پر ناگواری کا اظہار کرتے ہیں!

" وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ لَوَّوْا۟ رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ "

ترجمہ: "اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسولِ خدا تمہارے لیے مغفرت مانگیں تو سر ہلا دیتے اور تم ان کو دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں"

(سورۃ منافقون آیت:5)

جو شان و مرتبہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود عطا کیا ہے اس پر کوئی کیسے اعتراض کر سکتا ہے اور اس میں کمی کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ کو تو یہ بات بھی پسند نہیں کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی اتنی بلند آواز سے بات بھی کرے کہ اس کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند ہو، تو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس کو گھٹانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں ہلکی سی بھی گستاخی کا مرتکب ہوا اس کا کیا حشر ہوگا، اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا!

" يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ "

ترجمہ: "اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو"

(سورۃ الحجرات آیت:2)

اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام میں اس قدر محتاط ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت منہ میں کنکریاں ڈال لیتے کہ ہمارے منہ سے کوئی آواز ہی نہ نکلے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو اس طرح بے حس وحرکت بیٹھتے کہ پرندے اُنہیں کوئی بے جان چیز سمجھ کر ان کے سروں پر بیٹھ جاتے۔ آج بھی مدینہ منورہ میں روزہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کسی کو بلند آواز میں سانس لینے کی بھی جرأت نہیں ہوتی۔

بابِ جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے
فخر، کہتے ہوئے جبریل کو یوں پایا گیا
اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا
اونچی آواز ہوئی، عمر کا سرمایا گیا

انبیاء علیہ السلام کا مرتبہ ومقام

"یہ نبی (مکرم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی اَزواجِ (مطہرات) اُن کی مائیں ہیں" (سورۃ احزاب)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جو بات ارشاد فرمائی ہے اگر اس کو سمجھ لیں تو کبھی بھٹکیں گے نہیں۔ اس میں تجاوز یا کمی کرنے کی صورت میں ہم کفر کے مرتکب ہوں گے۔ ان آیات سے پتہ چلا کے مومن اپنی جانوں کے خود مالک نہیں ہیں بلکہ نبی کا حق ایک بندہ مومن پر اس کی اپنی جان سے زیادہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک ارشاد فرما رہے ہیں کہ نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں اور ان کا احترام ہم پر فرض ہے۔

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اپنی جان کے علاوہ ہر شئے سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابھی تمہارا ایمان مکمل نہیں ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنی جان، مال، اولاد ہر شئے سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب آپ کا ایمان مکمل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب تک اپنی جان سے بڑھ کر محبت نہ ہو گی تب تک ایمان کی تکمیل نہیں ہو سکتی، ایمان کی صفت ہی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام جو شریعت لے کر آئے تھے وہ اس شریعت سے مختلف تھی۔ جس امت پر جس نبی کے ذریعہ جو احکامات

الٰہی اترتے تھے تو وہ اس نبی کے حکم کے مطابق ہی احکامات کی بجاآوری کرتے تھے۔جس نبی کا زمانہ آتا اس زمانے کے لوگ پہلی شریعت کو چھوڑ کر ان کے تابع ہو جاتے لیکن کسی دوسرے نبی کی شریعت کو ماننے والا بھی ایمان والا ہی ہوتا تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ کی شریعت آ گئ تو پچھلی سب شریعتیں منسوخ ہو گئیں جو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ کر پہلے انبیاء کی شریعت کو مان رہے ہیں وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے چاہے وہ یہودی ہیں عیسائی ہیں جو بھی ہیں اللہ نے ان سے بخشش کا وعدہ نہیں کیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبیوں سے محبت کرتا ہے اور بے پناہ محبت کرتا ہے اور اس نے ان کی شان بڑھائی ہے اور ہمیں ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے، اگر ہم نماز تابع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو کر نہ پڑھیں اور باقی تمام احکامات الٰہی کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سمجھ کر ادا نہیں کریں گے تو ایسی عبادت قبول نہیں ہو گی۔

انبیاء علیہ السلام کی ادائیں اور افعال ہی اللہ نے ہمارے لیے عبادت بنا دیئے، ہم جو فجر کی نماز ادا کرتے ہیں یہ ان شکرانے کے نوافل کی جگہ ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت ادا کیے تھے جب وہ اس دنیا میں تشریف لائے تھے، جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا تھا تو رات کی تاریکی تھی۔جب سورج کی کرنیں ظاہر ہونے لگیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے شکرانے کے نوافل ادا کئے تھے، وہی نماز اللہ نے ہمارے لیے فجر کی نماز بنا دی۔

ظہر کی نماز حضرت نوح علیہ السلام کی یاد میں ہے، جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر کنارے لگی تو آپ نے شکرانے کے چار نوافل ادا کئے

جوظہر کی نمازیں ہم پر فرض ہیں، تو یہ عبادت بھی ہمیں اللہ کے نبی کے وسیلہ سے ملی۔

عصر کے وقت حضرت عزیر علیہ السلام نے نماز ادا کی، انہوں نے ایک ویران اور اجڑی ہوئی بستی اور مردہ لوگوں کی ہڈیاں دیکھیں تو سوچا کہ اللہ کس طرح اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ سب ہڈیاں بکھری پڑی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے یا باری تعالیٰ! آپ اس بستی کو دوبارہ کیسے زندہ کریں گے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے جواب دیا کہ ہم راستہ دکھانے والے ہیں اگر کوئی پوچھے، تو اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر نیند کا غلبہ کر دیا انہوں نے گدھے کو باندھ دیا، کچھ کھانے پینے کی چیزیں ساتھ ہی رکھیں اور ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے سو سال تک ان پہ موت طاری کر دی۔ ہم ان کو مرے ہوئے کہہ سکتے ہیں کیونکہ اللہ نے ان کو مرا ہوا کہا ویسے اگر ہم کسی نبی کو مرا ہوا کہیں گے تو گنہگار ہوں گے، اسلام سے بھی خارج ہو جائیں گے۔

سو سال کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام کی آنکھوں میں جان آئی۔ پھر پاؤں سے لے کر سارے جسم میں جان پڑنا شروع ہوئی، جب زندہ ہوئے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے پوچھا اے میرے نبی! کتنا عرصہ اس حال میں رہے ہو، انھوں نے فرمایا ایک دن یا اسی دن کا بس تھوڑا سا حصہ سویا ہوں، اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ سو سال رہے ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنے گدھے کو دیکھیں دیکھا تو اس کی ہڈیاں سفید ہونے کے بعد بکھری پڑی تھی، دوسری طرف اپنا مشروب اور کھانا دیکھا تو وہ تروتازہ تھا۔ اس سے پتا چلا جس کی نسبت کسی نبی سے ہو جائے وہ بوسیدہ نہیں ہوا کرتا کیونکہ گدھا الگ تھا اور کھانا اسی درخت کے پاس تھا جہاں آپ خود

آرام فرمانے کے لیے لیٹے تھے۔کیا عقل اس کو مانے گی؟ اللہ کی حکمت عقل سے بالاتر ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے کہا کہ اپنے گدھے کو آواز دیں، آپ نے آواز دی تو گدھے کی ہڈیاں جڑیں، ان پر گوشت آیا، کھال آئی کھال پہ بال آئے اور گدھا زندہ ہو کر بولنے لگا۔انھوں نے جب یہ سب دیکھا تو شکرانے کے چار نوافل ادا کئے وہ عصر کا وقت تھا اور وہی ہماری نمازِ عصر بن گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ اکرام، تابعین، تبعہ تابعین اور اولیاء اللہ نے درمیانی نماز یعنی عصر کا بہت خیال رکھنے کا حکم دیا۔اس کی ادائیگی میں اگر تاخیر ہو جائے تو مکرو وقت شروع ہو جاتا ہے۔

آگے نماز مغرب آتی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے پڑھی، ان کی آواز بہت سریلی تھی یہاں تک کہ پتھر بھی ان کی آواز سن کر نرم پڑ جاتے۔وہ نماز بہت آہستہ پڑھ رہے تھے چار نوافل کی نیت باندھی تھی مگر تیسری رکعت پر جب اندھیرا چھا گیا تو آپ نے تین پر ہی اکتفا کیا تو وہی تین رکعات ہمارے لیے نماز مغرب ٹھہری۔

آخری نماز یعنی نمازِ عشاء اللہ کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ادا کی اس طرح پانچ نمازیں پانچ انبیاء علیہ السلام کی سنت ہیں اور وہی امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فرض ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں، ان کی لائی ہوئی شریعت بھی قیامت تک نافذ العمل رہے گی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بات کا اعلان کیا کہ آج دین مکمل ہو گیا میں نے اللہ کا پیغام پورا پورا آپ لوگوں تک پہنچا دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔لوگوں نے پوچھا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ آج تو خوشی کا دن ہے کہ دین مکمل ہو گیا۔تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے رو رہا

ہوں کہ جب بھی کسی نبی کا فریضہ نبوت مکمل ہو جاتا ہے اور جس مقصد کے لیے اللہ نے نبوت دی ہوتی ہے جب وہ اس کی تکمیل کر لیتے ہیں تو پھر اللہ انہیں اپنے پاس بلا لیتا ہے، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو جائیں گے۔

اور پھر ایسے ہی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری وصال ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ سب باری باری حاضر ہوتے درود و سلام پڑھتے اور چلے جاتے ،سب سے پہلے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کیلیے حاضر ہوئے پھر اہلِ بیت اور پھر صحابہ کرام نے پڑھا۔اس سے پتہ چلا کہ نماز جنازہ تو مردوں کی ادا کی جاتی ہے زندوں کی نہیں، یہ بھی انبیاء کی ہی شان ہے۔

توحید اور انبیاء علیہ السلام کی شان میں گستاخی کا انجام

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ! اللہ تعالی کی توحید کے مقابلے میں کسی نبی کی شان نہ بتائیں، نبی نبی ہیں اور اللہ کائنات کا مالک وخالق ہے۔ نبی کو جو کچھ ملا ہے وہ اللہ کی عطا ہے اور اللہ ہر شئ کا مالک ہے۔اس کی شان وجلال کے سامنے نبی بھی تھر تھر کانپتے ہیں، وہاں کسی اور کی کیا مجال ہو سکتی ہے۔ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتے کرتے ہم کہیں توحید کا سودا نہ کر دیں۔توحید کا اپنا مقام ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ جس کے سامنے جھکا ہوا ہے، اس کے برابر کسی اور کی شان بتانا قطعاً جائز نہیں۔

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں اپنے انعام یافتہ لوگوں کی درجہ بندی بیان کی ہے، فرمایا کہ "من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين" ان سب کے الگ الگ درجات ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء علیہ السلام کا ہے، یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ نبی کے مقابلے میں کسی غیر نبی کی شان ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ایسا کہے تو یہ کفر ہے۔ عزازیل جو عبادت گزار اور اللہ کا مقرب تھا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے شیطان بن گیا اور تمام انسانیت کی گمراہی کا ذریعہ بنا۔ غور کریں کے کہاں وہ مقام قرب اور کہاں راندہِ درگاہ کا لقب؟

اسی طرح جتنی بھی قوموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ان میں سے اکثریت ان کی تھی جنہوں نے انبیاء علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی، انہیں تکالیف پہنچائیں، ان کے حکم کو ٹھکرایا اور بعض تو انبیاء کے قتل کے مرتکب ہوئے اور اللہ کے شدید غضب کو دعوت دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو اللہ تبارک تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو پست رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے کے سارے نیک اعمال خاک میں ملا دیئے جائیں۔

نبی نبی ہیں، اگر کوئی صحابی ہے یا کوئی اللہ کا ولی ہے تو ان کا اپنا اپنا مقام ہے۔ اللہ تعالی نے الگ الگ درجات مقرر کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالی نے تمام انبیاء علیہم السلام کو معراج کروایا اور فرمایا ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ جس کا جو مقام تھا اس کو اس کے مطابق معراج کروائی گئی، پر جو معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کروائی گئی، میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ وہ کسی اور کو نہیں کروائی گئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام

انبیا کے سردار ہیں اور اللہ کو تمام انبیاء سے زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ تعالی نے ان سے کچھ بھی چھپا کر یا الگ نہیں رکھا۔

اللہ والوں کی صحبت کا فیضان

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ کے نیک بندے انبیاء علیہ السلام اہل بیت اور صحابہ کرام کے طریقے سے منسلک ہوتے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیے جو اپنی جائیدادیں اور اپنی جان مال سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کو تیار رہیں، یہ جو نیک لوگوں کا ساتھ ہے یہ بھی بڑے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ اصحاب کہف کا کتا، کتا ہونے کے باوجود اصحاب کہف کی نسبت کی وجہ سے جنت میں چلا جائے گا۔ اصحاب کہف تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی بھی نہ تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی تھے۔ اس زمانے میں اسلام کا نام لینے والے کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا۔ اصحابِ کہف ظالم و کافر بادشاہ دقیانوس سے بھاگ کر ایک ویرانے میں واقع ایک غار میں چھپ گئے تو اللہ نے ان پر نیند طاری کر دی اور وہ سو گئے۔ وہ 309 سال غار میں سوئے رہے۔

309 سال تک ظاہری طور پر بغیر کچھ کھائے پیئے سوتے رہنا اور زندہ رہنا کوئی عام بات نہیں ہے۔ میرے پروردگار نے انھیں مرنے نہیں دیا، وہاں انہیں خوراک بھی دیتا رہا اور ان کی کروٹیں بھی بدلتا رہا۔ اس سے کیا پتا چلا کہ جو اللہ کی راہ میں نکلیں گے اور اچھے لوگوں کی سنگت اختیار کریں گے وہ کبھی مرا نہیں کرتے، وہ قبر میں بھی زندہ ہوتے ہیں۔

جب کافر بادشاہ دقیانوس کا دور ختم ہوا، تو مسلمان بادشاہ کا دور آ گیا۔ تو اللہ نے

اصحاب کہف کو 309 سال بعد نیند سے بیدار کر دیا، (اللہ نے اپنی قدرت بھی ظاہر کرنا تھی کہ میں سوئے ہوؤں کو جگا رہا ہوں تو مرے ہوؤں کو بھی زندہ کر سکتا ہوں یہ میری طاقت ہے)، بیداری کے بعد وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر تک سوتے رہے ہیں؟ سب نے یہی سمجھا کہ ہم ایک دن اور رات یا اس سے بھی کچھ کم وقت کے لیے سوئے ہیں۔ بیداری کے بعد جب انہیں بھوک محسوس ہوئی تو ان میں سے جو یملیخا رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کو کھانا لینے کے لیے بھیجا، جب وہ کھانا لینے کے لیے بازار گئے تو دیکھا کہ بازار کا ماحول ہی کچھ اور ہے۔ ایک جگہ سے انھوں نے کھانا لیا اور پیسے دینے لگے تو وہ سکہ دقیانوس کے زمانے کا تھا، دکان والے نے پوچھا کہ آپ کو یہ سکہ کہاں سے ملا؟ کوئی خزانہ ہاتھ لگا ہے جو اتنا پرانا سکہ لے آئے ہیں۔ وہ دکاندار انہیں پکڑ کر حاکم کے پاس لے گیا اور اسے بتایا کہ یہ سکہ تو دقیانوس بادشاہ کے زمانے کا ہے، ان کے پاس یہ کہاں سے آیا۔ وہ تو آج سے تین سو نو سال پہلے کا زمانہ تھا۔ تو حضرت یملیخا رحمۃ اللہ علیہ نے سارا واقعہ سنایا اور انہیں غار کی طرف لے گئے۔

جب لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ اصحاب ہیں جنہیں ان کے ایمان کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی اور وہ ڈر کر غار میں چھپ گئے تھے تو سب لوگ بشمول بادشاہ کے ان کے ساتھ نہایت احترام سے پیش آئے۔ (اصحاب کہف کا واقعہ سورۃ کہف میں مذکور ہے)

اس سے کیا پتا چلا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں اور اچھی سنگت اختیار کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ وہ زندگی عطا کر دیتا ہے جس کے بارے میں پہلے ہی اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرما دیا" کہ وہ زندگی رکھتے ہیں تم اس کا شعور نہیں رکھتے" یہ جو

آپ ذکر کی محفل میں تشریف لاتے ہیں اور لنگر پکا کر لاتے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ اس کا کوئی ثبوت باقی نہیں رہے گا۔اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ کبھی فوت نہیں ہوتا، ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔کسی مسکین کو کھانا دینے کا ایک روزے کے برابر ثواب ملتا ہے مگر ہم کیا کرتے ہیں کھانا دینا تو درکنار کوئی بھوکا کھانا مانگے تو ہم باسی ٹکڑا دے دیتے ہیں۔اللہ کی راہ میں اگر باسی کھانا دیں گے تو اجر کیا ملے گا؟ اچھا کھانا دیں گے تو اس کا اجر بھی اسی حساب سے ملے گا۔اگر گندم بوئیں گے تو پھر گندم ہی کاٹیں گے جو آج ہم عمل کر رہے ہیں کل اس کا صلہ بھی پالیں گے۔

اہل اللہ کا طریقِ زندگی

تصوف میں ایک ایسا مقام بھی آتا ہے کہ انسان کو اس دنیا سے الگ ہو جانا پڑتا ہے۔اللہ کے لیے دنیا سے الگ ہو جانا انبیاء اکرام علیہ السلام کی سنت ہے۔ولی بنتا ہی وہ ہے جو انبیاء کی پیروی میں چلے۔حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نہ والدین تھے نہ بہن بھائی وہ اکیلے اللہ کی یاد میں ایک جھیل کبیریہ کے گرد گھومتے پھرتے رہتے،حضرت عیسٰی علیہ السلام کی داڑھی بڑھی ہوئی ہوتی تھی، مونچھیں کاٹنے والا کوئی نہ تھا،بس اللہ کی یاد میں محو رہتے۔پھر ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے اور کئی کئی دن تک اللہ کی یاد میں محو رہتے۔

اس لیے بندہ جب تک دنیا سے کٹ کر کثرت سے اس کا ذکر نہیں کرتا اس وقت تک اس کی اللہ تک رسائی ممکن نہیں۔ذکر کرتے وقت اگر تھوڑا سا دھیان بھی بٹا ہوا ہے کسی بات کی فکر یا دنیا کے کسی کام میں دماغ اٹکا ہوا ہے تو اللہ تک نہیں پہنچ سکتے۔اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی ارشاد فرمایا کہ! میری یاد سب سے افضل

ہے اور مجھے کثرت سے یاد کیا کرو آپ کے ذکر میں اس کی یاد کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اللہ کے بندے کی تعریف یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے ذکر میں ہو تو دنیا کو بھول جائے اور جب کسی محفل میں ہو تو اپنے نفس کو بھول جائے یعنی یہ بھول جائے کون میرا دشمن ہے کون میرا دوست ہے، تمام لوگوں کی عزت اللہ کا بندہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی سمجھ کر کرے۔

اللہ والوں کے دشمن بھی عام دنیا داروں سے زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ جو بھی صحیح اللہ کے رستے پر ہوگا وہ دوسروں کو بھی دعوت الی اللہ کرے گا جس سے اس کے حاسدین اور مخالفین بڑھ جائیں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام سب انبیاء کی زندگیاں اٹھا کر دیکھ لیں، زمانے نے کسی کے ساتھ وفا نہ کی، لوگ ان کے دشمن بنے رہے یہی رویہ لوگوں کا اولیاء اللہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے جہاں اللہ اپنے ولیوں کی محبت مخلوق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے وہیں کچھ دین دشمن لوگ انھیں ساری زندگی پہچان نہیں پاتے اور ان کے دشمن بنے رہتے ہیں۔ حقیقت میں اللہ اپنے غیر اور اپنے دوست کے درمیان پردہ حائل کر دیتا ہے اس کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ میرا دشمن میرے دوست کو پہچان سکے۔

ایک تو اللہ لوگوں کے دلوں میں اپنے بندوں کی محبت ڈال دیتا ہے ان کے ذریعے لوگوں کے الجھے مسائل حل ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو اس لحاظ سے لوگ اللہ والوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی خدمات پیش کرتے ہیں۔ روحانیت کے متلاشی ان کے ایک حکم پر اپنا سب کچھ وار دینے کو تیار ہوتے ہیں یہ سب اللہ ہی کی طرف سے عطاء ہوتا ہے۔ دوسرا روحانی طور پر ان کی رسائی عالم بالا کی

نعمتوں تک ہوتی ہے جن کا اظہار وہ کم ہی کرتے ہیں۔

جنت مرنے کے بعد ہی ملتی ہے اور اللہ کا جو بندہ مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو مار دیتا ہے اپنی تمام خواہشات اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قربان کر دیتا ہے تو پھر کیوں اللہ اسے جنت کی نعمتیں عطاء نہیں کرے گا، پھر تو ہر چیز ہر نعمت ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑی ہوگی۔ مومن کے لیے موت ہی رکاوٹ ہے جنت کے حصول میں، جو جیتے جی اللہ کے شوق میں مر گیا جنت میں جانا اس کے لیے کہاں مشکل رہا۔

منصبِ ولایت کے تقاضے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! جب انسان اس راہ کا مسافر بنتا ہے تو اسے بہت جلدی ہوتی ہے کہ مجھ پر پوشیدہ راز آشکار ہوں، میں قبر والوں کے حالات بھی جان پاؤں اور اللہ کے رازوں کو بھی لیکن جب اس پر حقیقت کھلتی ہے اور حشر والے بھی اس کے سامنے ہوتے ہیں اور قبر والے بھی تو پھر وہ پناہ مانگتا ہے کاش وہ ان حقائق کو بھول سکے۔ اگر کوئی عام انسان وہ سب کچھ دیکھ لے تو کھانا پینا چھوڑ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ارشاد مبارک ہے! "اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تمہارا ہنسنا کم اور رونا زیادہ ہو جائے" عیش وعشرت اور دنیا میں دل لگانا اور مکان کوٹھیاں بنانا تو دور کوئی اپنے لیے ایک کمرہ تک نہ بنائے۔

حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے 950 کی عمر پائی اور ایک جھونپڑی بھی نہ بنائی، جب ان کے وصال کا وقت آیا اور ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو پوچھا اتنی لمبی زندگی میں آپ نے اپنا کوئی ٹھکانہ نہ بنایا، حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے انتظار میں ساری عمر گزار دی کہ کب آپ اللہ کا بلاوہ لے کر

آجائیں اور میں یہاں مکان بناتا رہوں۔ یہ تھا انبیاء کا طرزِ عمل۔

ادھر ہر کوئی پیر بننا چاہتا ہے مگر اللہ کا بندہ کوئی کوئی بننا چاہتا ہے۔سب چاہتے ہیں کہ ہم پیر بنیں، لوگوں پہ دم کریں، لوگ ہم سے دعائیں کروائیں ہماری عزت میں اضافہ ہو لیکن حقیقت میں ولایت کے اس منصب کا حقدار وہ ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی ساری خواہشات کو چھوڑ چکا ہو۔ ساری زندگی گزر جائے اسکا ذکر کرتے کرتے اس راہ پر چلتے چلتے آپ کو کچھ بھی نظر نہ آئے، کوئی مشاہدہ نہ ہو لیکن آپ کا دل اس بات پر مطمئن ہو کہ میرا کام اس کی رضا طلب کرنا ہے اس کی رضا پہ راضی رہنا ہے تو آپ کامیاب ہیں۔ آپ کو کوئی مشاہدہ ہو جائے روشنیاں اور نور کی کرنیں نظر آنے لگیں لیکن اللہ کی رضا میں راضی رہنے میں دل میں تنگی اور گھبراہٹ محسوس کریں تو آپ ابھی اس کے بندے نہیں بنے۔ اس کا بندہ وہ ہے کہ جو ہر حال میں اس سے راضی رہنا سیکھ لے۔

پیر ہونا کوئی آسان کام نہیں میں کیونکہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور بیٹھنے کی سکت نہیں اس لیے ساری رات دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے امت کے غم میں روتا رہتا ہوں۔ پیری مریدی کو لوگوں نے کھیل تماشا بنا لیا ہے جس کا جی چاہ رہا ہے وہ اللہ کا ولی ہونے کا دعوہ کر رہا ہے، جیسے یہ راہ میں پڑی کوئی چیز ہے۔ اللہ کا ولی دنیا کی ہر خواہش یہاں تک کے جنت کی آرزو بھی نہیں کرتا کہ یا اللہ میں عبادت صرف تیرے لیے کرتا ہوں تو مجھے چاہے دوزخ میں ڈال یا جنت میں، یہ تیرا کام ہے میرا کام صرف تجھ سے تجھی کو مانگنا ہے۔ اور اس کیفیت کے حصول میں لوگوں کی زندگیاں لگ جاتیں ہیں لیکن جو اس کیفیت کو پا لیتا ہے وہی کائنات کا کامیاب ترین انسان ہے۔

ولایت کا راز نیک اعمال چھپانے میں ہے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! ہم لوگ اپنی براہیوں کو تو چھپاتے ہیں لیکن نیکیوں کو خوب ظاہر کرتے ہیں۔ نیکی قیمتی چیز ہے اور قیمتی چیز چھپانی چاہیے اور سنبھال کر رکھنی چاہئے جیسے قیمتی زیور ہم چھپا چھپا کر رکھتے ہیں، نیک اعمال قبر کا زیور ہیں اگر ہم انھیں اِدھر چھوڑ جائیں گے تو اُدھر ہمارے کس کام آئیں گے۔ باتوں باتوں میں ہم اپنے نیک اعمال کا تذکرہ لوگوں سے کر کے ریاکاری کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان کو ضائع کر دیتے ہیں۔

ہمیں اپنے نیک اعمال اس طرح چھپا کے کرنے چاہیے جیسے ایک چور ہمیشہ رات کے اندھیرے میں چھپ کر مال لوٹتا ہے تاکہ اس کے اس عمل کا کسی کو پتا نہ چلے، چور کا مطلب ہے پوشیدہ اور لوگوں کی نظروں سے چھپ کر عمل کرنے والا ، اور اللہ والے بھی ایسے ہی دنیا کی نظروں سے چھپ کر اللہ کی رحمت لوٹتے ہیں اور اپنے اعمال کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے۔

راتیں زاری کر کر رووں نیند اکھیں دی دھوندے
فجرے اوگنہار کہاون ہر تھیں نیویں ہوندے

میں نے ہمیشہ یہی دعا مانگی کہ یا اللہ میرا جو بھی عمل ہو وہ صرف اور صرف تیرے لیے ہو دنیا سے چھپ کر نیک اعمال کروں اور نیک اعمال لوگوں میں ظاہر ہونے کی آرزو بھی میرے اندر پیدا نہ ہو۔ تیرے سوا کسی پر میرے نیک اعمال ظاہر نہ ہوں انھیں پردہ عطاء کرنا اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو مجھے کوئی خوشی نہ ہو۔ صدقہ خیرات

عبادات تجھے راضی کرنے کے لیے ہوں کبھی ریا کاری کا شائبہ تک نہ آئے۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر چور آیا، آپ گھر کے ایک گوشے مصروفِ عبادت تھے، چور نے سامان سمیٹا اور ایک گٹھڑی بنائی، جب اس نے وہ گٹھڑی اٹھانی چاہی تو وہ اسے اٹھا نہ سکا، کافی دیر کوشش کرتا رہا لیکن ناکام رہا، جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ کافی دیر سے اس کی کشمکش دیکھ رہے تھے اس کے پاس آئے، وہ آپ کو دیکھ کر ڈرا تو آپ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں میں بھی تمہاری طرح (چور) ہی ہوں، لاؤ یہ گٹھڑی میں اٹھالیتا ہوں تم مجھے راستہ بتاتے جاؤ میں تمہاری منزل تک پہنچا دیتا ہوں، آپ نے وہ گٹھڑی اٹھائی اور اس کے ساتھ چل پڑے، اس کا خیال تھا کہ اب یہ بھی اس مال میں سے حصہ لیں گے، جب اس کی منزل آگئی تو وہ کہنے لگا کہ تم اپنا حصہ لے لو اور جنید بغدادی کو کبھی پتا نہیں چلنا چاہیے کہ ہم نے ان کے گھر چوری کی ہے وہ پہلوان ہیں، ہماری ہڈیاں توڑ دیں گے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں جنید سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں ہی جنید بغدادی ہوں، یہ سن کر وہ تھر تھر کانپنے لگا اور معافی مانگنے لگا آپ نے اسے تسلی دی کہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس نے پوچھا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ بھی میری طرح چور ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے سچ کہا تھا تم رات کے اندھیرے میں لوگوں کا مال لوٹتے ہو اور میں اللہ کی رحمت لوٹتا ہوں، وہ چور آپ کے اس حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر تائب ہو گیا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔

اسی طرح روایت ہے کہ کسی دور میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام مراد علی تھا۔ عدل وانصاف کے لحاظ سے اس کا زمانہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور

سے مشابہت رکھتا تھا۔ سلطان مراد علی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ اپنائے رکھا۔ کام کاج سے فارغ ہو کر وہ بھیس بدل کر گلیوں میں پھرتا اور لوگوں کے دکھ درد کا مداوا کرتا۔ ایک دفعہ رستے میں ایک آدمی کو بے حس و حرکت پڑے ہوئے دیکھا۔ جب وہ اس کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ زندہ نہیں تھا۔ لوگوں سے پوچھنے لگا کہ یہ کون ہے؟ اور اس کی لاش رستے میں کیوں پڑی ہے اور آپ لوگ اس کی طرف توجہ کیوں نہیں کر رہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ بڑا گنہگار انسان تھا۔ ہم اس کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہتے، کہیں ناپاک نہ ہو جائیں۔ سلطان نے سوچا جو بھی ہے، انسانی مجسمہ تو ہے۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ انسانی مجسمے کی بھی قدر کرتے ہیں۔

تو ایسے ہوا کہ بادشاہ نے لوگوں سے کہا کہ میری مدد کرو۔ اسے اس کے گھر پہنچا دیں، لوگوں نے مدد کی اور اسے وہاں سے اس کے گھر تک لے گئے۔ جب وہ گھر پہنچا تو گھر میں اس کی بیوی موجود تھی۔ لاش کو دیکھ کر اس کی بیوی کی بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اس کی بیوی سے پوچھا۔ کہ یہ کیسا انسان تھا؟ تو اس کی بیوی نے کہا کہ یہ اللہ کا نیک بندہ تھا، سلطان نے کہا کہ سارے لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ شرابی اور فاسق و فاجر تھا۔ عورت کہنے لگی کہ یہ لوگ بھی سچ کہہ رہے ہیں اور میں بھی سچ کہہ رہی ہوں۔

مراد علی شاہ نے عورت سے پوچھا کہ اس کا معمول کیا تھا؟ بیوی نے بتایا کہ یہ دو دن کام کرتا تھا۔ اور جو اجرت ملتی تھی اس سے شراب خانے جا کر شراب خرید کر لاتا تھا۔ پھر وہ شراب نالیوں میں بہا دیتا تھا۔ رات کو اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتا یا اللہ! آج کی رات میں نے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو شراب پینے سے روک لیا، تو

میرے اس عمل کو قبول فرما پھر وہ بے حیائی کے اڈوں پر جاتا اور وہاں کی لڑکیوں سے پوچھتا کہ ایک رات کی تمہاری اجرت کتنی ہے؟ وہ اتنی اجرت انھیں دیتا اور بے حیائی سے منع کرتا اور واپس آ کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتا کہ یا اللہ! تیرے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو آج میں نے بے حیائی سے روک دیا۔ یا اللہ! تو میرا یہ عمل قبول فرما لے۔ بیوی نے بتایا کہ میں اکثر اسے کہا کرتی تھی کہ جو کچھ بھی تو کر رہا ہے اللہ تو تجھے جانتا ہے مگر تو مرے گا تو لوگ تیری لاش کو بھی ہاتھ نہیں لگائیں گے، تجھے گنہگار سمجھیں گے، تو وہ مسکرا کر کہنے لگا، بھلی مانس میرا جنازہ تو بادشاہ پڑھانے آئے گا وہ بھی علماء کی معیت میں۔

یہ سن کر بادشاہ مراد علی شاہ حیران و ششدر رہ گیا اور اس نے اس کی بیوی کو بتایا کہ میں ہی بادشاہ ہوں، تمہارے شوہر کی دعا اللہ نے قبول کر لی ہے۔ بادشاہ نے پھر اس کا جنازہ بھی پڑھایا اور عزت و احترام کے ساتھ تدفین کی۔ یہ واقعہ تاریخ کی کتب میں ملتا ہے۔ (واللہ عالم بصواب)۔

میرے دوستو! جو بھی عمل کریں صرف اللہ کے لیے کریں، عمل میں دکھاوا نہ کریں، اگر کوئی ذکر و عبادت اس لیے کر رہا ہے کہ میں نیک پہچانا جاؤں، چلا کاٹ رہا ہے تا کہ بزرگ سمجھا جاؤں اور میری عزت میں اضافہ ہو تو یہ سارا عمل اس نے عزت کے لیے کیا، اللہ کے لیے نہیں کیا، تو پھر اللہ کی طرف سے کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ جو عمل بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اطاعت میں رہتے ہوئے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کیا جائے وہ اس دنیا میں بھی آپ کی عزت و وقار کا ذریعہ بنے گا اور آخرت میں بھی کامیابی کا باعث ہوگا۔ پیر وہ نہیں ہوتا جو لوگوں سے صرف نذرانے وصول کرے اور

اپنی شان بڑھائے بلکہ اصل پیر تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا خادم اور سہارا ہوتا ہے، ناامید، بے سہارا اور پریشان حال لوگوں کو حوصلہ اور سہارا دینے والا ہوتا ہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی بات پسند ہے کہ میرا غلام میری امت کا خیر خواہ ہو اور خادم بن کر رہے۔ ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کائنات کا سردار ہوتے ہوئے بھی التجا کی کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے مسکینوں میں رکھنا۔ میں خود انتہائی مسکین تھا اور غربت کی آخری لکیر سے بھی نیچے زندگی گزری ہے، مجھے تو میرے گھر والے پہچانتے تھے نہ ہی اہلِ محلہ، نہ کوئی مجھ سے بات کرتا تھا نہ میری سنتا تھا، یہ تو میرے مرشد کی نظر عنایت تھی جس وجہ سے آج ہزاروں لوگ میرے عقیدت مند ہیں۔ موہڑہ شریف کی غلامی کی وجہ سے آج لوگ دور و نزدیک سے ادھر تشریف لاتے ہیں۔ میرے مرشد کامل پیر محمد زاہد خان رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت سے مجھے کافی عرصہ امامت کا شرف بھی ملا۔ مجھے غلامی موہڑہ شریف میں جو لطف آیا وہ کہیں بھی نہیں آیا۔ مجھے پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جو جام ملا وہ موہڑہ شریف سے ہی میسر آیا۔ ورنہ میں تو اس قابل نہ تھا کہ میں معاشرے میں پہچانا جاتا اور معاشرے کی اصلاح میں کوئی اہم کردار ادا کرتا، میں آپ کا صرف پیر ہی نہیں آپ سب کا میزبان بھی ہوں، خادم ہوں کیونکہ آپ پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں۔

اللہ کا قرب کیسے حاصل کرنا ہے؟

اللہ کا قرب کیسے حاصل کرنا ہے؟ یہ ان لوگوں سے پوچھیں جنہوں نے ساری زندگی قربِ الٰہی کی جستجو اور دین کی تحقیق میں بسر کی ہے۔لوگ عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ پیروں کے پاس نہ جائیں ماں کی خدمت کریں۔.ماں باپ سے بڑا کوئی پیر نہیں تو اگر کوئی ماں باپ کے پاس بیٹھا رہے گا تو کیا گاڑی چلانا سیکھ لے گا، جہاز اڑانا سیکھ لے گا،سکول اور کالج کا سبق وہ اسے پڑھا دیں گے؟ جس طرح دنیا داری کے علوم حاصل کرنے کے لیے مختلف لوگوں کے پاس جانا پڑتا ہے اسی طرح اللہ کا ولی بننے کے لیے یا اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہمیں کسی ایسے ہی انسان کی ضرورت پڑتی ہے جو ان منازل سے گزرا ہو۔ماں باپ کی اپنی شان ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا،ان کی خدمت کرنی چاہیے لیکن پیر کا اپنا مقام ہے،دین سیکھنے کے لیے کسی دین دار کے پاس جانا پڑے گا،قرآن حفظ کرنے کے لیے کسی قاری کے پاس جانا پڑے گا،اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے کسی اللہ کے ولی کے پاس آنا پڑے گا جو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے رستے پر چلاتے ہوئے اسے اللہ کے قرب سے شناس کروا دے گا۔

تصوف میں تو ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جب مذہب و مسلک کی بھی کوئی تفریق نہیں رہتی۔انسان اللہ کی رضا میں جب خود کو فنا کر دیتا ہے تو اسے یہ حقیقت بھی سمجھ آجاتی ہے کہ سکھ،عیسائی یا مسلمان سب کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے اور یہ سارا نظام اس کی مرضی سے چل رہا ہے۔انسان کسی کو بھی مذہب یا فرقے کی بنیاد پر اپنے سے حقیر نہیں جانے گا بلکہ ہر کسی کے ساتھ بلا تفریق احسان کا معاملہ کرے گا۔

مجذوب اور سالک

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! کہ مجذوب کی مثال سالک کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے لڑائی سے بھاگا ہوا مرغا۔ اللہ کے نزدیک مجذوب کا مقام دنیاداروں کے مقابلے میں بہت بلند ہوتا ہے، وہ بھی اللہ کا دوست ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے انوارات وتجلیات برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے اپنے حوش وحواس کھوبیٹھتا ہے۔

جاں تُوں گم ہوویں وِچ اُس دے اپنی چھوڑ نِشانی

ایہہ توحید محمد بخشا، دسّے کون زبانی

اور فرمایا کہ یہ بہت کٹھن مرحلہ ہوتا ہے اللہ کے انوارات اور تجلیات کو برداشت کرنا ہرمرید کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ مرشد دل کی زمین کو اللہ کے انوارو تجلیات سہنے کے لیے تیار کرتا ہے۔ کسی کی نظر چلی جاتی ہے، کسی کی عقل چلی جاتی ہے۔ انسان اس قدر خوفزدہ ہوتا ہے کہ وہ کانپ رہا ہوتا ہے قبر کا عذاب، دوزخ اور سب سے بڑھ کر یہ کے زندگی کے سارے گناہوں کا انجام اس کے سامنے ہوتا ہے کہ میرے فلاں کام کا انجام تو یہ تھا؟ اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو میں اس سزا کا مستحق تھا، یہ سب کچھ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ خوف کی شدت اس قدر طاری ہوتی ہے کہ وہ خود کو سنبھال نہیں سکتا، ایسے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت اور محبت بھری ذات اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے اور انسان کو اپنی رحمت والی کملی میں چھپا لیتی ہے، یہ دنیا و آخرت کے غموں سے نجات کے لمحے ہوتے ہیں اور اس کے بعد کی کیفیات پرمسرت اور ناقابل بیان ہوتی ہیں۔

ذاکرین نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ سایہ ہیں

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! ہر لمحہ ذکر الٰہی میں محو رہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ!

"جو لوگ پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح و شام خوف اور امید کے ساتھ تمہاری آنکھیں کہیں ان سے نہ پھر جائیں" (سورۃ کہف آیت نمبر 28)

اس سے ہمیں ذکر کرنے والے کی شان کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جو میرے ذکر میں مشغول رہتے ہیں آپ ان کے ساتھ رہیں۔

یعنی جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذکر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اور نظرِ عنایت ان کی طرف مبذول کروائی۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ!

"تحقیق ذکر کرو کثیر یعنی کثرت کے ساتھ تاکہ تم فلاح پاؤ"

جب بندہ کثرت سے ذکر کرے گا تو وہ اللہ کا مذکور بن جائے گا اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے جو میرا ذکر کرتا ہے وہ میرا مذکور بن جاتا ہے " **فاذکرونی اذکرکم** " ذکر کرنے والا ذاکر اور جس کا ذکر کیا جائے مذکور، تو مجھے یاد کر میں تجھے یاد کروں گا۔ ہم مخلوق ہونے کے ناطے زبان سے اس کا ذکر کرتے ہیں لیکن اس کا ذکر اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کا چرچا اپنی مخلوق میں کر دیتا ہے اور ان کے مرنے کے بعد بھی لوگ ان کو بھولتے نہیں بلکہ ان کے ذریعے سے لوگوں کے کام

ہوتے ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ پیر قاسم موہڑوی رحمتہ اللہ کے دور میں بے شمار لوگ پیدا ہو کر دنیا سے چلے گئے، ان کے نام و نشان سے بھی کوئی واقف نہیں ہے؟ کوئی ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے جانے والا نہیں؟ لیکن ان ہستیوں کا نام لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے، جس کا اللہ چاہتا ہے اسی کا ذکر بلند کرتا ہے وہ اپنا وعدہ پورہ کرتا ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی اللہ کے لیے وقف کی ہوتی ہے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں اور ہمیشہ پیروی رسول میں رہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، اور اپنی ساری خواہشات اللہ کے لیے قربان کر دیتے ہیں اور جو اللہ کے لیے اپنی ساری خواہشات ختم کر دیتے ہیں اور اپنا جینا مرنا اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں اللہ پھر ان کو ایسی شان سے نوازتا ہے۔

ایک اللہ کے ولی پہاڑ کے پاس کھڑے تھے ان سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ کے ولی کی دعا میں کتنی طاقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر کوئی اللہ کا ولی اس پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو یہ پہاڑ چل پڑے، اتنا کہنا تھا کہ وہ پہاڑ حرکت میں آ گیا تو ان کو پہاڑ کو بتانا پڑا کہ میں تو صرف بات کر رہا تھا تجھے چلنے کا حکم نہیں دیا۔

ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کا ذکر کیا جائے پھر انسان اسی کا ہو جائے ذکر اس کا کر رہے ہیں اسے پکار رہے ہیں لیکن دھیان کسی اور طرف ہے تو یہ ذکر نہیں ہے، یہ تو ایک دکھاوا ہے، اگر ذکر کرنا ہے تو پھر اسی کا ہو کر رہنا ہے۔

ایک دفعہ بابا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں اللہ کی طرف چلنا چاہتا ہوں مجھے کچھ ہدایت کریں، آپ نے پوچھا کہ دنیا میں سب

سے زیادہ کس سے پیار کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میری بھینس ہے میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں، بابا بلھے شاہؒ نے فرمایا جاؤ پھر اسی کو دیکھتے رہو، وہ شخص چلا گیا اور چھ ماہ بعد واپس آیا اور کہا حضور میں حاضر ہوسکتا، آپ نے مجھے چھ ماہ بھینس کو دیکھنے کا کہا تھا اب میں چھ ماہ بعد حاضر ہوا ہوں، تو بابا جی نے فرمایا کہ جاؤ اور چھ ماہ مزید اسے دیکھتے رہو پھر آنا، جب ایک سال پورا ہوگیا تو وہ پھر آیا اور کہا کہ بابا حضور بھینس اندر آسکتی ہے تو انہوں نے کہا کہ اب تمہارا سبق پورا ہوگیا ہے۔

اب اس واقعے میں بھینس کو تلاش نہ کریں اس واقعے کی معرفت کو سمجھیں کہ حقیقت کیا ہے یہ نہیں کہ بھینس کو دیکھیں تو یہ عبادت ہو جائے گی، فقیر کی رمز فقیر ہی جانے جیسے کہتے ہیں کہ گھوڑے کی ٹانگیں گھوڑے ہی برداشت کرتے ہیں۔ مینڈھا گھوڑے کی ٹانگیں کبھی نہیں برداشت کرسکتا، اس واقعے کی معرفت یہ ہے کہ جس کا تو ذکر کر رہا ہے اپنے آپ کو اسی کی یاد میں فنا کر دے، تب بات بنے گی اگر اپنی ذات بھی باقی رکھی ہے اور اللہ کو بھی پکار رہے ہیں تو بات نہیں بنے گی، ایک ہی چیز رکھنی پڑے گی، جب وہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو تمہاری اپنی ذات کی شراکت بھی نہیں رہنی چاہیے، ختم ہوجانی چاہیے، جس کا ذکر کریں اسی کے بن کر رہیں ،دنیا کی کوئی خواہش آپ کے دل اور وجود میں باقی نہ رہے سب کچھ اس کی راہ میں قربان کردیں، دائیں بائیں لوگوں میں نہ دیکھیں کہ فلاں میں یہ نقص فلاں میں یہ خرابی، کسی کے نقائص دیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہ کریں اپنے اندر کی برائیوں کو ہمہ وقت تلاش کرتے رہیں، اپنی ہر برائی، ہر غلطی کو یاد کر کے آنسو بہاتے جائیں، اسی بارے میں میاں صاحب نے فرمایا!

ریت وجود تیرے وچ سونا اینویں نظر نہ آوے
ہنجواں دا گھت پانی دھوویں ریت مٹی رُڑھ جاوے

آنسوؤں کے پانی سے ہم نے برائیوں کی ریت مٹی نکالنی ہے باقی سونا (حقیقت الٰہی) رہ جائے گا، اس میں کوئی کچرا کوئی گندگی باقی نہیں رہے گی تو تجلیاتِ الٰہی کی چمک بھی نظر آئے گی۔

جب اپنی ہستی کو اس وحدہٗ لاشریک کی ہستی میں مٹا دیں گے جو تمام کائناتوں کا مالک ہے، جس کا ذکر کرتے ہیں اسی کے بن جائیں گے، اپنی مرضی چھوڑ دیں گے اسی کی مرضی پر چلنا شروع کر دیں گے، تو جو تیری مرضی ہوگی وہ بھی اسی کو مان لے گا جیسے فرمایا" رضی اللہ عنہ و رضو عنہ"، جو اللہ کی مرضی پر راضی ہوگیا تو اللہ بھی اس سے راضی ہوگیا، اگر ہم ذکر بھی کریں اور دنیا کی خواہشات بھی دل میں ایسی بسی ہوں کہ ہر خواہش پہ دم نکل رہا ہو تو اللہ رضا کا حصول کبھی نہیں ہوسکتا، اللہ کی طرف سے جو آزمائشیں، بیماریاں اور مشکلات آئیں گی ان پہ بھی صبر کرنا ہوگا کیونکہ،" خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ" خیر ہو یا شر تندرستی ہو یا بیماری سب اسی کی طرف سے ہے تو اس پہ لبیک کہیں کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں جیسے تو چاہے، اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اس کے سامنے جھکا اور اللہ نے اس کی شان بلند نہ کی ہو۔ میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا!

ہر در توں دُرکارن ہوندا، جو اُس در تھیں مُڑیا
اوسے دا اُس شان ودھایا، جو اُس پاسے اُڑیا

جو اس خدا کے در سے مڑتا ہے در بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور جو اس کے در

پہ جھک جاتا ہے تو اللہ اس کی شان بلند کر دیتا ہے۔

ذکر کرنے کے بعد اگلا مرحلہ ذکر کو سنبھالنا ہے ذکر کو سنبھالا کیسے جائے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اللہ کا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو" ذکر اور شکر دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں ناشکری کرنے والے کو مزید ذکر کرنے کی توفیق نہیں ملے گی۔ کفر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس حال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رکھا ہے آپ اس کو راضی بارضا قبول کریں۔ شکوہ نہ کریں گلہ نہ کریں۔ اگر اللہ نے غربت دی ہے اور بندہ یہ کہے کہ میں تو غربت میں جکڑا ہوا ہوں، میرا تو کوئی آسرا نہیں، یہ کفر ہے، خیر اور شر کا مالک صرف اللہ ہے۔ اچھے دن آئیں تو خوش ہو جائیں اور برے دن آئیں تو شکوہ کرنے لگیں، مشکلات بھی تو اسی مالک کی طرف سے ہیں جس کی طرف سے خوشیاں آئیں تھیں۔

جنہاں دُکھاں وچ دلبر راضی سُکھ اُنہاں توں وارے
دُکھ قبول محمد بخشا راضی رہن پیارے

اگر اللہ کی طرف سے بیماری آئے تو اسے اللہ کے سوا کوئی اور ٹالنے والا نہیں ہم جانتے بھی ہیں کہ ہم بے بس ہیں، اللہ کے ساتھ ہمارا کوئی زور نہیں، جب ہم کر بھی کچھ نہیں سکتے تو پھر صبر کرنا ہی بہتر ہے۔ اللہ کی رضا میں راضی رہنے سے صبر کا اجر بھی ملے گا اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہوگی اور شکر کے صلے میں مزید نعمتیں ملیں گی، ناشکری کرنے کا نقصان صرف ہماری اپنی ہی ذات کو ہوگا۔

اگر اس کی طرف سے آنے والی مشکلات اور بیماری پر صبر نہ کریں گے تو پھر کیا کر لیں گے؟ اگر وہ ہماری غربت اور بیماری کو دور نہ کرنا چاہے تو کون کر سکتا ہے؟ اگر

کچھ کر نہیں سکتے تو اس فیصلے کو مان لیں کیونکہ ہمارے پاس اس کی رضا میں راضی رہنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں، جیسے میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

جے اوہ جان پیاری منگے، تُرت تلی پر دھرِدے
سِر لوڑے تاں سِہل پچھانن، رتّی عُذر نہ کر دے
جے تُوں عاشق بنیا لوڑیں، پلّا پکڑ سجّن دا
جان منگے تاں دے شتابی، صرفہ کریں نہ تن دا

یعنی پہلے ہی اس کے سامنے جھک جائیں، جان تو ایک دن دینی ہی ہے تو اس کی مرضی پہ چل کے جان دیں، اپنی مرضی چھوڑ دیں، مرنے سے پہلے مر جائیں جیسے ایک مردے میں کوئی خواہش باقی نہیں رہتی، نہ ہی وہ کسی قسم کی حرکت یا گناہ کرنے پر قادر ہوتا ہے ایسے ہی زندگی میں ہماری تمام خواہشات مر جائیں، جیسا کہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کے سامنے ایسے ہو جاؤ جیسے غسل دینے والے کے ہاتھ میں میت ہوتی ہے۔

باہر کی شان اور اندر کی خواہشات بارگاہ الٰہی میں مٹا دیں اور اسی کے سامنے جھک جائیں، جب اس کے سامنے جھک جائیں گے اور سجدہ ریز ہو جائیں گے تو تمام مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لیکن اگر اقرار تو یہ کر رہے ہیں کہ پاک ہے میرا رب بڑا عالیشان، مگر اپنی خواہشات اندر سے ایسے ہی کھا رہی ہیں جیسے کیڑے مکوڑے گوشت کو کھاتے ہیں تو یہ

سجدہ اللہ کو تو نہ کیا بلکہ اپنی خواہشات کو کیا اور شرک کیا، سجدہ تو وہ ہے جو تمام خواہشات اور تمام مخلوقات سے بے نیاز کر دے، اگر اللہ کی عبادت اپنے نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے کی تو یہ اللہ کی عبادت نہ کی بلکہ اپنے نفس کی عبادت کی، جب تک دل سے دنیا کی خواہشات نہ نکل جائیں اس میں اللہ کی محبت داخل نہیں ہو سکتی، دل کی صفائی کے لیے ذکر اللہ کے جھاڑو سے اسے صاف کرنا پڑے گا۔

لا الٰہ دی پھیر بہاری تے الا اللہ گھر آیا

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور الٰہ خواہشوں کی شکل میں تمہارے اندر نہ رہ جائے، لا الٰہ کے جھاڑو سے اسے صاف کر دیں، فلاح پانے والے وہ ہیں جو کثرت سے اس کا ذکر کریں اور اسی کے بن کر رہیں اور زندگی کا ہر سانس اسی پہ قربان کر دیں، میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ یہ دنیا بھی آپ کی اور موت سے پہلے ہی آپ کو یہ بشارت دے دی جائے گی کہ یہ تمہارا ٹھکانہ ہے جہاں حوریں اور غلمان سب انتظار میں بیٹھے ہیں، اس لیے حکم ہے کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو قبر میں رکھنے میں دیر نہ کرنا ممکن ہے وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ رہا ہو اور تڑپ رہا ہو کہ مجھے پروردگار نے بلایا ہے میں جلد سے جلد اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور تم دیر کر رہے ہو، جس کا بندہ ہے اسی کے حوالے کر دو۔

اللہ ہمیں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ذکر الٰہی کا کماحقہٗ جیسے ذکر کا طریقہ ہے وہ عطا فرمائے، ہماری زندگی کا ہر سانس اس کی یاد میں گزرے، اور وہ سانس ہی ہمیں نصیب نہ ہو جو اس کی یاد سے خالی ہو، اور اسی کی یاد میں زندگی کا آخری سانس بھی ادا کرنے کی اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جن وانس کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

"اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ ہماری عبادت کریں"

یہ سیغہ امر ہے یعنی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس آیت میں پہلے جنوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جن اس دنیا میں انسانوں سے پہلے سے آباد تھے۔

عبادت کا حکم دینے کا مقصد انسان کی فرمانبرداری کو جانچنا ہے۔جو اللہ کی عبادت نہیں کرے گا اللہ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا کہ اس کی نجات کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔جس نے کلمہ پڑھ لیا اس پہ تمام فرائض کی بجا آوری لازم ہے۔کچھ احکام مان لینا اور کچھ چھوڑ دینا، نماز نہ پڑھنا کہ اللہ کو ہماری عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی عبادت کے لیے تو فرشتے بہت ہیں، حج کی رقم موجود ہو لیکن حج نہ کرنا کہ میرا کاروبار رک جائے گا میں کسی اور کو حج کروا دیتا ہوں، اگر ایسا کیا تو وہ اسی کا حج ہو گا جس کو آپ نے حج کروایا حج کروانے کا اجر ضرور ملے گا لیکن آپ سے حج کی فرضیت ختم نہیں ہو گی۔

ہم عمل سے بچنے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ بڑا غفورُ رّحیم ہے یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرما دیں گے، ہمیں دوزخ سے بچا لیں گے، اللہ کے غفورُ رّحیم ہونے میں کوئی شک نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شافع امم ہیں لیکن ہم اگر صرف یہ سوچ لیں کہ ہم اللہ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہوتے ہوئے ساری زندگی اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی میں گزار دیں گے، علی الاعلان گناہوں کے مرتکب ہوں گے، ظلم وزیادتی کریں گے، والدین کی نافرمانی کریں گے تو قیامت کے دن ہم کس منہ سے اللہ سے رحم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کے طلب گار

ہوں گے۔

اگر اللہ نے تمام انسانوں کو صرف شفاعت اور وسیلے سے نجات دینا ہوتی تو اپنی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم نہ دیتا، عبادت بھی نجات اور بخشش کا ذریعہ ہے۔

مالدار انسان اگر حج کرنے کے قابل ہے وہ ضعیف اور معذور نہیں ہے تو اس پر حج فرض ہے وہ ہر صورت اسے خود ہی کرنا ہوگا لیکن اگر وہ جسمانی طور پر اتنی سکت نہیں رکھتا کیونکہ حج مشقت والی عبادت ہے، سعی کرنا، منی میں وقت گزارنا، طواف کرنا، دن کو میدان عرفات میں رہنا یہ مشقت والے کام ہیں تو رعایت مل سکتی ہے کہ اپنے مال سے کسی اور کو حج کروا دیں۔ پھر مزدلفہ جا کر نمازِ مغرب اور عشاء دونوں ملا کر پڑھنے کا حکم ہے۔ نماز کا جب وقت ہو جائے تو نماز ہر مسلمان پر فرض ہو جاتی ہے مقررہ وقت پر آپ کو نماز ادا کرنا ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں مغرب کی نماز ادا نہیں کرنی بلکہ مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ ادا کرنی ہے، اس سے پتا چلا کہ جو اللہ کا حکم ہے وہ سب پر غالب ہے۔ شریعت اس نے انسانوں کے لیے نافذ کی وہ شریعت کا تابع نہیں ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے اسے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ جب اس نے کہہ دیا کہ میں نے تجھے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تو پھر اللہ کی عبادت میں ہم کسی کو شریک نہیں کر سکتے۔ ہاں کوئی کلمہ گو ہے اللہ کی عبادت کرتا ہے لیکن کسی سے راہنمائی لے لیتا ہے تو وہ شرک میں نہیں آتا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے!

"نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ"

اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کا حکم دیا لیکن کہیں بھی نماز پڑھنے کی کوئی ترتیب نہیں بتائی، اس سے کیا پتا چلا کہ جاؤ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور سیکھو کہ نماز کیسے پڑھنی ہے۔ زکوٰۃ کا حکم دیا لیکن زکوٰۃ کی شرح بیان نہیں کی کہ کتنی زکوٰۃ دینی ہے، زکوٰۃ کا اگر پوچھنا ہے تو جاؤ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کہ پوچھو، اللہ تعالیٰ نے تمام احکامات تابع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر دیے ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو چھوڑ کر کسی اور کی پیروی کریں گے تو یہ اللہ کے حکم کی ہی خلاف ورزی ہوگی۔

اگر کوئی اسلام کی پانچ بنیادوں یعنی کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا منکر اور تارک نہ ہو اور جو اللہ کے احکام کی پیروی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رہتے ہوئے کرتا رہے ان کے لیے بخشش و شفاعت کا وعدہ بھی ہے اور درجات کی بلندی بھی، روز قیامت جب اللہ کا حکم ہوگا اے میرے نبی! سر اٹھا لیں، میرے حضور ارشاد فرمائیں گے اے میرے پروردگار! اے خالق کائنات! میں اس وقت تک سر نہیں اٹھاؤں گا جب تک میری امت کی بخشش کا پیغام نہ مجھے مل جائے، اللہ تبارک تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ کی ساری امت کو میں نے بخش دیا مگر ان کو نہیں بخشوں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ ہیں۔

مومن کا اصل گھر آخرت ہے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! کوشش کریں کہ آپ دوسروں کو دینے والے بنیں کیونکہ فرمان ہے کہ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ آپ اشرف المخلوقات ہیں، تمام مخلوقات سے بہتر اللہ نے آپ کو بنایا تو آپ کو انسان ہونے کا حق بھی ادا کرنا چاہیے، دوسروں کو ہمیشہ خود پہ ترجیح دیں ، کوئی امیر ہے یا غریب کسی کو خود

سے حقیر نہ جانیں، خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلائیں۔ انسان ہونے کے ناطے اللہ کا ہر حال میں شکر بجا لانا چاہئے نہ کہ چھوٹی سی تکلیف پر چیخ اٹھیں کہ اللہ کو ہم ہی ملے ہوئے ہیں، ہم نے کون سا قصور کیا ہے، جب تکلیف آئے تو اللہ کے ذمے اور جب خوشحالی اور کامیابی ملے تو اپنی عقلمندی ذہانت اور قابلیت کی باتیں کہ میں نے ایسے ایسے کاروبار چمکایا۔

بیماری میں صبر کیا کریں یہ اللہ کی ایسی رحمت ہے جو درجات کو بلند اور گناہوں کو معاف کرواتی ہے اللہ کی رضا نصیب ہوتی ہے، اور مرنے سے پہلے ہی حوریں اور غلمان استقبال کے لیے آ جائیں گے کہ آج آپ اپنے گھر جا رہے ہیں تو شان سے جائیں۔ مومن کا گھر آخرت ہے دنیا تو اس کے لیے قید خانہ ہے۔ مومن کی موت بھی بڑی شان والی ہے۔ صحابیء رسول ﷺ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں رسول اللہ ﷺ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر چلنے لگے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا معاملہ ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اتنی کثیر تعداد میں جنازے میں شرکت کے لیے آئے ہیں کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں، اس سے کیا پتا چلا کہ جو اللہ والے لوگ ہوتے ہیں وہ اکیلے اللہ کے پاس نہیں جاتے انکا بڑا استقبال کیا جاتا ہے بڑی شان کے ساتھ وہ اپنے گھر کو جاتے ہیں

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے اور اپنے گھر گئے

ہمارا سب کچھ صرف اللہ کا ہے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! قرآنِ کریم میں اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بیان فرمائی ہے!

"میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لیے ہے"

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات مبارکہ اس آیت کا عملی نمونہ تھی۔ اگر ہماری زندگی بھی ان آیات مبارکہ کے مطابق ہے اور ہمارے عقائد، ہمارے نظریات اور ہمارے ارادے اُن آیات مبارکہ کے مطابق ہیں تو پھر ہمیں آخرت کی کوئی فکر نہیں، دوزخ میں جانا تو درکنار، ہمارا سایہ بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ذرا سوچیں! اصل میں قربانی کہتے کسے ہیں؟ صرف جانور کی گردن پر چھری چلانے کا نام قربانی نہیں بلکہ اللہ کے سامنے اپنی حیثیت، اپنے مقام ومرتبہ کو مٹا دینا اور اپنی آن وشان کو اللہ کے لیے خاک میں ملا دینا اصل قربانی ہے۔ جانوروں کی گردن پر چھری چلانا تو بہت آسان ہے لیکن اپنی آن اور اپنی شان کو اللہ کی رضا کے لیے ذبح کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر اندر کے جانور کو ذبح نہ کیا تو یہ قربانی بھی بے سود ثابت ہوگی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہتے ہوئے اس کی طرف سے آنے والے ہر قسم کے حالات کو قبول کیا جائے اور اپنا سر اس کے سامنے رضامندی کے ساتھ جھکا دینا چاہیے، اس کے علاوہ ہمارے اندر تکبر نہیں ہونا چاہیے، سب گناہوں سے بڑا گناہ شرک اور تکبر کرنا ہے۔ تکبر کا دوسرا نام شرک ہے۔ تکبر صرف اللہ کو ہی سزاوار ہے، اس کے علاوہ کسی انسان کی شان نہیں کہ وہ تکبر کر سکے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ شرک کر رہا ہے۔ صرف اللہ ہی غرور، تکبر اور شان والا ہے، وہ جو چاہے

کرے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا لیکن اس کے مقابلے میں اگر کوئی انسان تکبر کرتا ہے اور اپنی شان ظاہر کرتا ہے تو وہ شیطان کے ٹولے سے جا ملے گا۔

فرض کریں کہ اگر کوئی نماز پڑھتا ہے اور نماز پڑھ کر تکبر کرتا ہے کہ میں نے بڑی نیکی کا کام کیا تو بظاہر کام تو نیکی کا کیا لیکن درحقیقت دوزخ خرید لی۔

اصل قربانی اس چیز کو کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ کی محبت میں فنا کر دینا، اپنی چاہتوں، اپنی خواہشوں کو اللہ کی رضا کی خاطر قربان کر دینا اور مٹا دینا۔ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ایک بے بس جانور کو پکڑ لیا اس کی ٹانگیں باندھ دیں، اور چار پانچ آدمیوں نے مل کر اس کو جکڑ لیا اور اس کے گلے پر چھری پھیرنے سے ہم نے قربانی کا حق ادا کر دیا، جب تک اندر کی میں، تکبر اور دکھاوے کو ذبح نہیں کریں گے اس وقت تک قربانی مکمل نہیں ہوگی۔

قرآن کی جن آیات سے آغاز کیا گیا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلمات تھے کہ "میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا صرف اللہ کے لیے ہے" اس کے بعد کوئی بات باقی تو نہ بچی جب جینا مرنا بھی اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ اگر حقیقت میں ایسا ہے تو پھر آپ کی قربانی بھی ہے اور اگر آپ نے پورے گاؤں کو دکھایا کہ اس بار ایسا خوبصورت جانور لے کے آیا ہوں کہ اس طرح کا کسی اور کے پاس نہیں، تو یہ آپ نے دکھاوا کیا کہ میرا جانور باقی لوگوں سے عمدہ ہے۔ قربانی کرتے وقت ہماری نیت یہ ہونی چاہیے کہ سب سے اچھا جانور اس لیے لینا ہے کہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ میری راہ میں سب سے افضل اور بہترین چیز دو، تو ہمیں تلاش کرنا چاہیے کہ جو سب سے خوبصورت اور پیارا جانور ہو وہ ہم اللہ کی راہ میں دیں، زیادہ قیمتی ہو یا کم

لیکن بہترین اور خوبصورت جانور ہونا چاہئے لیکن یہ صرف اللہ کے لیے کرنا ہے۔ کچھ جگہوں پر تو ایسا بھی کرتے ہوئے دیکھا کہ لوگ قربانی کا جانور پورے محلے میں ڈھول کے ساتھ گھمارہے ہیں کہ ہمارا جانور سب سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ ہے، اس میں نہ صرف آپ نے اپنی رقم ضائع کی بلکہ الٹا آپ گناہ کمارہے ہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اُسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ وہ پوری کائنات کو پیدا کرنے والا اور کھانے کی حاجت سے بے نیاز، اسے گوشت کی کیا پرواہ؟ قیمتی اور خوبصورت جانور کا حکم اس لیے دیا کہ آپ کے اندر سے مال کی محبت کم ہو، اندر تھوڑی ضرب لگے اور ہمارے اندر تقویٰ اور خلوص پیدا ہو۔

ایک اور بات جو سمجھنے کی ہے کہ ہمارے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن تمام جانوروں کی قربانی کی ان سب جانوروں کی قربانی ہم بھی کر سکتے ہیں انہوں نے اونٹ، بیل، بھینس اور بکرا سب کی قربانی دی۔ وہ صرف دنبے کی قربانی کرتے تو ہم بھی آج صرف دنبے ہی کی قربانی کر سکتے، ہمارے لیے آسانی کر دی گئی۔ ہر کوئی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق قربانی کر سکتا ہے۔ ایک بیل لے کر اس میں سات لوگ حصہ ڈال لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہمیں سات بکرے لینا پڑتے تو شاید ہمیں اپنا آدھا گھر فروخت کرنا پڑتا کیونکہ بکرے کی قیمت بیل کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور تمام مسلمان اگر ایک ہی جانور کی قربانی بار بار اور ہر سال کرتے تو وہ جانور دنیا سے ناپید ہو جاتا، مختلف جانوروں کی قربانی دینے کی برکت دیکھیں کہ ہر سال خوبصورت ترین جانور ہمیں قربانی کے لیے میسر آتے ہیں۔

ایک بندہ مجھے کہنے لگا کہ میں نے کبھی بیل کی قربانی نہیں دی، میں تو ہمیشہ بکرے کی قربانی دیتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا کسی اور جانور کی قربانی دینا اسلام میں منع ہے تو وہ کہنے لگا کہ نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ مجھے بیل کا گوشت پسند نہیں مجھے تو صرف بکرے کا گوشت پسند ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ قربانی صرف گوشت کھانے کے لیے کر رہے ہیں اللہ کی رضا کے لیے نہیں۔ اس قربانی کا کیا مقام اور مرتبہ ہوگا؟

قربانی کرنے والا کہے کہ میں بکرے کی قربانی اس لیے کرتا ہوں کہ بیل کا گوشت پسند نہیں تو آدھا بکرا فریز کر لیتا ہوں پانچ چھ مہینے آرام سے گزر جاتے ہیں۔ قربانی تو اللہ کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا نام ہے۔ اس میں بھی اگر ہم نفس پرستی کریں اپنے نفس کی غلامی کریں گے تو ایسی قربانی کا کیا فائدہ؟

غریب آدمی سارا سال قربانی کا انتظار کرتا ہے۔ محنت کش کے بچے سارا سال انتظار کرتے ہیں کہ پورا سال ہم گوشت نہیں کھا سکے تو عید پر ہمارے بابا بھی ہمیں گوشت لا کر دیں گے اور ہم اس سے لطف اندوز ہوں گے لیکن ہم پہلے تو اپنا فریج بھر لیتے ہیں، پھر اچھا گوشت ان کے گھر بھیجتے ہیں جنہوں نے پہلے ہی قربانی کی ہوتی ہے اور ان کے پاس وافر مقدار میں گوشت ہوتا ہے۔ غریب غرباء کو ہڈیاں وغیرہ دے دیتے ہیں وہ اس پر بھی شکر کرتے ہیں۔

اللہ کی نظر میں جو غریب کا مقام ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتے اور اگر میری نظر سے دیکھیں تو میں نے جب بھی کسی غریب کو سینے سے لگایا تو اللہ کا قرب اور زیادہ میسر آیا۔ میری زندگی کا یہ بارہا کا تجربہ ہے کہ جب بھی کسی غریب آدمی کو کچھ دے نہ سکا

اور اسے خالی ہاتھ لوٹایا تو میرے اندر ایک بے چینی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور میں انتظار کرنے لگا کہ وہ غریب کب واپس آئے گا کہ میں اسے کچھ دوں اور جب کبھی میں نے کسی غریب کی حاجت پوری کی اور وہ خوش ہو کر لوٹا تو مجھے اللہ کا قرب میسر آیا۔ یہ کوئی ایک بار نہیں ہوا ہزار مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے کسی غریب کو خوش کیا تو اللہ مجھ سے اور زیادہ راضی اور خوش ہوا۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، کسی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ذہن میں یہ ڈال دیتا ہے کہ مانگنے والا اچھا خاصا ہے، کوئی کام کر لے بھیک کیوں مانگ رہا ہے؟ ہمیں تنقید کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے واضح فرمایا ہے کہ جب کوئی سائل آئے اسے جھڑکی نہ دو۔ آپ کو کسی کے اندر کی کیفیت کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا، ہو سکتا ہے کہ دیکھنے میں تو وہ طاقتور نظر آ رہا ہو لیکن اسے کوئی روزگار نہ مل رہا ہو اور اس کے پاس اپنا کام کرنے کے لیے سرمایہ بھی نہ ہو اس لیے وہ بھیگ مانگنے پر مجبور ہو گیا ہو۔ اب وہ اپنا گوشت تو اتار کر بیچ نہیں سکتا، ایک آدمی طاقتور ہے، پہلوان ہے اور اچھا خاصہ ہے لیکن اس کو روزگار نہیں مل رہا اس کے بچے بھوکے ہیں تو وہ بچوں کا پیٹ کیسے پالے گا؟ اگر آپ اسے کچھ نہیں دے سکتے تو اس سے معذرت کر لیں، اس پر تنقید کرنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

اللہ کے عاجز، مسکین اور مفلس بندوں سے ڈرتے رہیں، ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بعض اوقات آپ کی تقدیر بن جاتے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کا سہارا صرف اللہ کی ذات ہوتی ہے اگر ان کو دکھ دیا جائے اور ان کے منہ سے ہمارے لیے بددعا کے الفاظ نکل گئے تو ممکن ہے اللہ اسی وقت قبول کر لے۔

کسی غریب کے میلے کچیلے کپڑے دیکھ کر اس سے نفرت کا اظہار نہ کریں بلکہ اسے محبت سے گلے لگائیں، اگر اسے گلے لگانے سے آپ کے کپڑے گندے بھی ہو گئے اور آپ کا جسم بدبودار بھی ہو گیا تو وہ دھونے سے صاف ہو جائے گا لیکن اگر تکبر کا داغ لگ گیا تو بہت گہرا ہوتا ہے وہ نہیں جائے گا۔ ہزار بار صابن لگائیں تو بھی تکبر کا داغ نہیں جائے گا۔

تو میرے دوستو! اگر آپ کو قربانی کرنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے تو غریبوں اور مسکینوں کو اپنی نظر میں رکھیں اچھا اور صاف ستھرا گوشت انہیں بھی دیں، ساتھ ساتھ اپنی قربانی کی قبولیت کی دعا بھی کرتے جائیں، دوسروں کا خیال رکھیں آپ کو اپنے آپ سے بڑھ کر دوسروں کی فکر ہونی چاہیے، ہر لحاظ سے دوسروں کا خیال رکھیں، راستے صاف رکھیں تا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے، مسافر کے بھی حقوق ہیں، مسافر کو زکوۃ بھی لگتی ہے، جس مسافر کے حقوق اللہ نے مقرر کئے ہیں اگر آپ کی وجہ سے مسافر کو تکلیف پہنچے گی تو اس سے اللہ ناراض ہوگا، اگر آپ کے گھر کا پانی سڑک پر بہہ رہا ہو اور اس سے کسی کے کپڑے ناپاک ہوں گے تو اس کے جواب دہ آپ ہوں گے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بندہ کہنے لگا کہ میں نے مسجد کیلیے جگہ دے دینی تھی لیکن اگر فلاں بندہ آ کر مجھے نہ کہتا کہ مسجد کو جگہ دو تو میں نے دینی تھی میری اس کے ساتھ نہیں لگتی، تم نے اللہ کے لیے دینی تھی یا اس کے لیے؟ تم نے اللہ کی مخلوق پر احسان کرنا تھا، راستہ اللہ کی راہ میں دینا تھا لیکن اپنی انا کی خاطر اس سعادت سے محروم رہے۔

اپنی نیت کو خالص اللہ ہی کے لیے رکھیں، شیطان کے حملے اور اس کے شر سے

بچ بچا کر رہیں۔ اگر اتنی سی بات بھی دل میں آجائے کہ جس طرح کی میری قربانی تھی اس طرح تو پورے علاقے میں کسی اور کی نہیں تھی تو سمجھیں کہ شیطان نے اپنا کام کر دیا۔ ہاں یہ اچھا عمل ہے کہ انسان پوری کوشش اور اچھی نیت کے ساتھ خوبصورت ترین جانور کی قربانی کرے اور عاجزی سے اللہ کو پکارے کہ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے تو اسے اپنی رحمت سے منظور فرما لے، بات اللہ کی رحمت اور فضل سے ہی بنتی ہے وہ قبول نہ کرے اور رد کر دے تو ہم کیا کر لیں گے؟ اپنے عمل پر کبھی بھی مان نہ کریں بس اللہ کی رحمت کو پکارتے رہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بھی یہی آواز تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا حصہ بنا دیا۔ اسی لیے ہمارا دین ملت ابراہیمی ہے، ہماری قربانی، ہمارا حج سب سنتِ ابراہیمی کی پیروی ہے۔

اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے " ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ." شعائر اللہ کا مطلب ہے اللہ کی نشانیاں؟ وہ کیسے لوگ تھے جن سے منسوب جگہیں بھی شعائر اللہ کہلائیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ان لوگوں کے ذریعے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا، آخر ان لوگوں نے ایسا کیا کیا تھا کہ ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بھی قرآن پاک کا حصہ ہیں، ایک تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مشرک نہیں ہوں، مشرک لفظ شراکت سے نکلا ہے یعنی اس کے علاوہ کسی اور کو شریک ٹھہرانا، کسی کو اللہ کے سوا پوجنا یا کسی کی عبادت کرنا ہی شرک کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل صرف اور صرف اللہ کے لیے ہو، کسی بھی معاملے میں اللہ کے مقابلے میں ہم کسی دوسرے کو جگہ نہ دیں۔ ہمیں اپنے ماں باپ، اولاد اور

قریبی رشتوں سے محبت بھی اللہ کی رضا کی خاطر ہونی چاہیے لیکن ہمیں اللہ سے ایسی محبت ہونی چاہیے کہ کسی قریبی سے قریبی رشتے سے بھی اس طرح کی محبت نہ ہو اور ہماری ساری محبتیں اللہ کے حکم کے تابع ہوں۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے یا محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اسی سے ہم بھی محبت کریں اور جو اسے ناپسند ہے ہمارا بھی اسکے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔

محبت صرف اللہ سے کریں یا پھر محبت اللہ کے لیے کریں، اگر ہم کسی اللہ والے کے پاس جاتے ہیں تو انہیں اللہ کا نیک بندہ سمجھ کر جاتے ہیں اور ان سے محبت بھی اللہ کے لیے کرتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ سے حقیقی محبت اور سچا عشق کرلیا، وہ اگر کسی اور سے محبت کریں گے بھی تو وہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہی ہوگی جیسا کہ ہمارے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے، جیسے ہی ان کی یاد آتی ہے تو دنیا کے سارے غموں کو بھلا دیتی ہے۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گفتگو ملاحظہ کریں تو پتا چلے گا کہ اصل قربانی تو باپ اور بیٹے کی گفتگو تھی جو اس آیت کہ "میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لیے ہے" کا ایسا نمونہ تھی جس کی مثال ملنا مشکل ہے ۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی اداؤں کو اپنا

نے کا نام ہی قربانی اور حج ہے۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میری نشانیاں ہیں، اللہ کی نشانی بننے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے قربانی دینا پڑتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالی سے دعا کر کے مانگا کہ اے میرے پروردگار! مجھے ایک نیک فرزند عطا کر تو اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمالی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دنیا پر تشریف لائے۔ اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام ابھی شیر خوار اور والدہ محترمہ کی گود میں تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کے آپ کو کسی جگہ پر لے کر جانا ہے، مائی صاحبہ نے کوئی اعتراض نہ کیا، سفر کرتے کرتے صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان انکو چھوڑا اور واپس تشریف لانے لگے، مائی صاحبہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا کہ میرا کیا قصور ہے؟ جو آپ مجھے اس ویرانے میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا، انہوں نے دوبارہ سوال پوچھا پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری دفعہ جب مائی صاحبہ نے سوال کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی بتایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ مائی صاحبہ نے جواب دیا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو ٹھیک آپ بے فکر ہو کر جائیں، جس نے ہمیں یہاں پہنچایا ہے وہی ہمارا حامی و ناصر ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام تھوڑی دور چلے گئے تو حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے گلابی ہونٹ زرد پڑنے لگے اور منہ خشک ہو گیا (اس سے پتہ چلا کہ پیغمبر کی موجودگی میں زوال نہیں آیا کرتا)۔

مائی صاحبہ نے سوچا کہ بچے کے منہ میں اپنی زبان ڈال دوں کہ حلق اور

خشک نہ ہو اور کچھ تسکین حاصل ہو، دودھ بھی خشک ہو گیا تھا، چہرہ زرد پڑنے لگا، خطرہ یہ پیدا ہو گیا کہ میرا بیٹا چند لمحوں کا مہمان ہے اور دنیا سے پیاسا چلا جائے گا لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ پانی کی تلاش میں کبھی صفا پہ چڑھتی تھیں کبھی مروہ پہ دوڑتی تھیں، اونچی جگہ پر جا دیکھتیں کہ اگر کہیں پرندے بیٹھے نظر آئیں تو شاید وہاں پانی کے آثار ہوں۔ آپ ذرا مائی صاحبہ کی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ سخت ویران اور بیابان جگہ پر جہاں انسانی آبادی کا نام ونشان تک نہیں، اپنے چھوٹے سے لختِ جگر کو پیاس سے تڑپتا دیکھ کر وہ کس طرح ان پہاڑیوں پر چکر لگا رہی ہونگی۔ ساتویں چکر پر جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس سے گزرنے لگیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا نے جب دیکھا تو پکار اٹھیں کہ اے اللہ تو پاک ہے۔ وہ پانی اتنی تیزی سے نکل رہا تھا کہ انہیں یہ ڈر پیدا ہوا کہ پورا علاقہ ڈوب جائے گا تو مائی صاحبہ نے پکارا زم زم یعنی ٹھہر جا، پانی وہیں ٹھہر گیا۔ اس پانی کا نام زم زم ہی مشہور ہو گیا اور قیامت تک یہی رہے گا، کسی کی کوئی مجال نہیں کہ آب زم زم کا نام تبدیل کر سکے اور یہ پانی بھی ایسا ہے کہ جس میں شفاء بھی ہے اور توانائی بھی یہ بھوک اور پیاس دونوں کو ختم کرتا ہے۔ وہ خود پیاسے تھے لیکن ان کا نکالا ہوا پانی قیامت تک دنیا پیتی رہے گی اور شفا پاتی رہے گی۔

حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا کی ادا اللہ کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے لیے جس جگہ پر انہوں نے دوڑ لگائی اس کو اللہ نے شعار اللہ کا نام دے دیا۔ وہاں آج ساری دُنیا کے مسلمان دوڑ لگاتے ہیں تو وہ عبادت میں شمار ہوتا ہے اور مسلمانوں کی

دعاؤں کی قبولیت کی جگہ ٹھہری۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خواب میں حکم دیا کہ اپنی محبوب ترین چیز کو میری راہ میں قربان کرو، تو انہوں نے ایک دن اپنے بیٹے کو ساتھ لیا اور چل پڑے اور فرمایا کہ میرے بیٹے میں بار بار خواب دیکھ رہا ہوں کہ مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہو رہا ہے کہ اپنی سب سے پیاری اور افضل چیز کی قربانی کریں۔ دنیاوی اعتبار سے میرے لیے سب سے افضل اور پیارے تم ہی ہو، تو بیٹا آپکی کیا مرضی ہے؟ سبحان اللہ! کیا جواب تھا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کا، عرض کی اے میرے والد محترم جس طرح چاہے کریں، ایک ہاتھ میں رسی لی ایک ہاتھ میں چھری لی، بیٹے کو انگلی سے لگائے چل پڑے، راستے میں باپ بیٹا گفتگو کرتے جا رہے تھے، بیٹے نے کہا کہ ابو میری ایک بات مانیں گے؟

میرے جو خون آلود کپڑے ہونگے وہ میری والدہ کو دے دیجئے گا انہیں جب میری یاد آئے گی تو میرے ان کپڑوں سے دل بہلا لیں گی، دوسرا میرے ہاتھ پاؤں باندھ دینا اور الٹا لٹا دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے دیکھیں اور فطری محبت جوش کھائے اور آپ کا ارادہ متزلزل ہو جائے۔ جب راستے میں جا رہے تھے تو شیطان نے گھیرنے کی کوشش کی اور کہا کہ اے ابراہیم کیا کر رہا ہے؟ خواب تو خواب ہوتا ہے، اپنا فرزند بھی کبھی کسی نے ذبح کیا۔ تو انہوں نے کنکریاں اٹھا کر اس کو ماریں، آج جو حج میں ہم رمی کرتے ہیں یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں ماری تھی۔ اللہ تعالی کے ہاں ان کا یہ عمل اتنا مقبول ہوا کہ قیامت تک مسلمان ان کی اس ادا پر عمل کرتے ہوئے شیطان کو کنکریاں مارتے رہیں گے۔ آپ یہاں شیطان کو مارنے کی

نیت سے بڑے بڑے پتھر اٹھا کے مار لیں لیکن اس کی قبولیت نہیں ہوگی، اسی جگہ جا کر کنکریاں مارنا پڑیں گی تب حج پورا ہوگا۔

تھوڑا آگے چلے تو پھر شیطان کھڑا تھا۔ ابراہیم کیا کر رہے ہو؟ اتنا خوبصورت بچہ ہے آپ اسے ذبح کرنے لگے ہیں، آپ خواب پر عمل کرنے جارہے ہیں خواب تو خواب ہوتا ہے، حضرت ابرہیم علیہ السلام نے پھر شیطان کو کنکریاں ماریں، تیسری جگہ بھی ایسے کیا، آج بھی جا کر دیکھ لیں وہاں تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ یہ اس وقت سے اس جگہ کی نشانیاں چلی آرہی ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں ماری تھیں، جب شیطان ادھر کامیاب نہ ہوا تو لنگڑاتا ہوا بڑا ہمدرد بن کر مائی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مائی صاحبہ سے کہا کہ آپ کو پتا ہے کہ آپ کے لخت جگر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہاں لے کر جارہے ہیں؟ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ باپ ہے جدھر مرضی لے جائے۔ شیطان نے کہا کہ وہ تو ذبح کرنے کے لیے لے کر جارہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کبھی باپ نے بھی اپنے بیٹے کو ذبح کیا ہے؟ شیطان نے کہا کہ ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کریں۔ مائی صاحبہ نے جواب دیا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو میں ہزاروں اسماعیل قربان کرنے کو تیار ہوں۔ جب قربانی کا وقت آ گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ہاتھ پاؤں باندھے پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ہاتھ پاؤں کھول دیں ورنہ قیامت تک لوگ یہ سمجھیں گے کہ باپ ذبح کرنا چاہتا تھا اور بیٹا ذبح نہیں ہونا چاہتا تھا، اس لیے باندھ کر ذبح کیا انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی کہ کہیں بیٹے کا خون دیکھ کر میرے قدم ڈگمگا نہ جائیں اور چھری چلانا

شروع کی تو چھری کاٹ نہیں رہی تھی چھری کو پتھر پر بھی رگڑا کہ تیز ہو جائے پھر بھی چھری کاٹ نہیں رہی تھی۔ اسی اثناء میں اللہ نے جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ مینڈھا ذبح ہو گیا، جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ساتھ کھڑے مسکرا رہے ہیں اور مینڈھا ذبح ہوا پڑا ہے۔ اللہ نے ان عظیم باپ بیٹے کی قربانی قبول فرمائی اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے یہ لازم کر دیا کہ جو بھی استطاعت رکھتا ہو وہ سنتِ ابراہیمی کی یاد میں اللہ کی راہ میں قربانی کرے۔

براہیم علیہ السلام بہت بڑی بڑی آزمائشوں میں اپنی ثابت قدمی اور اللہ تبارک تعالیٰ پر بے انتہا توکل کی وجہ سے سرخرو ہوئے، اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے خلیل کی ہر اک ادا کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سنت بنا دیا، جیسا کہ ہمارا دین اسلام ہے اور ہم مسلمان کہلاتے ہیں، لفظ مسلمان کہاں سے آیا؟ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں واحد مسلمان ہوں یعنی میں اللہ کے مقابلے میں کسی کو نہیں مانتا، ہر شرک اور برائی سے ٹکرانے والا میں واحد مسلمان ہوں، مسلمان ہمارے بابا جی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا خطاب تھا اس سے پہلے یہ لفظ استعمال نہیں ہوا تھا، یہ خطاب اللہ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کو ملا، خانہ کعبہ کو جو عزت ملی وہ بھی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی وجہ سے کہ یہ میرے دوست ابراہیم کا بنایا ہوا مکان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا دین ملت ابراہیمی ہے، وہ کیسے؟ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا ختنہ کیا جاتا ہے تو یہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، پہلے انہوں نے ختنہ کیا، جب مرے تو نماز جنازہ میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر درود پڑھو، ہم جو

قربانی کرتے ہیں وہ بھی سنت ابراہیمی علیہ السلام ہے، ہم جو حج کر رہے ہیں وہ بھی سنت ابراہیمی ہے یہ انہی کا بنایا وہ مکان ہے۔ اس طرح ہمارا دین ملت ابراہیمی ہے کہ قدم قدم پر ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کی جاتی ہے۔

نیکی صرف اللہ کی رضا کے لیے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! بچپن سے ہم ایک بات سنتے آئے ہیں کہ بندہ رکھا ہوا کام آہی جاتا ہے بندہ نہیں گنوانا چاہیے، یہ بات بالکل شریعت کے منافی ہے اور جو بات شریعت کے خلاف ہے وہ آپ کو فائدہ کیسے دے سکتی ہے؟ آپ آزما کر دیکھ لیں جس بندے کے ساتھ بھی آپ یہ سوچ کر نیکی کریں گے کہ وہ آپ کے کام آئے گا آپ اس سے اپنی نیکی کا صلہ چاہیں گے وہ بندہ کبھی نہ کبھی آپ کو ذلیل ضرور کردے گا۔ جس کسی کے ساتھ بھی نیکی کریں اس کے پیچھے مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا ہو۔ جو نیکی لوگوں کے ساتھ اللہ کا بندہ سمجھ کر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی سمجھ کر کریں گے اس کا اجر بھی ملے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس سے نیکی کرو اس کے شر سے بچو" اس کے پیچھے وجہ یہی ہے کہ آپ نے اگر نیکی کر کے اس سے توقعات وابستہ کرلیں اور وہ بندہ ان پر پورا نہ اتر سکا تو آپ ضرور جتلائیں گے کہ میں نے تمہارے لیے یہ یہ کیا۔ جب نیکی کو جتلائیں گے تو نیکی کا اجر جو اللہ کی طرف سے ملا تھا وہ ضائع ہو جائے گا، اسی لیے کہتے ہیں نیکی کر دریا میں ڈال۔

دو باتیں ہمیشہ بھول جائیں اور دو باتیں کبھی نہ بھولیں، " اپنی نیکی اور کسی دوسرے زیادتی ہمیشہ بھول جائیں، اور دوسرے کی نیکی اور اپنی زیادتی کبھی نہ بھولیں" اپنی نیکی کا اجر کسی سے نہ چاہیں، لوگوں پر احسان ضرور کریں، ان کے ساتھ

نیکی ضرور کریں مگر اس کا صلہ اللہ کے سوا کسی سے نہ چاہیں۔اگر کوئی آپ سے زیادتی کرتا ہے تو اسے معاف کردیں اور بھول جائیں، دوسرے کی نیکی یاد رکھیں اور اس کے شکر گزار رہیں، اگر آپ سے کسی کے ساتھ زیادتی والا معاملہ ہو جائے تو اس کا فوراً ازالہ کرنے کی کوشش کریں، نہیں تو اللہ کی طرف سے اس کی سزا کے لیے تیار رہیں۔

شانِ بندگی، نماز اور معراج

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف ناموں سے مخاطب کیا۔کسی جگہ اے لوگو!، کسی جگہ اے مومنو!، کسی جگہ اے ایمان والو! اور کسی جگہ میرے بندو، ہر آدمی اللہ کا مقرب نہیں ہوتا یہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں، انسان تو سارے اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں لیکن یہ جو میرے بندوں والی بات ہے خاص بات ہے۔اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے!

" پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو، راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے" (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر:1)

اللہ تبارک تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا خاص بندہ کہہ کر معراج کا ذکر کیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا خاصہ ہے جو کسی دوسرے انسان کو نصیب نہیں ہوا کیونکہ معراج کے موقع پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدار الٰہی نصیب ہوا۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کی بندگی سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں ہوسکتا۔بندگی کے ساتھ معراج کا ذکر ہے اور معراج کا نماز کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے، نماز کو دین کے تمام ارکان میں

ایک خاص مقام حاصل ہے، سارے کا سارا دین اور اس کے احکامات زمین پر نازل ہوئے، حضرت جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے حکم سے اسلام کے احکامات لے کر زمین پر تشریف لاتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے لیکن جب نماز کا معاملہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ آپ میرے پاس آسمانوں پر تشریف لائیں۔ معراج سیر کو کہتے ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات کی سیر بھی کروائی اور اپنے دیدار کا شرف بھی عطا فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمان ومکان کی حدود سے گزر کر اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے پوچھا کہ اے میرے پیارے نبی! میرے لیے کیا لے کر آئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عاجزی لے کر آیا ہوں انکساری لے کر آیا ہوں اور فرمایا!

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ"

یعنی !"تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں"۔ جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ."

یعنی اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ"، یہ واحد معرفہ کے لیے ہے، تو میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کا خیال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ."

یعنی "تمام صالحین بندوں پر سلام ہو" اللہ نے واحد کا سیغہ استعمال کیا

صرف نبی ﷺ کے لیے اور نبی ﷺ نے جمع کا صیغہ پوری امت کے صالحین کے لیے استعمال کیا۔ پھر اللہ نے نماز کا تحفہ دیا اور تمام مسلمانوں پر دن میں پانچ مرتبہ نماز فرض کی گئی۔ تو نماز ایسی عبادت ہے جو معراج کے موقع پر عطا کی گئی اور نماز کو مومن کی معراج قرار دیا گیا۔ جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے پوچھا کہ اے نبی میرے لیے کیا لے کر آئے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عاجزی لے کر آیا ہوں، اور وہاں آپ کو نماز عطا کی گئی یعنی اگر نماز میں عاجزی نہیں تو وہ نماز نہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

"اے نبی ان سے کہہ دیجے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا"

اس سے پتہ چلا کہ نبی ﷺ کی اتباع ہی عبادت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ بندوں کو نبی و رسول بنا کہ بھیجا ان کی توقیر و تعظیم کرنا اور ان کی پیروی کرنا ہم پر فرض ہے۔ فرض کریں کہ کوئی نبی ﷺ کو نہیں مانتا اور کہے خدا کو مانتا ہوں اس طرح تو سارے غیر مسلم بھی خدا کو مانتے ہیں۔ دنیا کا شاید کوئی ایک مذہب ہے جو خدا کے وجود سے انکار کرتا ہو باقی ہر مذہب خدا کو مانتا ہے لیکن ہم کافر اسے کہتے ہیں جو نبی ﷺ کا انکار کرے۔ اللہ کو ماننے والا اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ رسالت کو نہیں مانتا اور تابع رسول نہیں ہوتا۔

اسلامی احکامات کی اصل حقیقت نبی ﷺ کی پیروی ہے۔ ہم نماز پڑھیں لیکن اس کے پیچھے پیروی رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کی نیت نہ ہو تو وہ نماز مقبولیت حاصل نہیں کر سکے گی۔ اگر آپ کے دل میں نبی ﷺ کی محبت نہیں اور

ان کی پیروی کا شوق نہیں تو نماز میں بھی وہ سرور اور لذت حاصل نہیں ہوگی۔ جو نماز تابع رسول ہو کر پڑھی جاتی ہے وہی اصل نماز ہے۔قرآن میں نماز پڑھنے کا صرف حکم آیا ہے نماز کا طریقہ ہمیں میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے اور عملی طور پر نماز پڑھ کر پوری امت کو دکھائی اور اسی طریقے کا ہمیں بھی حکم دیا گیا۔

جو لوگ نماز دھیان کے ساتھ پڑھتے ہیں انہیں نماز میں اس بات کا احساس ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔دن میں پانچ دفعہ نماز ادا کرنے والا آہستہ آہستہ اس دھیان کا عادی ہونے لگتا ہے۔نماز کے بعد جب عام زندگی میں بھی وہ کوئی گناہ کرنے لگے گا، غصہ کرنے لگے گا یا کوئی بھی اور گناہ تو اسے احساس ہوگا کہ اللہ دیکھ رہا ہے اس طرح اللہ تعالی کے قرآن میں اس بیان کے مطابق پورا اترنا شروع ہو جاتا ہے کہ نماز برائی سے روکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (سورۃ العنکبوت)۔اگر نماز ادا کرنے کے باوجود اس کے نفس کا تزکیہ نہیں ہو رہا تو اس کو سوچنا چاہیے کہ اس کی نماز میں کیا کمی ہے۔نمازی جس طرح نماز میں اللہ کو حاضر ناظر جانتا ہے بقیہ زندگی میں بھی وہ اسی طرح اللہ کو حاضر ناظر جاننا شروع ہو جاتا ہے۔

یعنی جب اللہ سے محبت ہوتی ہے تو انسان ہر وقت نماز کی سی کیفیت میں ہوتا ہے گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، وہ نہیں دیکھ رہا تو یہ احساس تو پوری طرح غالب ہوتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔جب بھی کوئی گناہ کرنے لگے گا تو اسے یاد آجائے گا کہ کہ میرا پروردگار دیکھ رہا ہے تو وہ رک جائے گا۔جھوٹ گناہوں کی ماں ہے، جھوٹ بولنے والے

کے باقی نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں جھوٹ بولنے لگے گا تو رک جائے گا اور اسے احساس ہوگا کہ میرا پروردگار سن رہا ہے وہ تو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ اس سے کیا پتہ چلا کہ بے حیائی اور برائی سے روکنے کا بہت بڑا ذریعہ نماز ہے۔

تمام عبادات کا مقصد انسان کے نفس کو مزکی کرنا ہے۔ اللہ والے ذکر بھی اسی لیے کرواتے ہیں۔ سانس کے ساتھ ذکر کرنے سے نفس کمزور پڑتا ہے سانس اندر کرے تو اللہ اور باہر نکالے تو ہو کی ضرب سے دل کو جگاتے رہیں روح کو بیدار کرتے رہیں۔ روح امر ربی ہے روح میں کوئی نقص نہیں، جب روح زندہ ہوتی ہے تو وہ ہمارے جسم پہ غالب آجاتی ہے تو برائی اور تمام خصائلِ رذیلہ زائل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت آپ کو کسی نبی کے دیدار کے لیے کوئی وظیفہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی دیکھ لیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کر لیں۔

سب سے پہلے ہمیں اس نفس کو مزکی یعنی پاک کرنا ہے جو ہمارے جسم کے اندر ہے۔ برائی بدن کی خواہشات سے جنم لیتی ہے اگر آپ کے بدن پہ روح غالب آجائے گی تو وہ برائی کی طرف جانے ہی نہیں دے گی۔ جب ہم غلط راستے کے مسافر ہی نہیں ہونگے، صرف صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں گے، نہ رکیں گے نہ بھٹکیں گے تو منزل کی جانب بڑی تیزی سے بڑھیں گے۔ اللہ کی محبت اور اسکے قرب میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا جائے گا۔ محبت الٰہی اسی وقت حاصل ہوگی جب آپ کی رسائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک ہوگی۔ پہلے دیدار رسول ہوگا اس کے بعد جو چاہے دیکھیں۔ جہاں سے دین کی ابتداء ہوئی تھی وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے، تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو دیکھیں اور ساری کائنات کی بھی سیر کریں۔ یہ معراجُ المومنین کہلائے گی۔ نبیوں کو جو معراج کروایا جاتا

ہے اس کا اپنا مقام ہے مومن وہ معراج نہیں کر سکتا۔

اقرار بالسان تو ہم کر دیتے ہیں لیکن تصدیق بالقلب تو تب ہی ممکن ہے جب وہ سب کچھ ہم دیکھ بھی لیں جو ہم نے سنا یا جو کچھ قرآنِ مجید میں بیان ہو رہا ہے اس کے بغیر تصدیق بالقلب ممکن ہی نہیں۔ اگر ہم مسلمان سے آگے بڑھ کر مومن بن جائیں اور اس طرح نماز ادا کریں جس کا اللہ نے حکم دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ادا کر کے دکھائی تو یقیناً ہماری نماز ہی ہمیں ہماری معراج تک پہنچا دے۔ اگر مومن کی معراج کا کوئی وجود ہے تو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز کے ذریعے اس تک پہنچنے کا اشارہ دیا۔

فرمایا کہ لوگ آ کر کہتے ہیں ہماری فلاں چیز گم ہوگئی ہے پیر صاحب ہمیں بتائیں کہ وہ کہاں ہے؟ اللہ اہل نظر کو باطنی نظر اس لیے عطا نہیں کرتا کہ وہ لوگوں کی گم شدہ اشیاء تلاش کر کے دیں اور نہ ہی دنیا کے مطلقہ امور کے لیے، ان کو باطنی بصیرت لوگوں کی اصلاح اور ان کا تزکیہ کرنے کے لیے عطا کی جاتی ہے۔ اگر انسان صرف اور صرف اللہ کے لیے اپنی خواہشات کو چھوڑ دے اور اپنے نفس کو مزکی کر لے تو میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے کہے کہ قبر والوں کے حالات جاننا چاہتا ہوں تو اللہ وہ بھی دکھا دے گا۔ مگر جس انسان کو اللہ دکھائے گا وہ سرِعام ان باتوں کا نہ ہی اظہار کرے گا نہ اللہ کے رازوں سے پردہ اٹھائے گا اور نہ لوگوں کو دنیا داری کے معاملات میں بتاتا پھرے گا کہ فلاں نے تم پہ جادو کروایا ہے، فلاں نے تمہارا زیور چرایا ہے، فلاں تم سے بغض و حسد رکھتا ہے۔ اللہ کا بندہ بنتا ہی وہ ہے جو ان رازوں کو راز رکھنے کا اہل ہو۔

علم حاصل کرنا بہت اچھی چیز ہے لیکن یہ جو میں بات کر رہا ہوں یہ علم کتابیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر آپ اس علم کے ذریعے خود کو برائیوں سے بچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنے نفس کے غلبہ سے نجات پا لیتے ہیں، خود کو پاک کر لیتے ہیں تو پھر اس علم کا فائدہ ہے اور بات بن سکتی ہے۔

لوگ اللہ کو پانے اور اس تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے اور جو اس مقصد کے حصول میں کامیاب ہو گئے ہیں، جن کو اللہ کا قرب حاصل ہو گیا اور جن کی باطنی آنکھ کھل چکی ہے، انھیں تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، باطن کی آنکھ تو اسی کی کھلے گی جس نے اپنے نفس پر محنت کی اور اسے مزکی کیا۔

اگر کسی کا ناک ہی بند ہو تو اسے خوشبو کہاں سے آئے گی، پاس بیٹھے لوگ کہیں گے کہ ہمیں تو خوشبو آ رہی ہے لیکن بند ناک والا یہی کہے گا کہ مجھے تو خوشبو نہیں آ رہی سب لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ جیسے بھونڈ اور بھور دونوں کی شکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ قد جسامت بھی ایک ہے دیکھنے میں دونوں بھائی نظر آتے ہیں لیکن ایک پھولوں پہ بیٹھ کر خوشبو سے لطف اندوز ہوتا ہے اور دوسرا گندگی اور جانوروں کے فضلے کی گولیاں بناتا ہے۔ ایک دن دونوں کی ملاقات ہوئی تو بھور نے بھونڈ کو بتایا کہ میں تو پھولوں میں رہتا ہوں جہاں ہر وقت خوشبو ہی خوشبو ہوتی ہے۔ بھونڈ نے کہا چلو آج مجھے بھی ساتھ لے چلو میں بھی دیکھوں کہ پھولوں کی خوشبو کیسی ہوتی ہے؟ وہ اسے ساتھ لے گیا مگر اسے کسی بھی پھول سے کوئی خوشبو نہ آئی، کہنے لگا کہ تم جھوٹ بولتے ہو مجھے تو کسی پھول سے خوشبو نہیں آ رہی، پھولوں میں خوشبو ہوتی ہی نہیں۔ بھور نے کہا کہ ذرا منہ کھولو، جب اس نے دیکھا تو بھونڈ نے گندگی کی گولی بنا کر منہ میں رکھی ہوئی تھی، اسے خوشبو

کہاں سے آتی؟

ہمارے اندر بھی ایک ناپاک وجود بستا ہے جو انسان کو ہر لمحہ اللہ کی نافرمانی کی طرف اکساتا ہے۔ جب تک ہم اندر کا ناپاک وجود باہر نہیں نکالیں گے اس وقت تک ہماری رسائی پاک ہستیوں اور پاک روحوں تک کیسے ہوسکتی ہے۔ وہ سب کچھ تو تبھی نظر آئے گا جب ہم باطن کے لحاظ سے پاک ہو جائیں گے۔ جو لوگ خود اس رستے پر نہیں چلتے اور نفس کو مزکی نہیں کرتے انھیں کچھ نظر نہیں آتا تو وہ ان لوگوں پہ تنقید کرنا شروع کر دیتے ہیں جنھوں نے ساری زندگی اللہ کی رضا کے حصول میں بسر کر دی۔ لوگ بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ روحانیت کچھ بھی نہیں یہ سب باتیں ہیں، کچھ نہیں نظر آتا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کوشش کر کے اس مقام تک پہنچیں جہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے تو آپ بھی دیکھ لیں، وہاں کوئی جاتا ہی نہیں۔ جس کی دوڑ صرف دنیا کے حصول کے لیے اور دنیاوی خواہشات پورا کرنے کے لیے ہے اور جن لوگوں کا جینا مرنا سب دنیا کے لیے ہے وہ ان لوگوں پر تنقید کر رہے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنا جینا مرنا سب اللہ کے لیے نہ صرف وقف کیا ہوا ہوتا ہے بلکہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک اللہ کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔

میں سارا سال ادھر بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہوں کہ کوئی اللہ کی تلاش والا ادھر آئے لیکن ادھر جو لوگ بھی آ رہے ہیں، کوئی ویزے اور کوئی اولاد کے لیے دعا کروانے آ رہا ہے، کوئی شادی کے لیے آ رہا ہے، کوئی کاروبار میں اضافہ چاہتا ہے۔ میرا جگر چور چور ہو گیا ہے کہ لوگوں میں اللہ کی طلب ہی نہ رہی، کوئی یہ کہنے والا نہیں آ رہا کہ مجھے اللہ سے ملا دیں مجھ سے میرا اللہ راضی ہو جائے۔

ہم عبادت اور وظائف بھی دنیاوی خواہشات کے حصول کے لیے کرتے ہیں ایسی عبادت جس کے دوران دل میں ہزاروں خواہشیں بھی موجود ہوں، عبادت میں شمار نہیں ہوگی۔ اصل اور حقیقی عبادت گزار تو وہی بن سکے گا جس کے دل میں اللہ کے سوا اور کوئی خواہش باقی نہ بچے، جو خالص اللہ کی رضا کے لیے عبادت کرتے ہیں ان کا قلب مزکی بھی ہو جاتا ہے۔ جب دل پاک ہو جاتا ہے تو پھر کسی ایک کی نہیں بلکہ تمام انبیاء کی زیارت کریں بلکہ انبیاء کے ساتھیوں کو بھی دیکھ لیں۔ اسے کہتے ہیں معراجُ المومنین۔

میرے دوستو! جب تک اندر سے گندگی کی گولی نہ نکالیں گے، خواہشات کو ختم نہ کریں گے، عورت کو دیکھا تو عورت پر لپک پڑے، مال دیکھا تو مال کے لیے جی للچانے لگا، کسی کو مدد کی ضرورت ہے تو نفس کے ہاتھوں اس سے انکاری ہیں، کوئی بھوکا کھانا مانگنے آیا تو اسے کہہ دیا کہ ہٹا کٹا ہے جا کہ خود کما کے کھاؤ۔ اگر آپ کے پاس اسے دینے کو پیسے نہیں ہیں تو اس کی عزت نفس بھی پامال نہ کریں، اگر آپ کو پتا ہو کہ یہ نشہ کرے گا تو اس کو ہرگز نہیں دینے چاہییں کہ وہ ان پیسوں سے نشہ کرے گا مگر کھانا ضرور کھلا دیا کریں۔

ہماری نماز ہمیں برائیوں سے کیوں نہیں روکتی

اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا!

"بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے اور اللہ ہی کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو" (سورۃ العنکبوت آیت نمبر:45)

"قرآن کریم میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "قد افلاح

من تزکی " فلاح پائی اس شخص نے جس نے اپنے من کو پاک کیا " من کو پاک کرنے کا طریقہ بھی قرآن پاک ہی نے بتایا دیا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو اور نماز ادا کرتے رہو" قرآن پاک کے تو سارے وعدے سچے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ سارے احکامات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اگر ہم نماز پڑھیں اور ذکر کثرت کے ساتھ نہ کریں تو بھی بات نہیں بنے گی اگر ذکر کر رہے ہیں لیکن نہ نماز میں دھیان ہے، نہ ذکر میں تب بھی بات نہیں بنے گی۔ اللہ کا مقرب اور خاص بندہ بننے کے لیے دین میں پورے کا پورا داخل ہونا لازمی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کرنا ہوگی۔

دوسرا قابل غور پہلو یہ ہے کہ قرآن پاک کی حقانیت میں تو کوئی شک نہیں ہو سکتا اگر اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے نماز برائی سے روکتی ہے تو ہماری نماز میں وہ کونسی کمی ہے جو ہمیں نہ غصے سے روک پاتی ہے نہ فحش گفتاری سے ایک حدیث پاک کا بھی مفہوم ہے کہ "نماز مومن کی معراج ہے" قرآن پاک فرما رہا ہے نماز برائی سے روکتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں نماز مومن کی معراج ہے تو ہم نماز پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو جاتے ہیں ہمارے ماتھوں پہ سجدوں کے نشانات پڑھ جاتے ہیں لیکن ایک بھی فطری برائی جو بچپن یا جوانی سے ہمارے اندر موجود ہے اسے دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو پاتے بلکہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی حرص وحوس اور لالچ غرض ہر برائی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کو عوام الناس نے دین کا حصہ سمجھا ہی نہیں اور یہ کبھی سوچا ہی نہیں کہ جو ہم نماز ادا کر رہے ہیں اس کے ذریعے ہماری روحانیت بیدار ہو سکتی ہے اور روحانیت والے لوگ ہی اپنے نفس کو

سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں باقی سب بس نماز کو فرض سمجھ کر اٹھک بیٹھک کر دیتے ہیں۔ نماز میں ہمارا دھیان اللہ کی طرف نہ ہونا سب سے بڑے نقصان کی بات ہے۔

نماز کس کے لیے پڑھی جاتی ہے؟ آپ کا جواب ہوگا اللہ کے لیے آپ ایک بات پر ذرا غور فرمائیں کہ آپ کسی انسان سے کوئی گفتگو کر رہے ہوں اور آپ کو محسوس ہو کہ اس کی توجہ آپ کی بات میں نہیں تو آپ کو کیسا محسوس ہوگا؟ ایک عام انسان یہ بات برداشت نہیں کرتا کہ وہ جس سے بات کر رہا ہو اس کا دھیان اور توجہ اس کی بات میں نہ ہو۔ تو وہ مالک کائنات اور تمام جہانوں کا پالنے والا عالی شان اور بے نیاز ہے وہ اس بات کو کیسے پسند کرے گا کہ اس کا بندہ یا بندی اس کے سامنے کھڑے ہیں اور سوچ وہ اپنے کاروبار اپنے گھر اپنی اولاد کے بارے میں رہے ہیں۔ قران پاک کے وعدے تو آج بھی وہیں ہیں لیکن ہم ان برکات اور رحمتوں سے کماحقہٗ فائدہ نہیں اٹھا پا رہے۔ دنیا کے امور پر ہی توجہ کر کے دیکھ لیں کہ انسان کا جس کام میں دھیان نہیں ہوگا اس کام میں کبھی بھی وہ خوبصورتی پیدا نہیں ہو سکے گی جو اس کی بانسبت توجہ اور دھیان سے کیا گیا ہو۔ بلکہ بعض اوقات بے توجہی سے بہت سارے کام خراب ہو جایا کرتے ہیں۔ ہمارا دین اور ہماری عبادات بھی ہم سے ہماری پوری کی پوری توجہات اور ترجیہات طلب کرتے ہیں۔ جو اپنی ساری توجہات اور ترجیہات کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف مبذول کر دیتے ہیں وہ نہ صرف اپنا تزکیہ کر لیتے اور اپنی معراج کو پہنچ جاتے ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پا لیتے ہیں جو ایک بندۂ مومن کی زندگی کا اصل مقصد اور حصول ہے۔

اگر ہم نماز توجہ کے ساتھ ادا کریں لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے نہ کریں تو بھی

ہمارا تزکیہ ممکن نہیں۔ بلکہ عام نماز کے علاوہ ذکر نہ کرنے کی وجہ سے نماز میں بھی ہمیں وہ توجہ حاصل نہیں ہو پاتی جو مطلوب ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے سے دل پر مختلف کیفیات کا نزول ہوتا ہے جو قرب الٰہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اللہ کے ذکر سے انسان کی توجہات اور ترجیحات خود بخود تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ جو انسان ہر وقت اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں رہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نماز میں وہ اللہ کے سوا کسی اور کو یاد کرے۔ اور جو انسان اللہ کو نماز کے علاوہ یاد نہ کرے ہر وقت دنیاوی معاملات میں محو رہے تو نماز میں کیسے وہ اللہ کو سوچ سکتا ہے کیونکہ نماز کے وقت وہی دماغ اور دل ہوتے ہیں جو دنیا کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں۔ اگر آپ واقعی میں اللہ کے چنے ہوئے بندوں میں شمار ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی ساری زندگی کی ترتیب اللہ کی رضا کے حصول کے مطابق مرتب کرنا ہوگی۔ جس میں واقعی آپ اللہ کو بتا سکیں کہ بے شک اللہ کا ذکر اور اس کی یاد آپ کے لیے سب سے افضل ہے۔ پھر نماز کے لیے اللہ اکبر کہہ کر جب آپ ہاتھ باندھیں گے تو تسکین اور رحمت کا نزول ساتھ ہی شروع ہو جائے گا۔ آپ کو زبردستی توجہ اللہ کی طرف نہیں کرنا پڑے گی۔ بلکہ اللہ کی رحمت اور فضل کا سایہ آپ پر ایسا ہوگا کے آپ اپنی نماز کی معراج کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔ اللہ کے ذکر توجہ کے ساتھ نماز اور اللہ کی رضا میں راضی رہنے کی بدولت آپ کو اپنی معراج نصیب ہو جائے گی۔

نماز میں خشوع وخضوع اور معراج

نماز دل سے پڑھیں اور اندر سے جھک کر اللہ کے سامنے سجدہ کریں، صرف اٹھک بیٹھک نہ کریں، اگر اللہ کو حاضر ناظر بھی جانا ہو اور نماز میں خیالات بھی دوسرے آرہے ہیں تو پھر اللہ کے حاضر ناظر ہونے کا کامل یقین تو نہ ہوا، اگر یہ پتا ہو کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اگر میں بات آپ سے کر رہا ہوں اور توجہ کسی دوسرے کی طرف ہو تو آپ کیا کہیں گے کہ کیا کر رہا ہے، آپ اسے پسند نہیں کریں گے، وہ تو خالق کائنات ہے وہ کیسے پسند کرے گا عبادت اس کی کر رہے ہیں اور سوچ کسی اور طرف ہے۔

نماز کا مختصر طریقہ بھی سن لیں نماز میں چار فرائض ہیں اور ان میں سے پہلا فرض تکبیر اولیٰ ہے یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگانا، کانوں کو ہاتھ لگانے کا مطلب کیا ہے کہ میں توبہ کرتا ہوں اور توبہ کا مطلب ہے کہ رجوع کرتا ہوں اور رجوع کس کی طرف ہے اللہ اکبر یعنی اللہ کی طرف، جو سب سے بڑا ہے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ ناف کے مقام پر باندھ لیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بتایا ہوا طریقہ ہے اس کے پیچھے حکمت کیا ہے کہ ہاتھ نہ اوپر نہ نیچے، نہ پیچھے باندھنے ہیں اور کئی تو ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں، سرے سے باندھتے ہی نہیں ہیں، دونوں ہاتھ ناف کے مقام پر باندھنے کی حکمت کیا ہے؟ یہ جو ناف ہے یہ دونوں نفسوں کا مرکز ہے نیچے بے حیائی اور اوپر لالچ اور ہوس، ناف پر ہاتھ باندھ کر اصل میں اللہ سے یہ دعا ہے کہ اللہ مجھے ان دونوں کی شرارتوں سے محفوظ فرما۔ تو ان دونوں نفسوں کی شرارتوں سے بچنے کی نیت کرتے ہوئے قیام میں جو نماز کا دوسرا فرض ہے اللہ کی حمد وثنا بیان کریں، اس کے بعد تیسرا

فرض یعنی رکوع ہے تو جب رکوع میں جھکیں گے تو نظر دونوں پیروں کے انگوٹھوں پر ہوں کیونکہ زندگی سے موت کی طرف سفر یہیں سے شروع ہوگا، تو اے اللہ! اس وقت میری مدد فرمانا، اللہ کی پاکی بیان کریں کہ پاک ہے تو سب سے بڑا اور عظیم اور عالی شان رب۔ پھر جب کھڑے ہوں گے تو سمع اللہ لمن حمدہ یعنی سن لیتا ہے تو جب تیری حمد کی جائے، رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں جو کہ واجب ہے اگر رکوع کے بعد سیدھے کھڑے نہ ہوئے اور سجدے میں چلے گئے تو یہ واجب ترک ہوگیا اس سے نماز نہیں ہوگی۔ پھر سجدے میں جائیں جو چوتھا فرض ہے اور اپنا سر اور ناک جس کو انسان اپنی عزت و عظمت کی نشانی سمجھتا ہے زمین پر رکھ دیں کہ سب عزتیں اور عظمتیں اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے قربان، سجدے کے بعد التحیات میں بیٹھیں تو خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین میں بیٹھا ہوا تصور کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کر کے اپنے والدین اور تمام امت کے لیے دعائے مغفرت کریں اور سلام پھیرتے ہوئے نماز کو ختم کریں۔

نماز کو ٹھیک طریقے سے ادا کریں اور دنیا کی خواہشات سے پاک ہو کر ادا کریں۔ زندگی میں ایسا لطف اٹھائیں کہ اگر اس حالت میں مر گئے اور کوئی انسان جنازہ اٹھانے والا نہ ہوا تو اللہ کی اور بھی بہت سی مخلوقات ہیں وہ تنہا نہیں چھوڑے گا اپنی کسی اور مخلوق کو بھیج کر جنازہ اٹھوا لے گا۔ اللہ کی ایسی مخلوقات ہیں جو آپ کی نظر سے پوشیدہ ہے وہ آپ کو نظر کیسے آئیں گے جب آپ کا تعلق اس سے ہو جائے گا، جس کی یہ ساری کائنات ہے اور تمام مخلوقات کا رب ہے اور جب نظر اس سے مل جائے گی اور نظر کامل ہو جائے گی تو پھر نور الٰہی سے بابا جی آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تک سب انبیا کو دیکھ لیں گے۔

بے وفا دنیا کی دوستی چھوڑ دیں

آپ فرماتے ہیں! آج کل حقیقت کا درس دینے والے اہل تصوف نا پید ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ تصوف تو ہم سے پہلے زمانے میں تھا آج تو اس کا صرف نام رہ گیا ہے، سوچیں کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج سے ایک ہزار سال پہلے کے زمانے میں کہہ رہے ہیں کہ تصوف کا صرف نام رہ گیا ہے تو آج کیا حال ہوگا۔

اہل تصوف کی تو شان ہی نرالی ہے، زندہ ہوتے ہیں تو بھی لوگوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں اور جب اس دنیا سے چلے جاتے ہیں تو بھی اللہ ان کا ذکر بلند رکھتا ہے ان کے مزاروں پر ہر وقت اللہ کا ذکر اور قرآنِ کریم کی تلاوت ہوتی رہتی ہے، مزہ تو ایسی زندگی کا ہے اس فانی زندگی کو کل بھی چھوڑنا ہی تو اسے آج ہی چھوڑ دیں ہر خواہش کو ایک طرف کر دیں اور اندر ایک اللہ ہی کی محبت رہے اس کے سوا کوئی محبت باقی نہ رہے، جیسے وہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کے دل میں بھی غیر کی محبت نہ رہے، محبت غیر سے بچیں جو کچھ اللہ آپ کو دیتا ہے اسے اپنا نہ سمجھیں، اسے اللہ ہی کا سمجھیں اللہ ہی کی مخلوق پر خرچ کر دیں۔ اللہ کی مخلوق پہ خرچ کرنے میں ہی اللہ کی رضا ہے، اللہ کی تمام مخلوقات کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے میں ہی اللہ کی رضا ہے، میں ایمان کی پوری قوت سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے اگر بکری کی گردن پر بھی شفقت سے ہاتھ پھیرا تو خدا نظر آیا۔

ہمارے اور اللہ کے درمیان رکاوٹ یہ دنیا کی خواہشات ہیں وہ دور ہوں گی تو

اللہ کا قرب ملے گا۔ دنیا تو بے وفا ہے سب چھوڑ جاتے ہیں کوئی زیادہ وفا کرے گا تو اٹھا کر قبر تک لے جائے گا لیکن قبر کی منزل میں تو اکیلے ہی جانا پڑے گا کہ کون کام آئے گا؟ صرف محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبت الٰہی کام آئے گی، اس کے علاوہ کوئی کام نہیں آئے گا۔

مزید فرمایا کہ "اطیع اللہ واطیع الرسول" یہ ایک ہی چیز ہے ایک ہی چیز کے دونام ہیں جیسے آنکھیں دو ہیں لیکن نظر تو ایک ہی آتا ہے یہ تو نہیں کہ آنکھیں دو ہیں تو نظر بھی دو دو آئیں، دو تب نظر آئیں گے جب نظر خراب ہو گی۔ دورنگی میں خرابی ہے یک رنگی میں ہی عافیت ہے۔

دو رنگی خوب نئیں یک رنگ ہو جا
سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

دورنگی چھوڑ دیں گے تو کام بن جائے گا ورنہ کام نہیں بنے گا۔ میں اسی سال کا مسافر ہوں جو تنکا تنکا مجھے اپنے مرشد کی رہنمائی، اللہ کے فضل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت سے میسر آیا ہے وہ بیان کیا ہے، اپنے پاس سے ایک لفظ بھی بیان نہیں کیا، مجھے آتا ہی کچھ نہیں لیکن ایک بات ہے جب وہ کسی کا سینہ کھول دیتا ہے۔ "یشرح صدرہ للاسلام" جب وہ کھول دیتا ہے سینہ واسطے اسلام کے، تو اسے وہ کچھ نظر آتا ہے اور وہ کچھ جانتا ہے جو نہ کبھی کسی کتاب سے پڑھا ہو گا نہ کسی سے سنا ہوگا، نہ کہیں دیکھا ہو گا، وہ جب اور جسے چاہتا ہے جو چاہتا ہے دکھاتا ہے، وہ کسی قاعدے یا قانون کا پابند نہیں ہے۔ قاعدے اور قانون کی پابندی (شریعت کی پابندی) تو ہمارے لیے ہے، وہ تو علی کل شیءٍ قدیر ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ جو

چاہتا ہے ہو جاتا ہے، کن فیکون، ہو جا اور ہو جاتا ہے، تو اس کی دوستی اختیار کریں، اتنے بڑے مالک کائنات کی دوستی چھوڑ کر اس دنیا کی بے وقعت اور فضول دوستی اختیار کیوں کرتے ہیں؟ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

میں نے دنیا کی دوستی کو کو خوب جانچ لیا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ بے وفا ہے۔ بڑے اچھے دوست ہوں ایک پلیٹ میں کھانا کھاتے ہوں مگر ہو سکتا ہے دو ہزار روپے کا تنازع ہو جائے تو ایک دوسرے کا گریبان پکڑ لیں۔ ایک وہ اللہ ہے ہمارے ہزاروں لاکھوں عیب دیکھ کر بھی شام کو کھانا دیتا ہے، رات دن ہم اس کی نافرمانی کریں، اس کی حکم عدولی کریں لیکن شام کو عیش وعشرت سے ہمیں کھانا کھلاتا ہے، چاہے کافر ہو چاہے مسلمان ہو تب بھی کیونکہ وہ سب کا خالق و مالک اور رازق ہے۔

تو میرے دوستو! اس ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرنے والے کی دوستی چھوڑ کر اس دنیا کی فضول دوستی میں ڈوب جانا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے نام پے وقف کر دیں۔ ہم تو یہ پڑھ رہے ہیں کہ جس کا سایہ نہیں اس کا ثانی کہاں؟ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا، لیکن میں نے تو جدھر دیکھا کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس پہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہو۔ کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جس پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں ہے بلکہ جس چیز پہ ان کا سایہ نہیں وہ چیز ہی نہیں ہے، اس سائے کی ٹھنڈک ہمارے دلوں کو بھی پہنچے گی ان سے دوستی لگا کر تو دیکھیں۔

اللہ سے ڈرنے اور فلاح پانے والے لوگ

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے!

"اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ اور محنت کرو اللہ کی رضا کے لیے تاکہ تم فلاح پاؤ"

اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے، یہ بات ذرا فلسفے کی ہے اور سمجھنے کی ہے کہ جس سے ڈرا جائے جس سے خوف اور خطرہ ہو، کیا اس سے محبت ہو سکتی ہے؟ جس سے ڈر ہو ہر کوئی اس سے دور بھاگتا ہے، ہمیں اللہ سے محبت کرنی ہے اور اس کی ناراضگی سے ڈرنا ہے اور ایسے اعمال سے بچنا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں، ہم نے قربِ الٰہی کے حصول کے لیے محنت کرنی ہے اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرنا ہے، اللہ تک پہنچنے کا سب سے بڑا وسیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے اور اللہ کے صالحین ہیں انہی کے نقشِ پا کی راہنمائی اور تصدق سے اللہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔" انعمت علیہم " وہ جن پر اللہ کا انعام ہوا، اور ساری محنت اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ہونی چاہیے، جب اللہ کی رضا مل جائے گی تو بندے کی ہر ادا بارگاہ الٰہی میں منظور ہو جائے گی اور ایسے بندے سے اللہ بھی محبت کرنے لگے گا، تب وہ دل میں دلیل ہی گزارے گا اور اللہ اس کی بات مان لے گا۔ اپنے کنبے، اپنے گھر بار، اپنے دوست یار اور ماں باپ سب پیچھے رہ جائیں گے جہاں کوئی مددگار نہ ہوگا، کوئی کام نہ آئے گا وہاں اللہ کام آئے گا۔ جب کسی کو اللہ کی رضا نصیب ہو جاتی ہے تو پھر وہ کسی سے محبت کرتا ہی نہیں سوائے اللہ کے، محبتِ غیر سے دور بھاگتا ہے۔ اور اللہ بھی غیرت والا اپنے بندے کے دل میں اپنی محبت کے سوا کسی چیز کی محبت برداشت نہیں کرتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاد کے لیے گھوڑوں کی تربیت کی جو اتنے تیز تھے اور اتنے مضبوط تھے کہ پلک جھپکنے میں تا حد نگاہ دور چلے جاتے اور واپس بھی آجاتے، سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کا معائنہ کرنا شروع کیا اور اظہار محبت کیا اور محبت سے ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور اس میں ایسے مگن ہوئے کہ سورج ڈھل گیا اور اللہ کی طرف سے دھیان کچھ وقت کے لیے ہٹ گیا، تو اللہ نے ان کو آزمائش میں ڈال دیا لیکن انبیاء کی یہ شان ہے کہ وہ فوراً اللہ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ ان کی شان کو پہلے سے بھی بڑھا دیتا ہے، اس واقعہ کا ذکر قرآن میں اس طرح آیا ہے۔

''جب کہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکیے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سُم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلائیے تو ہوا ہو جائیں تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبّت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا، اور بے شک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا، عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو ہی ہے بڑی دین والا" (سورۃ صٓ آیت نمبر 31 تا 35)

اس سے کیا پتا چلا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے وہ کسی دوسرے کی شراکت قبول نہیں کرتا تو جب عبادت کریں تو صرف اللہ کی رضا کے لیے ایک وقت آئے گا کہ جو دل میں سوچیں گے وہی بات بن جائے گی، اگر کوئی کہے کہ میں نماز بھی پڑھوں، ذکر

بھی کروں اور مشن یہ ہو کہ میں پیر بن جاؤں، میری عزت بڑھ جائے تو ایسی عبادت اور ذکر لا حاصل ہے، ہمیں تو اللہ کی محبت میں اپنی ہستی کو مٹانا ہے پھر ایک وقت آئے گا کہ اللہ بھی کہہ دے گا کہ تو میرا ہو گیا اور میں تیرا ہو گیا۔

اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے والے لوگ

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالی قرآنِ کریم میں فرماتا ہے!

"بے شک اللہ تعالی نہیں محبت کرتا حد سے بڑھنے والوں سے"

یعنی وہ لوگ جو اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑتے ہیں جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ان سے رکتے نہیں، جو مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں (کوئی خوبی اپنے اندر موجود نہ ہونا مگر اس کے ہونے کا اظہار کرنا) ۔قرآن پاک میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ چھوڑ ڈالو گناہ کا ظاہر بھی اور اس کا باطن بھی، جو دل میں بات ہو وہی زبان پر ہونی چاہیے ورنہ یہ بھی حد سے بڑھنے اور مبالغہ آرائی کے زمرے میں آئے گا اور پھر آپ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن سے اللہ محبت نہیں کرتا۔

شریعت کی حدود کا پاس نہ رکھنا بھی اس آیت مبارکہ کے ضمن میں آتا ہے یعنی کسی نبی یا ولی کی محبت کا اظہار کرتے کرتے اتنا آگے بڑھ جانا کہ اللہ اور بندے کا فرق بھی ملحوظ خاطر نہ رکھنا۔ یہ حد ایسی ہے کہ اسے بڑا خطرناک موڑ سمجھیں اور اس کے بارے میں جتنی احتیاط ہو سکے برتیں۔لوگ اکثر مزارات پر سجدے کر جاتے ہیں اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت کی حد قائم کر دی، اور فرمایا کہ اگر اللہ کے بعد کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرتی، لیکن سجدہ اللہ کے سوا کسی کو جائز ہی نہیں، اکثر مزارات پر یہ مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں کہ وہاں لوگ لمبے لمبے بال رکھے پھر رہے ہوتے ہیں،

نماز ادا نہیں کرتے اور مزارات پر جا کر سجدے کرتے ہیں۔

کچھ لوگ صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے بھی قربانی نہیں کرتے، لیکن مزار پر چڑھاوا دینے کے لیے بکرا خرید لیتے ہیں، شریعت کی حد توڑنے سے کوئی ولی اللہ آپ کو اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا بلکہ یہ اللہ کی توحید کا معاملہ ہے اور اس معاملے میں جلیل القدر پیغمبر اور رسول بھی اللہ کے سامنے تھر تھر کانپ رہے ہوتے ہیں وہاں صرف عاجزی اور انکساری کام آتی ہے۔ توحید پر کوئی سمجھوتا نہیں اگر ہم اس طرح اللہ کی حدود کو توڑیں گے تو ہم نے اللہ کو وحدہ لاشریک مانا ہی کب تھا؟

کچھ لوگ حد سے اس طرح بھی بڑھ جاتے ہیں کہ میں بچے کا عقیقہ فلاں بابا جی کے مزار پر جا کر کروں گا، ایسا نہ کریں عقیقہ کا ایک ضابطہ ہے کہ ایک حصہ اپنے لیے رکھیں ایک رشتہ داروں کے لیے اور ایک غریبوں مسکینوں کے لیے۔ اب اگر عقیقہ کا بکرا کوئی کسی مزار پر چڑھا آئے تو یہ بھی شریعت کی خلاف ورزی اور حد سے بڑھنا ہے۔ دنیا کا بھی یہ قانون ہے کہ ایک کا کام دوسرا نہیں کر سکتا اگر میرے سر میں درد ہو تو میری جگہ کوئی اور درد کی گولی کھالے تو کیا مجھے آرام آ جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

دین کا جو ضابطہ اور قانون ہے اسی کے مطابق چلیں۔ میں نے تو ساری زندگی قرآن پڑھنے میں ہی گزار دی، اسی کی تلاوت کرتا رہتا۔ مجھ سے کوئی اور تو بات نہ کرتا تھا، نہ گھر والے مجھے پہچان پائے نہ اہلِ محلہ، جب میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ تو کوئی بات کرنے کو تیار نہیں تو میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کو اپنا لیا کہ "جب تمہارا دل چاہے کہ تم اللہ سے باتیں کرو تو نماز پڑھو اور جب تمہارا دل چاہے کہ اللہ تم سے باتیں کرے تو تم قرآن کریم کی تلاوت کرو"۔ قرآن سے مجھے پانچ ارکانِ

اسلام ہی ملے، چھٹا اس میں داخل کرنا یا ان پانچ میں سے کچھ کم کرنا حد سے تجاوز کرنے والی بات ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم صدقہ وخیرات وغیرہ دے دیتے ہیں ہم زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، درحقیقت زکوٰۃ مال کو پاک کرنے والی رقم ہے، اگر ہم اپنا مال پاک نہیں کریں گے اور اس سے صدقہ خیرات دیں گے تو اس کی قبولیت کی کوئی گارنٹی نہیں۔ زکوٰۃ لفظ مزکی سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے پاک ہونا، جب مال پاک ہو تو پھر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں خیرات بھی تقسیم کریں، نہ صرف انسانوں پر بلکہ جانوروں کی بھی خدمت کریں وہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہیں جو اللہ کے حکم سے آپ کے لیے سر جھکائے خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں، وہ آپ کے لیے مشقت کرتے ہیں پھر اللہ نے آپ کو اتنا اختیار دیا کہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں آپ کے کام کے قابل نہ رہیں تو ان کا گوشت استعمال کریں۔ دیکھیں یہ بھی اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے تو کیا ہمیں شکر ادا نہیں کرنا چاہیے؟ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس اللہ کی رضا کے حصول کے لیے وقف ہونا چاہیے۔

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ مولویوں سے پیار کریں میں کہتا ہوں کہ میں مولویوں سے پیار کرتا ہوں لیکن اصلاح کرنا بھی تو ضروری ہے اگر کوئی بہت بڑا عالم دین ہو اور اس کے اندر اپنے علم کا تکبر ہو تو ایسے عالم دین دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوں گے اور اسی طرح جو سخی انسان اپنی سخاوت کے ذریعے لوگوں میں عزت پانا چاہتا ہو اور مال چھپا کر خرچ کرنے کی بجائے دکھا کر خرچ کرے تو دکھاوے کے لیے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے والے بھی حد سے بڑھنے والے ہیں اور دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔ یہ سب اللہ کی حدیں ہیں ان کا احترام کرنا چاہیے ان سے تجاوز نہیں کرنا

چاہیے۔

اسی طرح وہ بندہ جو بہت عابد و زاہد نظر آتا ہو، ہر وقت ہاتھ میں تسبیح پکڑی ہو، کوئی اگر دور سے سلام کرے تو تسبیح والا ہاتھ اٹھا کر لہرائے تاکہ لوگ مجھے نیک سمجھیں۔ انسانوں کو کیوں تسبیح دکھا رہے ہو جس کی تسبیح کر رہے ہو اسی کو تسبیح دکھاؤ۔ میرے بھائی خواجہ زندہ پیر گھمکول شریف والے جب کوئی مرید ان کے ہاتھ چومتا تو تھوڑے جلال میں آجاتے کہ مجھے کیا پوج رہے ہو اللہ کی طرف جاؤ، اللہ کو پوجو۔

ادھر خواتین آتی ہیں میری بیٹیاں اور میری بہنیں تو وہ احترام کے ساتھ ہاتھ چومنے کی بھی کوشش کرتی ہیں، میں کئی دفعہ گزارش کر چکا ہوں کہ اپنے خاوندوں کے ہاتھ چومیں، مجھے گنہگار نہ کریں اور محبت تو وہ ہے جو دل میں ہو، اتنی ہی محبت کا اظہار کریں جتنی دل میں ہے اس سے زیادہ محبت کا اظہار بھی مبالغہ آرائی میں آتا ہے اور حد سے بڑھنے میں بھی آئے گا۔ میں نے تو گزارش ہی کرنا تھی آپ میرے پیارے لاڈلے آقا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی ہیں، ان کے مہمان ہیں، ان کی باتیں سننے تشریف لائے ہیں۔ میں آپ کا عاجز اور مسکین میزبان ہوں لیکن مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ لوگ یہاں تشریف لائے، یہاں کوئی اپنے ذاتی مقصد کے لیے تو نہیں آئے، نہ ہی میں نے کوئی دکان ڈال رکھی ہے دنیاوی سامان کی۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ آپ نے اس حاضری کا کماحقہ حق ادا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ کوشش کریں اگر حق ادا نہ کر سکے تو اللہ کوشش دیکھتا ہے۔ اپنی زندگی میں آپ کے مزاج میں عادات میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو حد سے بڑھی ہوئی ہو اگر ہے تو اس کی اصلاح ضرور کریں۔

وہ لوگ جنہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے!

" وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں "

اللہ نے قرآن کی اس آیت میں سارے دین کا نچوڑ بیان کیا ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے نہ صرف اس دنیا کا کوئی فکر رہے گا اور نہ ہی قیامت کا خوف رہے گا۔ جیسا کہ قرآن کی ایک اور آیت میں ہے۔

"لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" انہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم" مگر یہ کن لوگوں کے لیے ہے؟ ان کے لیے جو اللہ کے دوست ہیں اور وہ کون ہیں؟ **"وہ جو ایمان لائے"** کسی چیز پر مکمل یقین اور اعتبار کرنے کا نام ایمان ہے، اقرار اور ایمان میں فرق یہ ہے کہ اقرار ہر کوئی کرتا ہے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے لیکن اس پر مضبوطی سے یقین ہونا اور حقیقت میں یہ سمجھنا کہ اللہ حاضر و ناظر ہے یہ ایمان ہے، اگر یہ ایمان ہو تو کسی طرف بری نظر نہیں اٹھے گی پھر بندہ گناہ کیسے کر پائے گا؟ جھوٹ کیسے بولے گا؟ بے حیائی کیسے کرے گا؟ یعنی جب ایمان کامل ہوگا کہ اللہ حاضر و ناظر ہے تو پھر گناہ سے بچے گا۔

پھر اس کے بعد آیت کا اگلا حصہ **"نماز قائم کرتے ہیں"** اور **"اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں"** نماز کہتے ہی جھکنے کو ہیں اگر کوئی نمازی یہ فخر کر رہا ہے کہ میں نمازی ہوں میں بڑا افضل ہوں تو یہ نماز تو نہ رہی وہ تو تکبر لے آئی، ایسی نماز سے تو بے نمازی بہتر ہے، نماز تو عاجزی اور جھکنے کا نام ہے انکساری کا نام ہے، نماز قائم کرنے کے بعد کیا

کرے گا؟ جو اللہ نے رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرے گا، اگر کسی کو رزق ملا ہے تو یہ اس کی آزمائش ہے، وہ کسی کو دولت دے کر آزما رہا ہے تو کسی کو غربت دے کر، کسی کو طاقت دے کر آزما رہا ہے تو کسی کو کمزور رکھ کر، کسی کو خوبصورت بنا کر آزما رہا ہے تو کسی کی صورت ایسی بنائی گئی کوئی دیکھنا پسند نہ کرے، کوئی کیسا بھی ہو کسی بھی حال میں ہو اگر کائنات کے مالک سے تعلق بن گیا تو سب کچھ مل گیا، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا ناک چپٹا تھا ہونٹ موٹے موٹے تھے لیکن کیا کمال مرتبہ پایا کہ قدموں کی آہٹ جنت میں سنائی دیتی تھی، اللہ کو رنگوں کی ضرورت نہیں نیت میں اخلاص کی ضرورت ہے۔

سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ رنگ بے شک کالا ہو لیکن دل کالا نہ ہو، ہمارا دل کس طرح کالا ہوتا ہے دنیا کی محبت لالچ، ہوس، برائیوں اور گناہوں کی کثرت سے اور تکبر و غصے سے یہ چیزیں نکل جائیں تو بندہ پارسا بن جاتا ہے اگر کوئی واقعی پارسا بن جائے تو اللہ کے قریب ہو گیا اور ایسے لوگ جو بھی زبان سے نکالتے ہیں پھر اللہ ان کی مان لیتا ہے اس کی ظاہری حالت کیسی ہی ہو، چاہے وہ اتنا کمزور ہو کہ کھڑا ہونے کی طاقت ہو نہ بولنے کی سکت لیکن اللہ سے رشتہ اتنا مضبوط کہ اتنے کمزور انسان کی بات کائنات کا مالک نہ صرف سن رہا ہے بلکہ مان بھی رہا ہے۔

ہمیں کیا سکھایا گیا کہ ہم نے جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اللہ کی مخلوق اور انسانوں پر، اللہ کی رضا اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے میں ہے۔ غریب پروری کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، اگر ایک مسکین کو کھانا کھلائے تو ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔ صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رہنے کا جس میں کبھی بھوک تنگ کرے گی،

کبھی پیاس کی شدت تنگ کرے گی، کبھی کوئی اور عادت ہے تو وہ تنگ کرے گی مگر وہ اللہ کی خاطر، اللہ کو حاضر ناظر جان کر کچھ نہیں کھائے پیئے گا، کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے روزہ روکتا ہے کیونکہ روزہ کہتے ہی رک جانے کو ہیں۔ جو کھانا اور پانی جائز تھا وہ نہ کھایا نہ پیا، نہ ہی کوئی ایسی نظر کسی پہ ڈالی جس سے اللہ ناراض ہو جائے، گناہ سے رکنے کا نام روزہ ہے جس کو ہم روزہ سمجھ بیٹھے ہیں اسے ہمارے بزرگوں نے ایسے ہی مکر کرنا کہا ہے کہ!

نفل نمازاں کم زنانہ روزہ صرفہ روٹی ہُو

اگر روزے کے اوصاف ہمارے اندر پیدا نہ ہوئے تو صرف روٹی سے گریز کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالی نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا!

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"

"بیشک اللہ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے"

قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محب لوگوں کی پہچان بتائی ہے کہ وہ احسان کرنے والے ہوتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے اس فرمان کا ایسا عملی مظاہرہ پیش کیا جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ ایک غلام تھے اور فروخت ہو کر مکہ مکرمہ لائے گئے تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گلی میں سے گزر رہے تھے تو انہیں رونے کی آواز سنائی دی اور یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ رحمت اللعالمین کو رونے کی آواز آئے اور وہ اس طرف

متوجہ نہ ہوں۔ اسی لیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دریتیم کہا گیا ہے کہ خود یتیم اور تمام یتیموں کے غمخوار و مددگار ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ دروازہ کھلا ہے اندر تشریف لے آئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے رونے کی وجہ پوچھی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری طبیعت بہت سخت خراب ہے، مجھے تیز بخار ہے اور میرے مالک نے مجھے دانے پیسنے کے لیے دیے ہیں، مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں دانے پیس سکوں، مجھے اس کا ڈر ہے اگر میں نے کام ختم نہ کیا تو وہ مجھے بہت مارے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا آپ ادھر آرام کریں، میں دانے پیس دیتا ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ لیٹ گئے اور سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دانے پیسنے لگے، اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم دانے پیس دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے صرف دانے ہی نہیں پیسنے بلکہ کہ ان کا رخ بھی بدلنا ہے۔ نبوت کی جو ڈیوٹی ہے وہ میں نے پوری کرنی ہے۔ جب دانے پس گئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ بیدار ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دانے تو پس گئے ہیں آپ مزید آرام کرلیں میں بھی اب گھر جاتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ آپ اپنا تعارف تو کروائیں کہ آپ کو کون ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ مجھ سے یہ نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے، آپ کا جو آقا ہے وہ میرا سخت دشمن ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے جب زیادہ اصرار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ میں آخر زمان پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ رونے لگے اور عرض کرنے لگے

کہ مجھے اپنی غلامی لے لیں مجھے اس طرح تنہا چھوڑ کر نہ جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا آقا میرا سخت دشمن ہے، میری مخالفت کرتا ہے وہ آپ کو تکالیف دے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ آج میری خوش قسمتی کا سورج طلوع ہوا ہے میں کس طرح اس موقع کو ہاتھ سے جانے دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کلمہ پڑھایا اور واپس تشریف لے آئے۔

بعد میں جب حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کے آقا کو پتہ چلا تو اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید تکالیف اور ایذائیں پہنچائیں لیکن دیکھا کہ بلال رضی اللہ تعالی عنہ بدلنے والے نہیں، جو اللہ کی راہ میں فروخت ہو گئے وہ پیچھے آنے والے نہیں ہوتے، وہ اپنا یار تبدیل نہیں کرتے وہ اسی کی طرف چلتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بن گیا وہ دوسری طرف جاتا ہی نہیں، دنیا کی محبت سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ اس نے بے شمار تکالیف آپ کو پہنچائیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کیا کہ تمہارا اختیار صرف میرے جسم پر ہے، میرا جسم تم نے خریدا ہوا ہے لیکن میرا دل میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ نبی کریم نے صحابہ کو حکم دیا بلال کے آقا سے پتہ کریں کہ وہ بلال کو کتنے میں فروخت کرے گا؟ تو آپ کے آقا نے آپ کی قیمت بہت زیادہ بتائی، دس گنا زیادہ قیمت کے ساتھ ایک سفید رنگ کا غلام بھی مانگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خرید کر آزاد کر دیا۔

بلال جو حبش کے رہنے والے حبشی تھے اور غلام در د غلام تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ ملا تو سیدنا بلال بن گئے۔ صحابہ آپ کو سیدنا، یعنی اے ہمارے سردار

کہہ کر پکارتے تھے۔

اس سے پتا چلا کہ غلامی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عزت ہے۔اس کے علاوہ کوئی عبادتیں کرے یا ذکر کرے جتنا مرضی کرے، اگر وہ غلامی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں ہے تو اسے ولایت حاصل نہیں ہو سکتی۔لا الہ الا اللہ کا ذکر جتنا مرضی کرتے رہیں جب تک محمد رسول اللہ نہیں کہیں گے ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

اللہ کو تو سب مانتے ہیں، نام سب نے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں کوئی اسے بھگوان کہتا ہے کوئی رام تو کوئی گاڈ کہتا ہے۔فرق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کے اقرار اور انکار کا ہے۔جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول نہیں مانے گا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

افسوس یہ ہے کہ ہمارا کردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجنبیوں اور غلاموں کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ فرماتے تھے اور اپنے حسنِ خلق سے غیروں کو اپنا بناتے تھے۔بنا کسی غرض و لالچ کے کسی کے ساتھ نیکی کرنا یہ احسان ہے اور ہم لوگ کیا کرتے ہیں کہ راستے پر کھڑے ہیں کہ کوئی اکیلا گزرا تو اس کی جیب تراشی کریں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اگر جانور بھی فریاد لے کر آئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بھی فریاد رسی کی۔ہمیں چاہیے کہ اپنا محاسبہ کریں کہ کیا ہم بھی سنت کے مطابق عمل کر رہے ہیں؟

جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے وہ کسی غیر کی بات کیسے کر سکتا ہے۔اگر باتیں کسی اور کی کرنے کو دل کرتا ہے تو پھر یہ منافقت ہے۔پھر دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کامل نہیں ہوئی۔

جب آپ اللہ کو حاضر ناظر جاننا شروع کردیں گے تو اس کی ہر مخلوق کے مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھیں گے، ان کے درد کو اپنے درد کی طرح محسوس کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر آپ سمجھیں کہ اللہ کے حاضر ناظر ہونے کا آپ نے صرف اقرار کیا ہے، دل سے اللہ کو حاضر و ناظر محسوس نہیں کر رہے۔ جو محسوس کرتے ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی اللہ کی رضا کو تلاش کرتے ہیں اگر آپ واقعی میں اللہ کو حاضر ناظر جاننا شروع کردیں تو اللہ کی ساری مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھنا شروع کردیں گے، پھر آپ کتے سے بھی شرمائیں گے اور اسے تکلیف دینے سے گریز کریں گے۔

اللہ کی ساری مخلوق کو اپنی فیملی کی طرح سمجھیں چاہے وہ ایک خارش کا مارا ہوا کتا ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی تو اللہ ہی کا ہے اس کو بھی تو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، پروردگار تو دونوں کا ایک ہی ہے۔ جسم کی ساخت اگرچہ الگ الگ ہے لیکن بنانے والا ہم دونوں کا ایک ہی ہے، ہم دونوں کی شکل وصورت اگر الگ الگ بنائی ہے تو وہ اللہ نے بنائی ہے۔ پروردگار ایک ہونے کے ناطے سے اسکے ساتھ بھی بھلائی کریں۔

آپ کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ دوسروں پر احسان کرتے کرتے زندگی کا آخری سانس بھی گزر جائے، دوسروں پر ظلم نہ کریں۔ "ان ا للہ لا یحب الظالمین" "اللہ نہیں محبت کرتا ظالموں سے"۔ کوئی جانور ہو یا انسان، چھوٹا ہو یا بڑا، سب پر شفقت کا ہاتھ رکھیں۔

انسان، احسان کرنے والے کو کہتے ہیں اور مسلمان امن وسلامتی والے کو کہتے ہیں۔ اگر کسی کے ہاتھوں یا زبان سے کسی انسان کو تکلیف پہنچ رہی ہے تو وہ مسلمان کی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ کوئی محنت کش ہمارے محلے میں کرایہ کے مکان پر رہنے

کے لیے آجائے تو ہم اسے انسان ہی نہ سمجھیں، اس نے اگر پانی کی نکاسی میں تھوڑی سی غلطی کر دی تو اس کو شدید تنقید کا نشانہ بنانا کہ یہ تو کرائے دار ہے۔اس کا اپنا مکان نہیں ہم مکان والے ہیں، ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہیں، لوگوں کی تکلیف دور کرنا، ان کا احساس اور درد رکھنا، رستہ ہموار کرنا، ہر وہ کام جس سے اللہ کی مخلوق کی تکلیف اور مشکل دور ہو صدقہ جاریہ ہے۔ ہر جاندار چاہے وہ چرند پرند ہوں، کوئی جانور ہو یا کوئی کیڑا ہو، چھوٹا ہے یا بڑا ہے، آپ یہ دیکھیں کہ یہ ہے کس کا، اسی اللہ کا جس نے آپ کو پیدا کیا۔ جس نے آپ کو اعلیٰ اور افضل اور کسی دوسری مخلوق کو حقیر پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ آپ کو ایک پل میں حقیر و ذلیل بنا دے اور دوسرے کو فضلیت دے دے۔ کسی کو اپنے سے حقیر نہ سمجھیں، چاہے وہ دنیاوی لحاظ سے آپ سے کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ اللہ اگر چاہے تو ایک منٹ میں گداگر کو بادشاہ بنا دے اور بادشاہ کو فقیر بنا دے،، تاریخ کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ اللہ نے فقیروں کو بادشاہ بنا دیا اور بادشاہوں کو فقیر۔ پتا نہیں اللہ کب آپ کو محتاج بنا دے اور اسکو غنی کر دے۔ میاں محمد بخشؒ صاحب نے بھی فرمایا!

بڑے بڑے میں ڈھیندے دیکھے طاقتور سترانے
بے و قوفاں دے نوکر چاکر دانشمند سیانے

آپ اپنی طاقت کا اور اختیارات کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ اگر آپ پر کوئی چھوٹی سی تکلیف یا کوئی مالی مشکل آجائے اور قرضہ چڑھ جائے تو واویلہ نہ کریں، صبر کریں اور ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرض لینا ہی نہیں چاہیے اور اگر قرضہ لے لیا ہے تو پھر صبر کریں، جس کے مقروض ہیں اگر وہ کچھ آپ کو کہہ دیتا ہے تو اس پر صبر کریں، ایسا نہ کریں کہ پریشانی میں اللہ سے احتجاج شروع کر دیں

اور نہر میں چھلانگ لگا دینے کی دھمکیاں دینے لگیں، نہر میں چھلانگ لگا دیں گے تو اللہ کی کائنات میں کوئی فرق پڑے گا لیکن آپ کی آخرت ضرور خراب ہو جائے گی۔

ذراسی مالی مشکل آنے پر فوراً دوسروں کی طرف دیکھنا شروع کر دینا یا دوسروں سے مانگنا شروع کر دینا یہ انسان کی شان نہیں ہے، کبھی کسی جانور کو بھی کسی سے مانگتے دیکھا ہے تو کیا اللہ انہیں نہیں دیتا، گدھے سے کام بھی لے رہے ہیں اور اس پر لاٹھیاں بھی برسا رہے ہیں، خود بھی اس پہ بیٹھا ہے، بوجھ بھی اس پہ ڈالا ہوا ہے اس کے ٹخنوں سے خون بہہ رہا ہے اسے کہہ رہا ہے زیادہ دوڑ اور تیز بھاگ تاکہ میرے ایک دو پھیرے اور لگیں گے تو میرے رزق میں اور زیادہ اضافہ ہوگا، پھر بھی نہ وہ رو رہا ہے نہ وہ کسی سے گلہ کر رہا ہے بس اپنا کام کیے جا رہا ہے۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ جانوروں کے پیروں سے پیپ بہہ رہی ہے لیکن ان سے کام لیا جا رہا ہے اور اگر انسان کے ساتھ ایسا ہو تو وہ گھر بیٹھ جاتا ہے کام پہ نہیں جاتا، اگر اللہ نے یہ جانور ہماری خدمت کے لیے پیدا کئے ہیں تو ان پر ظلم نہ کریں، کوئی مسلمان تکلیف میں ہے تو اسکی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں۔ اگر کسی پر ظلم ہو رہا ہے تو ظالم کے ہاتھ کو روکیں۔ ایسا نہ کریں کہ جیسے ایک بلی نے مرغی سے کہا کہ تمہارا بچہ چیل اٹھا کر لے جا رہی تھی میں نے بچا لیا اسے، میں نہ ہوتی تو وہ لے جاتی، مرغی نے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے میرے بچے کو بچایا، کدھر ہے میرا بچہ تو بلی کہنے لگی وہ تو میں نے کھا لیا۔ ہم بھی بعض اوقات کسی کو ظلم سے بچا کر خود اس پر ظلم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ ہماری آزمائش ہے۔ انسان کا لفظی معنی ہے احسان کرنے والا، اگر انسان نے احسان کرنا نہیں سیکھا تو سمجھیں کہ آپ بہت کمزور ہیں۔ اگر دوسروں پر احسان نہیں

کر رہے تو آپ نے انسان ہونے کے ناتے کچھ بھی نہیں کیا۔ احسان کرنا تب آئے گا جب ہمارے اندر تقوی پیدا ہوگا اور اور قرب الٰہی کی دولت نصیب ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی کسی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے ایک دفعہ کھانا کھانے لگے تو ایک مشرک انکا مہمان بنا۔ جب کھانا شروع کرنے لگے تو دیکھا کہ اس نے بسم اللہ سے کھانا شروع نہیں کیا، جب اس سے پوچھا کہ آپ نے اللہ کا نام کیوں نہیں لیا تو اس نے بتایا کہ میں تو اللہ کو نہیں مانتا میں تو غیر مسلم ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ کلمہ پڑھ لیں تو میرے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں تو اس نے کہا میں اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے دستر خوان سے اٹھا دیا، تو فوراً وحی اتری کہ اے ابراہیم وہ کئی سالوں سے میرے مقابلے میں کسی اور کو پوج رہا ہے مگر میں نے کبھی بھی اسکا کھانا پینا بند نہیں کیا آپ کے پاس تو آج آیا ہے۔ یہ بات سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اسکے پیچھے بھاگے اسے واپس آنے کا کہا تو اس نے پوچھا کہ آپ نے ابھی تو مجھے کھانا کھلانے سے انکار کیا تھا اور دستر خوان سے اٹھا دیا تھا تو ابھی واپس کیوں لے کے جا رہے ہیں، تو ابراہیم علیہ السلام نے اسے ساری بات بتائی تو اس نے کھانا کھایا، کھانا کھاتے ہی ایمان لے آیا، اس سے پتا چلا کہ نبی کے ساتھ کھانا کھانا بھی حصول نور اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ!

"إنما الأعمال بالنيات' اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے"

بات تو یہ چھوٹی سی نظر آتی ہے مگر سارے اعمال کی بنیاد اسی پر ہے۔نماز عبادت کا ایک بہترین اور خوبصورت عمل ہے لیکن نماز پڑھتے ہوئے اور مسجد میں لمبے لمبے سجدے کرتے ہوئے اگر کسی کی کی نیت یہ ہو کہ لوگ سمجھیں کہ بڑا پرہیز گار بندہ ہے تو ایسی نماز اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی، کسی بھی عبادت کا اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اس کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا نہ ہو۔

ہمارا ہر عمل اللہ کی رضا کی خاطر ہونا چاہیے اگر ہم صرف اس پر عمل کر لیں اور کوئی لنک روڈ نہ نکالیں اور رستے سے دائیں بائیں نہ ہوں تو ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ راستہ کونسا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو۔ سر سے پاؤں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں میں ڈوب جائیں، جب ان کی اداؤں میں ڈوب جائیں گے تو خالی نہیں رہیں گے اللہ فرمائے گا کہ تو میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادا اپنا کر آیا ہے تو خالی نہیں جائے گا جو مانگے گا ملے گا۔

ہم بارگاہ الٰہی میں اپنے گنہگار ہاتھوں کا پیالہ بنا کر یہ عرض کریں کہ اے پروردگار! عمل تو ہے نہیں، نہ ہی علم و عقل ہے، تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کر کے اور سنت سے خود کو سجا کر آیا ہوں، یہی میرا اثاثہ ہے، یہی میرا کاسہ ہے اسی کے وسیلے سے بھیک مانگنے آیا ہوں تو میری جھولی بھر دے، میں ایمان کی پوری قوت سے

کہہ رہا ہوں ہزار ہا تعویذ ہوں تو اس کے مقابلے میں سنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر زیادہ ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کر کے صرف مسلمان بن جائیں اسی میں دو جہاں کی کامیابی ہے۔

مسلمان کا خطاب کس کو ملا؟ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو ملا، ہم مسلمان ہیں دین ہمارا اسلام ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ اعزاز ہے کہ چاروں آسمانی کتابیں ،تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں آنے والے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ انبیاء تو پہلے بھی تھے، آدم علیہ السلام بھی تھے اور نوح علیہ السلام بھی تھے لیکن یہ شان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ہے کہ تمام کتابیں ان کی اولاد پر نازل ہوئیں اور ان میں سب سے زیادہ شان قرآن حکیم کی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ باقی تمام آسمانی کتابیں جو اور پیغمبروں پر نازل ہوئیں سب کا ذکر قرآن میں موجود ہیں۔ قرآن میں تورات کا ذکر بھی ہے، زبور اور انجیل کا بھی، تمام آسمانی کتابوں کی پہچان قرآن نے کروائی ہے، اس لیے اس کی شان زیادہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جو آخری حکم ہوتا ہے اس کی اہمیت اور شان بھی زیادہ ہوتی ہے۔

تو اصل بات نیت کی ہے تو اگر کوئی عبادت اس نیت سے کر رہا ہے کہ میں پیر بن جاؤں، میرا انگلینڈ کا ویزہ لگ جائے یا کوئی بھی دنیا کا کام مقصد ہے تو اس نے جو بھی عبادت کی، وہ دنیا کے لیے کی اللہ کے لیے تو کچھ نہ کیا، جب تک ہم دورنگی زندگی نہیں چھوڑیں گے اور صرف اللہ ہی کی رضا کی خاطر نہیں چلیں گے بات نہیں بنے گی۔ یہ دو رنگی مجھ میں بھی تھی، ایک وقت تھا جب میں ابھی اللہ کے راستے سے نہ گزرا تھا میں سمجھتا تھا کہ میں آسمان سے اترا ہوں لیکن آہستہ آہستہ چلتے چلتے جب اندر کی خواہشات کی

برف پگھلی تو پانی بن گیا اور سختی ختم ہوگئی، پانی میں کوئی سختی کوئی اکڑ نہیں ہوتی، وہ ہر حالت میں ڈھل جانے والا ہوتا ہے، جب خواہشات کی برف پگھل کے مایا بن گیا یا تو پھر محبوبِ خدا بھی مل گیا اور انہی کے واسطے سے خدا بھی مل گیا۔ اللہ کی محبت اور دوستی کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے ہی ملتا ہے۔

سبھو نور اوسے دے نوروں، اس دا نور حضوروں
اس نوں تخت عرش دا ملیا، موسیٰ نوں کوہ طوروں

میں موجودہ دور کے پیر حضرات اور گدی نشینوں کو جب دیکھتا ہوں تو بہت افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے پیر حضرات میں جو اوصاف ہونے چاہیے تھے اور جو فریضہ انہیں سرانجام دینا چاہیے تھا سب ناپید ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا کوئی نام ونشان نہیں، ہم تو پیر اسی کو مانیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہو جیسا کہ فرمایا گیا کہ اگر کوئی ہوا میں بھی اڑتا ہو اور ایسی اڑان بھرتا ہو کہ آسمان کی بلندیاں چھوتا ہو لیکن سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تارک ہو تو اسے چھوڑ دینا کیونکہ وہ جادوگر ہوسکتا ہے شیطان ہو سکتا ہے، کیوں کہ جادوگر بھی ہوا میں اڑے ہیں، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ ایک جادوگر جوان کے مقابلے میں آیا وہ ہوا میں اڑا کرتا تھا، اسی طرح تاریخ میں ملتا ہے کہ نمرود بھی ایک ڈبے میں بیٹھ کر اڑا کرتا تھا۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تارک ولی نہیں ہوسکتا۔ صرف اور صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ہی اللہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔

استغفار کی طاقت

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! ہمارے ہاں زلزلوں کا سلسلہ کچھ عرصے سے زیادہ ہو گیا ہے یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے، وہ اعمال جن میں سے کسی ایک کی وجہ سے گزشتہ قوموں پر اللہ کا اتنا شدید عذاب نازل ہوتا تھا کہ سب ہلاک ہو جاتے تھے وہ تمام اعمال اجتماعی طور پر ہمارے اندر موجود ہیں لیکن پھر بھی اللہ کی طرف سے ہمیں صرف خبردار کیا جا رہا ہے، بے شک زلزلہ اللہ تعالی کی ناراضگی اور عذاب کی علامت ہے ہمیں زیادہ سے زیادہ استغفار کی ضرورت ہے۔ استغفار اور رجوع الی اللہ ہی واحد راستہ ہے جس سے ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکتے ہیں، سائنسدان بڑے بڑے تجزیے اور تبصرے کرتے ہیں کہ زلزلے ایسے آتے ہیں، زمین کے نیچے پلیٹیں جب اپنی جگہ سے ہلتی ہیں تو زلزلہ آتا ہے لیکن غور کریں کہ آج تک زلزلے کو روکنا تو درکنار زلزلے کے آنے کے وقت کی پیشگوئی کرنا بھی ان کے لیے ممکن نہ ہو سکا کہ لوگ زلزلہ آنے سے پہلے احتیاطی تدابیر اختیار کر سکیں۔ یہ سب اللہ کی مرضی پر منحصر ہے کہ کب کسی قوم پر عذاب نازل کرنا ہے، کب زلزلہ لانا ہے اور کب کسی کو غرق کرنا ہے بلکہ بعض اوقات اللہ نے کسی نبی کے علم میں لائے بغیر ہی عذاب نازل کر دیا، جیسا کہ جب قومِ لوط کی بدکاریاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے فرشتوں کو بھیجا کہ قوم لوط کی بستیوں کو نیست و نابود کر دو، وہ فرشتے قوم لوط کی طرف جانے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی مہمان نواز تھے وہ ان کے لیے جانور ذبح کرنے لگے کہ ان کے لیے کھانے کا انتظام کریں۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم تو نہیں کھاتے ہم تو فرشتے ہیں اور قومِ لوط کی طرف عذاب دینے کے لیے بھیجے

گئے ہیں تب ابراہیم علیہ السلام کے علم میں آیا کہ قومِ لوط کے لیے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

لیکن استغفار اور اللہ کے سامنے گڑ گڑانے کی وجہ سے اللہ چاہے تو اپنا بھیجا ہوا عذاب ٹال دے، وہ قادر مطلق ہے سب کچھ کر سکتا ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ فلاں دن آپ کی قوم پر عذاب الٰہی آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو بتا دیا کہ اللہ کا عذاب آنے والا ہے اور خود بستی سے تشریف لے گئے، اس قوم میں کوئی عالم دین تھے انھوں نے قوم کو بتایا کہ جب تک کوئی نبی یا ولی کسی قوم یا علاقے میں موجود ہوں تو وہاں عذاب الٰہی نہیں آتا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا بستی سے نکلنا تھا کہ اللہ نے عذاب مسلط کر دیا، قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو بہت شرمندہ ہوئے اور حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے، آپ کو نہ پا کر اللہ کے سامنے سر بسجدہ ہو کر اللہ سے معافی کے طلب گار ہوئے تو اللہ نے انہیں معاف فرما دیا اور عذاب ٹل گیا، گذشتہ تمام قوموں میں واحد حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تھی جس پر سے عذاب ٹال دیا گیا ورنہ عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں کیا جاتا، یہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی سچی توبہ واستغفار اور اللہ کے حضور گڑگڑانا تھا کہ سر پر آیا ہوا عذاب ٹل گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام شرمندگی کے مارے کہ میں نے تو اپنی قوم کو کہا تھا کہ اللہ کا عذاب آئے گا لیکن وہ تو ٹل گیا تو اب میں ان کا سامنا کیسے کروں گا تو حضرت یونس علیہ السلام بستی میں واپس آنے کی بجائے دوسری طرف چلے گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں تشریف فرما ہوئے تو وہ کشتی ڈولنے لگی، تیز ہوا تھی نہ آندھی طوفان

مگر کشتی کا ڈولنا بند نہ ہو رہا تھا۔ ملاح کہنے لگا کہ کشتی میں کوئی اللہ کا نافرمان بیٹھا ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ کشتی ڈوبنے والی ہے۔، اگر وہ اپنی قربانی دیدے چھلانگ لگا دے تو باقی سب بچ سکتے ہیں تو حضرت یونس علیہ السلام نے سوچا کہ مجھ سے بڑا گنہگار تو کوئی ہوگا ہی نہیں۔ اللہ کے نبی جو معصوم ہوتے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھ سے تو بڑا کوئی گناہ گار ہو نہیں سکتا اور ہم عام طور پر کہتے رہتے ہیں کہ میں نے آج تک کسی کا دل نہیں دکھایا، میں تو لوگوں کہ ساتھ بڑا مخلص ہوں، میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں سوچا تو ہمارے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ کتنا بڑا دعویٰ ہے جو ہم کر رہے ہوتے ہیں اور جو اللہ کے نبی اللہ کے ولی اور نیک بزرگ ہوتے ہیں انھیں ہر معاملے میں اپنا ہی قصور نظر آتا ہے بلکہ جوں جوں انسان اللہ کے قرب کی منازل طے کرتا جاتا ہے اتنا ہی وہ خود کو زیادہ گنہگار سمجھنے لگتا ہے۔

سوچوں اور خیالوں کے گناہوں پر بھی وہ اپنی گرفت کرتا ہے مختصر یہ کہ نیک انسان ہوتا ہی وہ ہے جس پہ اللہ اسکے گناہ کھول دے اور اسے اپنے گناہوں سے نجات حاصل کرنے کی فکر لاحق ہو جائے اور حقیقت میں گنہگار ہوتا ہی وہ ہے جسے نہ اپنے عیب نظر آئیں نہ وہ خود کو گنہگار سمجھے۔ اللہ والے حقیقت پسند لوگ ہوتے ہیں۔ روحانیت کے راستے میں اللہ کی سب سے پہلی عنایت انسان پر یہی ہوتی ہے کہ اسے اپنے گناہوں پر ندامت نصیب ہو جاتی ہے، اپنی نیکیوں سے نگاہ ہٹ جاتی ہے، نیک عمل کرنے کے باوجود وہ سب سے زیادہ خود کو ہی قصوروار سمجھتے ہیں۔ نیک ہونے کے دعوے جو ہم کرتے ہیں وہ تو نبی بھی کرنے سے شرماتے تھے، نیکوکار کو اپنی نیکیاں نظر نہیں آتیں اور گنہگار کو اپنے گناہ نظر نہیں آتے۔ نیک لوگوں کو نیکیاں کرنے کے بعد ہلکی

سی غفلت بھی تڑپادے گی اور گنہگار چھوٹی سی نیکی کر کے اسے بہت بڑا سمجھے گا اور بہت بڑے بڑے گناہ کر کے بھی اسے احساس نہیں ہوگا۔ اللہ والے کہتے ہیں! "جو دم غافل سو دم کافر" یعنی اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کی غفلت بھی اللہ والوں کے نزدیک بہت بڑا کفر ہے جبکہ کچھ لوگ ہر لمحہ غفلت میں گزارنے کہ باوجود نمازیں قضا ہونے کے باوجود کوئی ایک نیکی کر کے بالکل مطمئن بھی نظر آتے ہیں بلکہ بس اس ایک نیکی کے احساس برتری میں مبتلا رہتے ہیں۔

المختصر حضرت یونس علیہ السلام نے دریا میں چھلانگ لگا دی، اللہ نے ایک مچھلی کو حکم دیا اور اس نے آپ کو نگل لیا، حضرت یونس علیہ السلام نے 40 دن مچھلی کے پیٹ میں گزارے اور اللہ کے سامنے ندامت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے رہے،

"لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین"

"(اے اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی قصوروار ہوں"

استغفار کرنا اور اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا یہ پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ جتنے بھی عذاب الٰہی، زلزلے، آگ کی بارش یا پتھروں کی بارش کی شکل میں نازل ہوئے سب اللہ کی ناراضگی اور غضب کی علامتیں ہیں۔ زیادہ تر عذاب انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کی گستاخی اور نافرمانی کی وجہ سے نازل ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ، بے حیائی (قومِ لوط)، راستوں میں بیٹھنا، لوگوں پر آوازے کسنا، ناپ تول میں کمی (اہلِ مدین)، دنیا کے مال و دولت اور طاقت پر غرور (قومِ عاد و ثمود) یہ وہ اعمال ہیں جن کی وجہ سے گزشتہ قومیں اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئیں اور آج وہ سب اعمال ہم فخر کے ساتھ کر

رہے ہیں۔ پھر زلزلے نہ آئیں تو کیا ہو؟ میں نے بھی دیکھا کہ زلزلہ آیا اور اس کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے جو امداد غریبوں کے لیے آئی کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اسے دبوچے بیٹھے ہیں۔ اگر کوئی غریب زلزلہ زدگان میں سے ٹینٹ لینے کے لیے گیا تو اسے ایسی الجھنوں میں پھنسایا جاتا ہے کہ پہلے کسی بندے کو بھلا کر لاؤ جو تمہاری گارنٹی دے اور دستخط کرے، ایسے جیسے غریب تو بندہ ہی نہیں اب کوئی اور بڑا چوہدری آئے گا اس کی گواہی دے گا تو وہ بندوں میں شمار ہوگا، ایسے بڑے لوگ غریبوں کے نام پہ آئی امداد ہڑپ کرنے میں ملوث ہوتے ہیں، جن اعمال کی وجہ سے زلزلہ آیا، زلزلے کے بعد ہم وہ اعمال اور تیز کر دیتے ہیں اور اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم سب اپنے اپنے گھروں میں سب سے پہلے پردے کا خیال کریں، فحش گفتاری سے باز رہیں، دوسروں کے اعمال پر نظر رکھنے کی بجائے اپنی اصلاح کریں۔

دوسروں کو ہدایت کرنے سے معاشرے میں تبدیلی نہیں آئے گی، پہلے اپنی ذات کی ہدایت کے لیے فکر کریں۔ پھر ایک وقت آئے گا اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے گا، ہم سے درگزر کرے گا اور ہم پر اپنا فضل بھی کرے گا اور سب گناہ معاف ہوں گے، زلزلے کی وجہ سے نا امید ہو کر نہ بیٹھ جائیں، نا امیدی بھی کفر ہے، ہمیں اس عذاب سے بچنے کے لیے کثرت سے استغفار کرنا ہوگا۔

ہمیں زلزلے اور اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا لیکن ساتھ ساتھ اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا، استغفار کو کثرت سے کرنا ہے اور اس کو اپنا وظیفہ بنا لینا ہے۔ اگر ہم استغفار کرتے رہیں تو اللہ کی طرف سے مصیبتوں اور پریشانیوں سے

نجات ملے گی اور زلزلے بھی کم آئیں گے۔

پوری دنیا کی فوج اکٹھی ہو جائے تو بھی زلزلے کی روک تھام نہیں کر سکتی اور نہ سائنس دان اس کو روک سکتے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر موجودہ وقت تک بے شمار زلزلے آئے مگر اس کو کوئی روک نہیں سکا اور نہ ہی آئندہ روک سکے گا، صرف ایک چیز اس کو کنٹرول کرتی ہے، وہ تکبیر ہے اللہ اکبر پکارنا، استغفار کرنا اللہ سے معافی مانگنا اور انصاف کرنا، جب زمین پر انصاف نہیں رہتا تو بھی زلزلے آتے ہیں، احادیث کی کتب میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور اپنا دُرہ زمین پر مارا اور فرمایا کہ ٹھہر جا! کیا عمر تیرے سینے پر انصاف نہیں کرتا، آپ کا یہ فرمانا تھا کہ زمین ٹھہر گئ اور آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی سرزمینِ عرب پر زلزلہ نہیں آیا۔

فرقہ واریت کی حقیقت

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ!

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ "دو ناراض بھائیوں میں صلح کروانے والے کو مقبول حج اکبر کا ثواب ملے گا" تو جو امت میں دراڑیں ڈالے فتنے برپا کرے، اپنی الگ الگ پہچان بنائے تو اس کا کیا حال ہوگا، اگر ثواب اتنا بڑا ہے تو لڑائی کروانے کا انجام بھی تو اسی طرح برا ہوگا۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو یہ حکم قرآن کریم میں متعدد بار آیا ہے لیکن یہ بات مولوی حضرات کو سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ مولوی حضرات جب بھی بات کریں گے تو کہیں

گے کہ ہمارا فرقہ بریلوی ہے، ہمارا تو اہل حدیث ہے، ہم تو دیوبندی ہیں، ہم تو اہل تشیع ہیں، تو کیا باقی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں نہیں ہیں، قرآن کریم میں سے ہزار ہا بار سفر کیا ہے، کہیں کوئی ذکر کسی بریلوی، کسی دیوبندی، اہل حدیث یا اہل تشیع کا میں نے نہیں دیکھا۔ ذکر صرف دین اسلام کا ہے یا ان لوگوں کا جنہوں نے اچھے کام کیے ہیں۔

اللہ کے قرب اور دوستی کا سنی، وہابی، شیعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

نہ میں سنی نہ میں شیعہ، میرا دوواں توں دل سڑیا ہو
مک گئے سب خشکی پینڈے، دریا وحدت وڑیا ہو

اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی جو ہوتے مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں تو کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

یہ سب کل کی باتیں ہیں۔ بریلی اور دیوبند یہ جگہوں کے نام تھے مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ کر جگہوں کے ناموں کو فوقیت دی اور انھیں اپنا لیا۔ دین صرف اسلام ہے۔ قرآن پاک میں بھی "بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے"۔

اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے دین کی خدمت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کا دفاع کیا لیکن انہوں نے کبھی خود کو بریلوی نہیں کہلوایا، الگ پہچان نہیں بنائی۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ '' وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب تمہیں ان سے کچھ علاقہ (تعلق) نہیں ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے "جب امت سے تعلق نہ رہا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سائے سے محروم ہو گیا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سائے کے بغیر کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچی محبت کا دعوی کرتے ہیں لیکن جب تک کہ آپ کے اندر وہ صفات نہیں ہوں گی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنے والے شخص میں ہوتی ہیں تو خود کو بریلوی، دیوبندی یا وہابی کہلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ سب کو ایک ہی مانیں، سب کلمہ گو ہیں، نماز ادا کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں۔ کسی ایک بات پر اگر کوئی اختلاف ہو بھی جاتا ہے تو اس پر صبر کریں چھوٹے چھوٹے اختلافات پر الگ الگ نام نہ رکھیں آپ اتنی نفرت نہ کریں دوسرے کے ساتھ ہاتھ تک نہ ملائیں کہ یہ کافر ہے، کچھ لوگ تو دوسرے فرقے کے لوگوں سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ ہاتھ ملانے کے بعد ہاتھ دھونے چلے جاتے ہیں۔ خدا کا خوف کریں۔

ایک تو وہ بھی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ بھی اسی اللہ کی مخلوق ہیں اور ہم سب پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی ہیں۔ اس لحاظ سے ہم سب کو ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے پیش آنا چاہیے۔ آپ اگر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھیں گے تو یہ بھی تو تکبر کی نشانی ہے۔ وہ اپنی

مرضی سے تو اس دنیا میں نہیں آیا جس سے آپ ہاتھ نہیں ملا رہے۔

ہندو، سکھ، عیسائی یہ سب بھی اللہ کی مخلوق ہیں، یہ سب بھی اپنی مرضی سے تو اس دنیا میں نہیں آئے، اگر وہ سب اللہ کی مرضی سے اس دنیا میں آئے ہیں، تو پھر آپ ان سے نفرت کا اظہار کر کے اللہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ دوسرے مذاہب کی بھی مخالفت نہ کریں بلکہ ان کو اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے اسلام کی دعوت دیں، یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور سنت بھی۔ ہم سارے مسلمانوں کو ایک دوسرے کو عزت دینا چاہیے، جتنے بھی دوسرے مذاہب ہیں، ہندو، سکھ، عیسائی ان سے بھی ہمارا آدمیت کا رشتہ ہے۔ وہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اس تعلق سے وہ ہمارے حسنِ سلوک کے حق دار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے، ایک آدمی کو دیکھا لاٹھی پکڑے چل رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ آپ کون ہو؟ اس نے کہا میں جن ہوں، اور مسلمان جن ہوں۔ آپ کو سلام پیش کرنا تھا۔ جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو دینے گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تھا آخر زمان پیغمبر تک میرا اسلام پہنچا دینا، سلام اصل میں سلامتی کا پیغام ہے، جو انبیاء علیہ السلام ایک دوسرے تک پہنچاتے رہے، ہمارے دین کا نام اسلام ہے اور اسلام سلامتی کو کہتے۔ سلام اسی کو ملتا ہے جو سلامتی پھیلانے کا باعث بنتا ہے۔

مومن کی صفات

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ!

"قد افلح المؤمنون"

تحقیق یعنی بلاشبہ جیسے کوئی قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ "فلاح پائی مومنوں نے" اس آیت میں اللہ نے ہم سب کو بڑی امید دلائی ہے۔ مومن کا لفظی مطلب ہے مان لینے والا یعنی جس نے دین کو مان لیا اور اللہ کے ہر حکم کی تابعداری کی۔ مومن کی پہچان کیا ہے؟ جس کے ہاتھ، زبان سے کسی دوسری مخلوق کے ساتھ زیادتی نہ ہو، ایسا امن پسند اور سلامتی والا ہو کہ نہ تو اس کا ہاتھ کسی کو مارنے کے لیے اٹھے، نہ ہی گالم گلوچ کرے، نہ فحش گفتاری کرے، نہ کسی کا حق چھینے، نہ کسی کے خلاف پراپیگنڈہ کرے، دو آدمیوں کے درمیان لڑائی نہیں بلکہ صلح کروائے، یہ ہیں مومن کی صفات اس کے علاوہ کسی کے حق اور مال کی طرف نہیں دیکھے گا، یتیم کے مال کو نہیں چھینے گا، اپنے حق کے علاوہ کسی کی زمین پہ قبضہ نہیں کرے گا، کسی کا حق چھین کر نہیں کھائے گا۔

مثال کے طور پر ایک آدمی سے کوئی بات سنی کہ وہ تو دوسرے کو گالیاں دے رہا ہے تو مجھے یہ خلش رہے گی کہ کب میں اس آدمی کے پاس جاؤں جس کو وہ گالیاں دے رہا تھا اور اسے جا کر چغلی لگاؤں، اس طرح ان دونوں میں لڑائی ہوگئی اس کے اس فعل سے ان دونوں آدمیوں کو نقصان پہنچا اگر وہ چغلی نہ کرتا تو ان کو نقصان نہ پہنچتا پھر یہ کہ ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے بلاوجہ کسی کی دل آزاری ہو فرض کیا اگر کوئی آپ سے سخت لہجے ہیں بات کرتا ہے تو درگزر کریں اور صبر کریں، یہ ہے مومن کی پہچان۔

مومنین کی یہ بھی پہچان ہے کہ جو مال اللہ تبارک تعالی کا دیا ہوا ہو اس میں سے خرچ کریں اس مال کو اپنا مال نہ سمجھیں، اس میں سے اپنی ضرورت کا رکھ کر باقی اللہ کی راہ میں دے دیں کیونکہ ایک دن خود بھی تو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنی زندگی کی ایک ایک سانس کا حساب دینا ہے، اس بات پر یقین رکھنا اور ماننا ہی مومن کی پہچان ہے، پھر وہ کیا کرے گا کہ جہاں کہیں لغویات اور فضول باتیں ہو رہی ہوں، جیسے کوئی مرغوں کی بات کر رہا ہے، کوئی کتوں کی بات کر رہا ہے، کوئی مال و زر کی بات کر رہا ہے، تو ہمیں کیا لگے ان سب باتوں سے، ہمیں تو چاہیے جس کا تو بندہ ہے جس سے تمہیں محبت ہے اسی کا ذکر زبان پر رہے، غیر سے محبت نہ کرے، محبت بھی کرے تو اللہ سے کرے کیونکہ مجھے پیدا تو اللہ نے کیا ہے، رزق بھی سارا اسی نے دیا ہے، عزت بھی اسی نے دی ہے، اگر تھوڑی سی آزمائش بھی آ گئی ہے تو اسے اللہ کی رضا سمجھ کر اس پہ صبر کریں۔

جب کسی کا حق سامنے آجائے اس وقت خدا کو حاضر ناظر جان کر کہ وہ دیکھ رہا ہے، کسی کا حق لینے سے باز رہیں، پھر اپنی نظروں کو جھکائے رکھیں اور اس طرف نہ دیکھیں جس طرف دیکھنے سے وجود میں خباثت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اسی لیے حکم آیا ہے " وہ جو شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں "، ہمارے لباس ہماری شرمگاہوں کو چھپاتے ہیں حفاظت نہیں کرتے، حفاظت نظر اور نیت سے ہو گی ہم اس نیت اور نظروں سے دیکھیں گے ہی نہیں، کسی کو اگر نظر کسی طرف اٹھے گی تو پاک نظروں سے دیکھیں گے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور رضا کے مطابق کسی کو دیکھیں گے تو پھر کیسے خباثت آئے گی؟ اگر آپ کی نیت میں خباثت ہے تو آپ کا دیکھنا حرام اور جس کو

دیکھیں گے اس کو بھی نقصان، اگر اپنی نظر پاک ہو گی تو جسکی طرف دیکھیں گے اسے بھی پاک کر دیں گے۔

مومن اللہ کا حکم پورا پورا مانتا ہے، آدھا حکم مان لیا اور آدھا نہ مانا، مثلاً زکوٰۃ دینے کا وقت آیا تو کہا کہ ساری دنیا ہی دیتی ہے ہمیں کیا ضرورت ہے دینے کی؟ مال کی بھی زکوۃ ہے اور جان کی بھی زکوۃ ہے، اگر صحت مند ہے طاقتور ہے تو کسی بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہارا دے دے تو یہ بھی زکوٰۃ ہے، حج کی عبادت مالی اور جانی عبادت ہے، مال بھی خرچ ہو گا اور جانی مشقت بھی کریں گے، وجاھدو فی سبیل اللہ، یعنی محنت کرنا صرف اس کی رضا کے لیے، ہم کہتے ہیں کہ محنتی اللہ کا دوست ہے لیکن وہ محنت کر رہا ہے پیسے کما رہا ہے، دنیا کما رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں محنت نہ ہو گی، محنت جو صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو، جس نے اللہ کا حکم مان لیا اور مومن بن گیا۔

اس لیے میرے دوستو! اگر ہم اپنے اندر کی برائیوں کو بھی باہر نہ نکالیں، اپنے من کو پاک نہ کریں، کسی دوسرے کا حق کھانے اور چھیننے سے گریز نہ کریں، کسی نے اگر تھوڑی سی غلطی کر بھی دی ہے تو فحش گفتاری بھی کریں تو کیا ہم مومن کے زمرے میں آتے ہیں؟ وہ زبان جس سے ہم پروردگار کا ذکر کر رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں اور دوسری طرف اسی زبان سے گالیاں دے رہے ہیں، حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا!

جے لکھ واری عطر گلابوں، دھوییے نت زباناں
نام اوہناں دے لائق ناہیں، کی قلمے دا کاناں

یعنی اگر ہم اپنی زبان کو لاکھ بار بھی عطر اور گلاب سے دھو لیں تو پھر بھی اس

قابل نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کرسکیں لیکن ہم اسی زبان سے گالیاں دے کر بھی نہیں شرماتے اور پھر اسی زبان سے اللہ کا ذکر بھی کرتے ہیں، اس مالک کائنات کا ذکر کروگے جو انبیاء کا خالق ہے، جو فرشتوں کا خالق ہے، ہر زندہ اور بے جان کا وہی خالق ہے، کائنات کا حکم دینے والا کن فیکون کا مالک، حکم دیتا ہے وہی ہو جاتا ہے، تو اس کا ذکر ایسی زبان سے کروگے جس سے فحش گفتاری بھی کررہے ہیں یہ مومن کی شان نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے مومنوں کو یہ تسلی دے دی کہ اگر ہم مومن کے زمرے میں آتے ہیں تو کوئی ہمیں جنت میں جانے سے نہیں روکے گا اور قبر کے حساب کتاب کی بھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی اللہ پہلے ہی کہہ دے گا کہ یہ میرا بندہ ہے۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالی قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ!

"فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ"

''ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح وشام" (سورۃ نور، آیت نمبر 36)

اس آیت میں اللہ تبارک تعالیٰ نے جیسے نجات کی سند ہی دے دی ہے یعنی جن گھروں میں اللہ کے ذکر کی محفل سجائی جائے ان گھروں کو اللہ نے بلند یعنی اعلیٰ و ارفع قرار دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک بھی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ''اپنے گھروں کو

قبرستان نہ بناؤ (بلکہ ذکر سے آباد رکھو) بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرۃ کی تلاوت کی جائے" (مسلم،ترمذی،نسائی،مسند احمد)

ذکر کا تعلق معرفت الٰہی سے ہے اور معرفت کا تعلق کسی فرقے سے نہیں۔ تصوف کسی ایک فرقے کے لیے نہیں اور یہ جو ہم نے اپنی الگ الگ پہچان بنا لی ہے یہ تو دین میں جائز ہی نہیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی جماعت کے لیے کام کر رہا ہے اللہ کے دین کے لیے نہیں۔فرقہ واریت میں داخل ہونا ہی اصل تباہی کی وجہ ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے گھروں کو اللہ کے ذکر سے آباد کرو، اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اپنے گھروں میں اللہ کا ذکر بلند رکھو یعنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کی یاد اور اس کا حکم ہی ہماری ترجیح اوّل ہو۔

ہم نماز تو پڑھتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں لیکن شادی کے موقع پر اللہ کی یاد ہی نہیں رہتی اور اللہ کا حکم پسِ پشت ڈال دیتے ہیں، شادی کے موقع پر کبھی پھوپھی کی فرمائش پر گیت گائے جا رہے ہیں، کبھی چچی کی فرمائش پر گیت گائے جا رہے ہیں، یہ کس کے گیت گا رہے ہیں سب لوگ؟ یہ ہمارا معاشرہ کس طرف جا رہا ہے۔، ہندوؤں کی عادات و اطوار کیوں اپنائی جا رہی ہیں؟ گیت گانے ہیں تو اللہ اور اس کے رسول کے گائیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں نجات کا ذریعہ بنیں۔ اپنے گھروں اور اپنی زندگیوں میں اللہ کا ذکر افضل رکھنے سے مراد یہی ہے کہ ہر موقع پر ہم اللہ کے حکم کی تابعداری کریں۔ ذکر کریں بھی تو انتہائی توجہ کے ساتھ جس کا ذکر کر رہے ہیں خیال بھی اسی کا ہو۔

خوابوں میں تو ہے خیالوں میں بھی تو
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو

بیداری میں بھی اللہ کا ذکر کریں، نیند میں بھی وہی نظر آئے اور خواب آئے تو وہ بھی اسی کا۔ ایک عادت بنالیں کہ ہر سانس کے ساتھ ذکر کریں، سانس اندر جائے تو اللہ، باہر نکلے تو ھُو۔ ذکر کے دوران کسی دوسرے کا خیال بھی نہ آئے۔ اس پاک نام کو لینے والے کا سینہ اور دماغ پاک رہنا چاہیے۔ کوئی ناپاک اور غلط خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔ جس کا نام لے رہے ہیں یاد بھی بس اسی کی رہے۔ اتنا ذکر کریں کہ آپ کے جسم پر اور روح پر اسی کے ذکر کا غلبہ ہو جائے، ہمارا سینہ صرف اس کی یاد کا مسکن بن کر رہ جائے۔ اس طرح ہمارا نفس مر جائے گا تو کسی غیر کا خیال تک نہیں آئے گا اسی میں محو ہو جائیں گے، اللہ کے سوا کسی اور کی محبت چاہے وہ چھپی ہو یا ظاہر دل میں نہیں رہنی چاہیے، جس طرح وہ وحدہ لاشریک ہے آپ بھی بس اسی یکتا کے ہو کر رہ جائیں، اسی کے ساتھ دل لگا لیں، بس اسی کی یاد دل و دماغ میں بس کر رہ جائے، وہ آپ کی زندگی پر غالب اور حاوی رہے۔ ذکر کرتے کرتے جب آپ صرف اور صرف اللہ ہی کے ہو کر رہ جائیں گے تو میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ اللہ بھی آپ کا ہو جائے گا اور اس کی ساری کائنات بھی آپ کی ہو جائے گی، پھر چاہے اس کی کائنات کی سیر کریں، چاہے اللہ کا دیدار کریں۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے ممکن ہے آپ خود سوچیں کہ جس کا ناک بند ہو اسے خوشبو کیسے آسکتی ہے، جس نے کبھی ذکر اللہ نہ کیا ہو، اس کے باطن کی آنکھ کھلی ہو اور نہ اسے باطن کا نور حاصل ہوا ہو تو اسے اللہ کے انوار و تجلیات کا نظارہ نہیں ہو سکتا وہ تو یہی کہے گا کہ یہ کیسے ممکن ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ کثرت ذکر کی

وجہ سے نور الٰہی دل میں داخل ہو جاتا ہے اور اسی نور سے انسان تمام کائنات کی سیر کرتا ہے۔

پوری کائنات اللہ کے نور سے تخلیق ہوئی ہے۔ شجر و حجر، چرند و پرند تمام جہان اسی کے نور سے تخلیق ہوئے ہیں اور جب یہ نور انسان کے اندر داخل ہوتا ہے تو کچھ بھی دیکھنا مشکل نہیں رہتا۔ سب دوستیاں چھوڑ دیں صرف اللہ ہی سے دوستی رکھیں۔

عبادت سے یہ گمان نہ کریں کہ آپ بہت زیادہ نیک ہیں، بہت عابد و زاہد ہیں۔ بنی اسرائیل کے ایک نبی نے اپنے زمانے کے ایک ولی اللہ کو آ کر کہا (اس سے یہ ثابت ہوا کہ پہلے زمانوں میں بھی ولایت کا سلسلہ موجود تھا) کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ آپ کی اسی سال کی عبادت نامنظور ہو گی تو وہ خوشی سے جھومنے لگا۔ اللہ کے نبی نے پوچھا کہ کیا آپ کو سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے کیا کہا تو اس ولی اللہ نے فرمایا کہ مجھے پتا ہے تبھی تو جھوم رہا ہوں۔ میرا کام تو اس کی عبادت کرنا تھا۔ جو میں نے کی، منظور کرنا یا نا منظور کرنا میرا کام ہی نہیں۔ میرے بس میں جو میرا کام تھا وہ میں نے کر دیا جو اس کا کام ہے وہ اس نے کر دیا، میرے لیے یہی کافی ہے کہ اسے پتا ہے کہ میرا بندہ میری عبادت کر رہا ہے۔

میرے دوستو! اندر کا کفر باہر نکالیں، ہمارا کام سر جھکانا اور عاجزی کرنا ہے، تکبر سے پاک ہونا ہے۔ اگر ہم یہ سمجھیں کہ میں تو بڑا نیک و عبادت گزار ہوں، میں نے اتنے حج کیے ہیں، ہمیں کیا پتا کہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری عبادات اور حج قبول بھی ہیں کہ نہیں؟ تو جس بات کی قبولیت کا ہمیں پتہ نہیں تو اس پر کیا فخر کرنا۔ فخر تو ہم صرف اس بات پر کر سکتے ہیں کہ ہم اللہ کے لاڈلے اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں

سے ہیں یا پھر ہم اللہ کی رحمت پر ناز کر سکتے ہیں۔ان باتوں پر جتنا چاہیں ناز کریں جتنا چاہے فخر کریں۔

اسم ذات اللہ کا ذکر ایسے بلند رکھیں کہ باقی تمام اذکار پر غالب رہے۔اگر ذکر میں اس کی یاد نہیں اور ذکر باقی معاملات اور اذکار پر غالب نہیں تو آپ چاہے مسجد میں زیادہ وقت گزاریں، چاہے تلاوت کریں وہ ذکر آپ کو اس طرح کا فائدہ نہیں دے گا۔ بھلے آپ ذکر کی محفلوں میں جائیں، ذکرِ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں جائیں، باہر آئیں تو آپ سے کوئی پوچھے کہ وہاں کیا بیان ہوا اور آپ کا جواب ہو کہ مجھے یاد نہیں رہا تو یہ صرف وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ بات تو تب بنے گی کہ اسے توجہ سے سنیں اور دل سے قبول کریں۔ دل اللہ کے ذکر سے آباد رہے تو پھر وہ خالی نہیں رہے گا اس میں اللہ کا نور بھی ضرور آئے گا۔اسی لیے تو اللہ پاک نے فرمایا" نحن اقرب علیه من حبل الورید" اللہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

میرے دوستو! اللہ کو پکاریں، میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پکاریں، غیروں کے گیت نہ گائیں، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادائیں اپنائیں۔فضولیات میں اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی میں وقت کو ضائع نہ کریں، سارا دن موبائل کے استعمال میں گزرے اور نازیبا مناظر دیکھتے رہیں، کیوں یہود و نصاریٰ کی سازش کا شکار ہوتے ہیں؟ گناہ دیکھنے والا اور کرنے والا دونوں برابر ہی ہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں ایک جیسے ہی خیالات اور جذبات جسم میں پیدا ہوں گے اور اگر ہم اللہ کا ذکر کثرت سے کریں گے تو ہمارے اندر اسی کے متعلق خیالات پیدا ہوں گے

اللہ کی محبت اور قرب میں مزید اضافہ ہوگا۔

پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ بارگاہ الٰہی میں بار بار پیش کریں۔ یا اللہ تو جن سے محبت کرتا ہے میں بھی انہی سے محبت کرتا ہوں۔ فرقہ واریت کی لعنت سے بچیں، صرف ذکر وعبادت میں مشغول رہیں۔ کسی دوسرے فرقے سے نفرت کا اظہار تک نہ کریں۔ فلاں کا وضو کا طریقہ ٹھیک نہیں، فلاں رفع یدین کرتا ہے۔ وہ جو کر رہا ہے وہ اس کا عمل ہے، آپ کا سب سے پہلا فرض اپنی اصلاح کی کوشش کرنا ہے، اپنے آپ سے جنگ جاری رکھیں۔ اللہ سے دُعا کرتے رہنا چاہیے کہ مجھ میں ابھی یہ برائی باقی ہے، دنیا کی خواہشات باقی ہیں مجھے ان سے نجات دے دے، اپنے اندر سے دنیا کی خواہشات کو نکال کر پھینک دیں اور ذکر وعبادت میں محو ہو جائیں پھر کوئی دوسرا خیال غالب ہی نہیں آسکے گا اور آپ کسی بھی فتنے فساد میں نہیں پڑیں گے۔

بس اسی کو دیکھیں، اسی کو سوچیں اور اسی کا ذکر غالب رکھیں، پھر دیکھیں وہ آپ کے دل پر نور کی بارش کرے گا جب اس کے نور سے دیکھیں گے تو آپ کو یہ صلاحیت بھی مل جائے گی کہ آپ جس کو دیکھیں گے اسے بھی پاک کر دیں گے۔ جب محفل میں ہوتے ہیں اس وقت آپ کے ارادے ایسے ہوتے ہیں کہ اب کچھ بھی ہو جائے ہم نے صرف اللہ ہی کا ہو کر رہنا ہے لیکن جوں ہی ادھر سے نکلتے ہیں تو پھر دنیا کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتے ہیں۔ قرآن میں بھی اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ سب سے بہترین رنگ اللہ ہی کا ہے۔ کبھی ادھر کبھی ادھر، کبھی اللہ کی طرف تو کبھی دنیا میں غرق، اس دورنگی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، ایسے یک رنگ ہو جائیں اور اللہ کے رنگ میں رنگ جائیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کو

پہچان لیں کہ یہ ہمارا غلام ہے۔

روحانیت کا حسن اور اس پہ تکبر

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ روحانیت کا بھی ایک حسن ہے، جو کے کچھ سفر طے کرنے کے بعد ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے۔ جب انسان مسلسل صبر کرنا شروع کر دیتا ہے تو اسکے مخالفین یا ایذارسانی کرنے والوں کے حربے اس پہ کارگر ثابت نہیں ہوتے اور اسے ہر حال میں سکون اور ذکر کی لذت حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں انسان میں کبھی کبھی تکبر بھی آ جاتا ہے کہ مجھے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جونہی انسان اس تکبر میں مبتلا ہو گا تو اس سے اس کی وہ کیفیات واپس لے لی جائیں گی اور وہ واپس ذلت اور فتنہ وفساد میں پڑ جائے گا یہاں تک کہ دوبارہ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع نہ کرے اسے دوبارہ وہ کیفیات نہیں ملیں گی، اس لیے روحانیت کے حسن کے تکبر سے بھی بچیں۔

اللہ کی رحمت سے ناامیدی بھی کفر ہے

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالی قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ!

"لا تقنطوا من رحمت اللہ ان اللہ یغفر ذنوبا جمیعا"

"اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، اللہ تو سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے"

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو بہت حوصلہ دیا ہے، ایک ایسا شخص جو زندگی اور موت کی کشمکش میں ہو اور اس کی ساری زندگی اللہ کی نافرمانی اور کبیرہ گناہوں میں گزر گئی اور موت کا وقت آ پہنچا، سفر آخرت شروع ہونے کو

ہے، اسے مایوسی اور ناامیدی نے گھیر رکھا ہے کہ میری تو نجات کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ ایسے شخص کے لیے بھی یہ آیت مبارکہ نجات کا ایک عظیم پیغام ہے کہ اے میرے بندے! اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو، تمہارا رب تو وہ ہے جو سارے کے سارے گناہ بخشنے والا ہے۔

جے اوہ نال نہ چلن دیوے، پچھا کدے نہ چھوڑیں
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَۃِ والی، آس اُمید نہ توڑیں

معاف کرنے کی قدرت صرف اور صرف اللہ ہی کو حاصل ہے اور کوئی ہمارے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹانے والا نہیں، سب سے بڑا گناہ اللہ کی نافرمانی ہے تو جب اللہ فرما رہا ہے کہ۔ "لاتقنطو من رحمته الله" میری رحمت سے ناامید نہ ہو، چاہے کتنا ہی بڑا گناہ کیا ہے۔ اگر اللہ کے بارے میں ایسا گمان کریں کہ وہ تو معاف نہیں کرے گا تو یہ بھی شرک اور اللہ کی نافرمانی ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے، وہ کن فیکون کا مالک ہے اللہ کہہ رہا ہے کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہونا، تو اگر ہم اپنے بڑے بڑے گناہوں کے سبب اس کی رحمت سے ناامید ہو جائیں گے تو یہ نافرمانی بھی ہے اور کفر ہے۔

اللہ کا ڈر اور شکر

ایک دفعہ فرمایا! کرونا وائرس سے تو ہم ڈرتے ہیں لیکن اللہ اکبر کا مطلب ہی نہیں جانا، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتے، پوری دنیا کرونا کے ڈر سے تھر تھر کانپ رہی ہے لیکن یہ کبھی نہیں سوچا کہ جو کرونا کو پیدا کرنے والا ہے، وہی ہمیں بھی پیدا کرنے والا ہے وہی ہمیں اس سے نجات دے سکتا ہے اسی سے رجوع کریں اسی

سے معافی مانگیں وہی نجات دے گا۔

پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کسی دوسرے کو ترجیح نہ دیں۔ جو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے وہ مان لیں جو اللہ کا پیغام آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تک پہنچایا ہے اسے مان لیں، اس کے علاوہ اگر کوئی دین میں کچھ داخل کرے یا نکالے تو دونوں کفر ہیں، چھٹا اس میں کچھ بھی داخل نہ کریں۔ کلمہ، روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج ان حدود میں ہی رہیں اگر کوئی کہے کہ میں زکوۃ نہیں دیتا تو یہ حکم اللہ نے دیا ہے کسی انسان نے نہیں اور آپ یہ کہیں کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیتے ہم غریبوں کو صدقہ اور خیرات وغیرہ دے دیتے ہیں۔ تو ایسا صدقہ و خیرات ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ پہلے زکوۃ دے کر اپنے مال کو پاک کریں۔

اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا ہے میں نے جو رزق عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اگر ہم اس کا انکار کریں کہ میں نے تو بڑی محنت سے مال کمایا ہے تو میں کیسے خرچ کروں، کمانے کی توفیق بھی تو اللہ نے ہی دی ہے، اللہ نے صحت دی روزگار دیا، تو جس نے سب کچھ دیا ہے۔ اس کے لیے ہمارے پاس نہ پیسے ہیں نہ وقت ہے، جس نے ہاتھ، پاؤں اور زبان دی، سارا جسم سلامت دیا، بے شمار گونگے بہرے لوگ بھی تو آپ نے دیکھے ہوں گے، بے شمار معذور افراد آپ کی نگاہوں سے گزرے ہوں گے وہ بھی تو اسی اللہ کے بندے ہیں جس کے ہم ہیں، اگر اس نے ہمیں صحت عطا کی کمانے کے لیے، کمانے کے بعد ہم اس کی راہ میں خرچ نہ کریں، ہم نماز کے لیے وقت نہ نکالیں، ذکر الٰہی کے لیے وقت نہ نکالیں، تو کیا ہم مسلمان ہیں؟ اسی کا ذکر کریں جس کا کھاتے ہیں، کھانا کھاتے وقت اکثر ہم کھانے کی لذت میں اللہ کو

بھول جاتے ہیں بلکہ دنیاوی اور لا یعنی گفتگو شروع دیتے ہیں جو کہ سراسر اللہ کی ناشکری ہے۔ انگلینڈ سے میرے ایک دوست آئے جو کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں انہوں نے مجھے کھانے پہ مدعو کیا، انہوں نے کھانا پیش کیا تو مجھے کھانا افسروں میں کھلایا، جب ہم کھانا کھانے لگے تو میں نے محسوس کیا کہ کسی بھی افسر نے کھانا کھانے سے پہلے اللہ کو یاد نہیں کیا، مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کوئی بھی افسر بیس گریڈ سے کم نہیں تھا، سارے پی ایچ ڈی تھے، اعلی تعلیم یافتہ تھے لیکن ان کی تعلیم نے انہیں یہ نہ سکھایا کہ کھانا کھانے سے پہلے کھانا دینے والے کا نام لینا چاہیے۔ کھانا کھاتے ہوئے کسی ہندو بادشاہ کا تذکرہ کرتے کرتے کھانا ختم کر دیا، مجھے بڑا افسوس ہوا اور میں ان کی اصلاح کیے بغیر رہ نہ سکا تو وہ بڑے حیران ہوئے کہ ہم لوگ بڑے افسر ہیں۔ جو بندہ اللہ کا بن جاتا ہے وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتا، شریعت کے معاملے میں اللہ والے بہت سخت ہوتے ہیں اس معاملے میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔

سب سے بہترین تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ساری زندگی اللہ ہی کا ذکر کرتے گزار دی ایک سانس بھی اللہ کی یاد کے بغیر نہیں گزارتے، ایسے لوگوں کو مرنے سے پہلے ہی اللہ ان کا مقام بھی دکھا دیتا ہے جس کی وجہ سے ان میں موت کا خوف تک نہیں رہتا بلکہ موت کا فرشتہ آئے تو انسان دوڑتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑتا ہے کہ مجھے میرے پروردگار کا بلاوہ آیا ہے۔

صوفی لوگ بھی اپنے عمل پر تکبر نہ کریں پتہ نہیں اللہ کی بارگاہ میں قبول ہے کہ نہیں؟ ہماری نیت کی ذرا سی کوتاہی اور خرابی کی وجہ سے ممکن ہے ہمارا عمل قبول ہی نہ ہوا ہو تو اس بات پر کیا مان کرنا کہ میں نمازی ہوں میں روزے دار ہوں۔

نہ میں ترہیے روزے رکھے نہ میں پاک نمازی ہُو

بعد وصال اللہ دے باہو دنیا کوڑی بازی ہُو

اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نماز ادا نہ کریں بلکہ نماز پڑھ کر خود کو نیک نہ سمجھیں، تکبر نہ کریں، اللہ سے نیک عمل کرنے کے باوجود عاجزی اور نیازمندی کا اظہار کریں۔ نماز تو عاجزی پیدا کرتی ہے، جو تکبر پیدا کرتی ہے وہ عبادت نہیں، جس عمل میں بھی تکبر کریں گے تو وہ شیطان کی مشابہت کے مترادف ہوگا۔ شیطان نے بھی تو تکبر ہی کیا تھا کہ میں زیادہ عبادت گزار ہوں، تو شیطان کو سوائے لعنت کے کچھ نہ ملا۔

گناہ کا ظاہر اور اس کا باطن

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالی قرآنِ کریم میں نے فرماتا ہے!

"وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ"

"اور چھوڑ دو کھلا (ظاہر) اور چھپا گناہ (باطن)"

باطن چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جو نظر نہ آئے، جس میں ہمارا خیال، ہماری سوچ، ہمارے ارادے سب شامل ہیں۔ نماز پڑھنا، حج کرنا، تلاوت کرنا وغیرہ یہ سب ظاہر ہیں۔ ہم نیکی کے سارے ظاہری اسباب تو اختیار کرتے ہیں لیکن ہمارے اندر جو ایک چور چھپا ہوا ہے یعنی نفس جو گناہ کا منصوبہ تیار کرنے کے لیے ہمارے دل اور دماغ کو استعمال کرتا ہے اور منصوبہ تیار کرنے کے بعد عملی گناہ کا ارتکاب کرواتا ہے اس سے نجات کے لیے ہم کوئی کوشش نہیں کرتے۔ جب بھی کوئی عمارت تعمیر کی جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کا نقشہ بنتا ہے پھر اس کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور اس کے بعد اس ڈھانچے

کے اوپر پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

جس طرح بنیاد کے اوپر پوری عمارت منحصر ہوتی ہے اسی طرح انسان کی شخصیت اور عمل و کردار کی بنیاد اس کے خیالات پر ہوتی ہے۔ برائی کی جڑ کاٹنے کے لیے اندر کے خیالات کو پاک کرنا بہت ضروری ہے۔

جب ہمارے ذہن میں کسی کے بارے میں غلط خیال آنے لگے تو اس کو اپنے اوپر حاوی کرنے اور طول دینے کی بجائے جھٹک دینا چاہئے۔ ہماری جنگ عام طور پر لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ یہ اندر کے دشمن کے ساتھ ہونی چاہئے۔ پہلے ایک غلط خیال آتا ہے اگر اسی وقت اسے روکا نہ جائے تو مزید خیالات آتے ہیں اور جب خیالات کا سلسلہ چل پڑتا ہے تو انسان لازمی طور پر ان پر عمل بھی کرتا ہے۔ جو چیز ہمارے اندر غلط خیالات اور ارادے پیدا کرتی ہے ہماری جنگ اس سے ہونی چاہیے نہ کہ لوگوں سے۔ اگر ہم برائی کا خیال ہی اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیں تو ہم سے برائی سرزد کیسے ہوگی؟ جب باطن میں برے خیالات چلتے رہیں گے تو ان کا اظہار بھی ہو کر رہے گا کیونکہ جس کا باطن ہے اس کا ظہور (ظاہر ہونا) بھی لازمی ہوگا اگر باطن کو ہی ختم کر دیا جائے تو اس کا ظہور کبھی نہیں ہوسکتا، اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ فرما رہا ہے کہ چھوڑ ڈالو گناہ کا ظاہر اور اس کا باطن۔

ہماری نیت اگر درست نہ ہو اور ظاہری طور پر ہم نمازیں بھی ادا کر رہے ہوں، اندر برے خیالات بھی ہمارے دماغ میں چل رہے ہوں تو اس طرح کی عبادات ہمیں کچھ فائدہ نہیں دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نیت پاک کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی نیت کو پاک کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ" بے شک نماز بُرے اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے"اور اگر برائی سے روکنے والی نماز میں بھی ہم کسی کا برا سوچ رہے ہوں تو یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے، کیا ایسی نماز قبول ہوگی؟ اگر ہماری نیت صاف ہو جائے تو نماز میں بھی لذت اور لطف آئے گا، صرف اٹھک بیٹھک کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

نیت اور قلب صاف ہو جائے تو اسی کو قلب کا مزکی ہونا کہتے ہیں، اندر اور باہر سے پاک ہو جانا۔ جب آپ کا ظاہر اور باطن ایک جیسا اور پاک ہو جائے گا تو میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں جب چاہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہ السلام کا دیدار کر لیں۔

دیدار ممکن ہے، جب اللہ نے ازل میں سب سے الستُ بربکم فرمایا تھا، اس وقت ہم بھی تو وہاں موجود تھے اور ہم نے جواب میں قالوبلا شھدنا کہا تھا، اس وقت تمام انبیاء علیہ السلام بھی وہیں موجود تھے ہماری روحوں نے تمام انبیاء علیہ السلام کی زیارت کر رکھی ہے۔ اس دنیا میں آنے کے بعد یہ نفس درمیان حائل ہو گیا ہے،

کُن فیکون جدوں رب فرمایا
اَسی وِی اوتھے ہا سے
قَالُوا بَلَا اسیں گَنّی سُنیا
کوئی گونگے ڈورے نا سے
اصل مکان، لامکان سی ساڈا
اَسی آن بُتاں وِچ پھاسے
نفس پلیت، پلیت جے کیتا
کوئی اصل پلیت تے ناں سے

نفس کی غلاظت سے نجات حاصل کر لیں تو اس دنیا تک رسائی ذرا بھی مشکل

نہیں، عالم برزخ کی زندگی روح نے دیکھ رکھی ہے لیکن ہمارے جسم پر روح کی حکومت نہیں ہے، ہمارا نفس حاوی ہے اگر یہ نفس مارا جائے اور روح کی حکومت آ جائے تو ہمیں سب یاد آ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ "نحن اقرب الیہ من حبل الورید " میں تمہاری شہہ رگ سے زیادہ قریب ہوں "، اگر وہ قریب ہے تو نظر کیوں نہیں آ رہا؟ اس تک پہنچنے ، اس کی پہچان اور اس کے قرب کے لیے آپ کو ایک رہبر کی ضرورت پڑے گی جو آپ کے اندر کی خواہشات اور برائیاں کو ختم کرنے میں مدد کرے گا تو اصل حقیقت سامنے آ جائے گی اور آپ دین کے حقیقت شناس ہو جائیں گے۔

ایمان کی تعریف کیا ہے؟ "اقرار بلسان و تصدیق بالقلب" زبان سے اقرار کرنے والے حصے پر تو ہم پورے اتر رہے ہیں۔ تصدیق بالقلب تو تب ہوگی جب آنکھوں سے دیکھ بھی لیں گے۔ جب آنکھوں سے اللہ پورے دین کا مشاہدہ کروا دے گا تو ایمان کی تکمیل ہوگی اور یہ مشاہدہ کروانا اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ اللہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا! "دکھا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے نور سے "لیکن دکھاتا اسے ہے جس کا باطن پاک ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرما رہا ہے "قد افلح من تزکّٰی " کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے من کو پاک کیا" من کو پاک کرنے کے لیے اپنے اندر کی خواہشات اور برائیوں کو ختم کرنا ہوگا اگر یہ کام نہ کریں ، داڑھی بھی بڑی ہو، فقیرانہ چوغا بھی پہنا ہو، زلفیں بھی سنت کے مطابق رکھی ہوں مگر اندر سے نہ حرص گئی ، نہ بے حیائی کے اثرات گئے، نہ اپنی نگاہ پاک کی تو دوسروں کو کیا پاک کریں گے؟ ہر کوئی دوسرے لوگوں کو تبلیغ کر رہا ہے اور اپنی ذات کو

فراموش کیے بیٹھا ہے۔فلاں یہ کرتا ہے فلاں ایسا ہے،کوئی جو بھی کر رہا ہے پہلے آپ اپنے آپ کو تو دیکھیں؟ یہ اشعار مجھے بڑے پسند ہیں۔بقول شاعر!

حج وی کیتی جاندے او
لہو وی پیتی جاندے او
کھا کے مال یتیماں دا
بھج مسیتی جاندے او
پھٹ دلاں دے سیندے نئیں
ٹوپیاں سیتی جاندے او
چھری نہ پھیری نفساں تے
دنبے کیتی جاندے او
دل دے پاک پوتر حجرے
بھری پلیتی جاندے او
فرض بھلائی بیٹھے او
نفلاں نیتی جاندے او
دسو نہ کچھ حضرت جی
ایہہ کی کیتی جاندے او

ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ بھی مل جائے اور ہزاروں خواہشات بھی دل میں پال رکھی ہوں تو ایسے کبھی بھی اللہ نہیں ملے گا اور نہ ہی کچھ نظر آئے گا۔جس طرح اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اسی طرح آپ کی واحد خواہش بھی اللہ کو پانے کی ہی ہونی چاہیے۔

نظر ملتے ہی دل کو تسلیم و رضا کر دے
جہاں سے ابتدا کی وہیں پہ انتہا کر دے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاں آپ کھڑے تھے وہیں کھڑے رہیں بلکہ اللہ کا

ذکر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے جو اپنے سفر کی ابتدا کی ہے، مرتے وقت بھی یہی میری زبان اور دل پر ہو، یہ انتہا ہے۔ زندگی کا ہر سانس بھی اسی کے نام اور زندگی کا آخری سانس بھی اسی کے نام۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں ساری زندگی اپنے ذکر اور اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے اور آخری سانس بھی اللہ کے ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تقویٰ کے بغیر گناہوں سے چھٹکارا ممکن نہیں

ایک دفعہ ارشاد فرمایا!

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ "

بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار (گناہوں سے بچنے والا) ہے۔ (الحجرات)

گناہوں سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب انسان میں تقوی ہو اور تقوی کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب اہل تقوی کی صحبت اختیار کی جائے، جب وہ کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو اپنے بندوں کے ذریعے ہدایت دیتا ہے، وہ کیسے؟ کوئی بندہ جب اللہ کے بندوں کے ساتھ تعلق جوڑے گا تو اسے ان کی عملی زندگی کو بغور دیکھنے کا موقع ملے گا جو کہ عین قرآن وحدیث کے مطابق ہوگی اور اس پہ عمل کرے گا اور اس کو اپنانے کی کوشش کرے گا، تو اسے تقویٰ نصیب ہوگا اس کی قوت ایمانی میں اضافہ ہوگا اور اللہ کو حاضر ناظر جانے گا تو پھر گناہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ جب یہ یقین ہو گا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے پھر وہ گناہ کیسے کرے گا، کسی کی طرف نظر بد سے کیسے دیکھے گا؟ پھر وہ

مسجد کا احترام بھی کرے گا مسجد ایسی جگہ ہے جہاں اللہ کو سجدہ کیا جاتا ہے اور وہاں پر صرف اللہ ہی کا نام لینا چاہیے تو پھر وہ مسجد میں دنیا کی باتیں کیسے کرے گا۔

اگر اللہ کو حاضر ناظر جاننا نہیں سیکھا تو حفظ کرنے کا اسے کوئی فائدہ نہیں ملے گا نہ ہی عالم دین بننے کا فائدہ ملے گا، اصل بات تو یہ تھی کہ اللہ سے ڈرنا اور اللہ کو حاضر جاننا اور گناہ سے بچنا نہ کہ اپنے الگ الگ نام رکھنا کہ میں تو سنی ہوں، میں تو بریلوی ہوں، میں تو اہل حدیث ہوں، فرض کیا کہ کوئی سنی ہے جو سب سے بڑی جماعت ہے، عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت ہے، اگر کوئی سنی ہو اور وہ چوری کرے، جھوٹ بولے لوگوں کا حق مارے، لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کرے تو کیا اس کی بخشش ہو جائے گی؟ اگر کوئی اہل حدیث ہے جو حدیث پر بہت سختی سے عمل کرنے والی جماعت سے تعلق رکھتا ہے مگر وہ نفرت پھیلائے تو کیا وہ بخشا جائے گا؟ تقویٰ قرآن حفظ کرنے، داڑھی لمبی رکھنے اور محفلوں میں نعت خوانی کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، اگر کسی نے اللہ کو حاضر ناظر جان کر گناہ سے بچنا نہیں سیکھا تو کیسا حفظ اور کیسی نعت خوانی؟

میں نے بھی اللہ کی تلاش میں بے شمار دھکے کھائے ہیں، ہر سبز چوغے والا مجھے اللہ کا ولی نظر آتا اور میں سمجھتا کہ یہ اندر سے مزکی ہوگا لیکن جب اس نے چرس کا سوٹا لگایا میں نے کہا کہ بابا جی یہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ تمہیں نہیں پتا جتھے دھوں اُتھے توں یعنی جہاں دھواں ہے وہاں اللہ ہے (استغفر اللہ)۔

کسی کو دیکھا کہ اس کے بال لمبے ہیں اور اس نے بہت سی انگوٹھیاں پہن رکھی ہیں تو سوچا کہ شاید اس کے پاس کوئی کرامت ہو تو اسی سے کوئی اللہ کا سراغ مل جائے مگر

سب دکھاوا ہوتا۔

کوئی آ کر پوچھتا ہے کہ حضرت صاحب یہ جو میں نے انگوٹھی پہنی ہے اس کو دیکھیں کیا یہ ہمارے ستارے کے ساتھ ملتی ہے یہ ہماری روح پہ اچھا اثر ڈالے گی؟ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پتھر پہننے کا مقصد یہ ہے اس سے اولاد ملے گی، اس سے رزق میں اضافہ ہوگا۔ مجھے تو ایسا رزق نہیں چاہیے جو اللہ کی رضا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ہٹ کر کسی طریقہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ مانگنا صرف اللہ سے ہے یہ پتھروں کے چکر سے نکلیں۔ اگر یہ یقین ہو کہ یہ پتھر ہمیں کچھ دیں گے تو ایمان اسی وقت ختم ہو گیا۔

میں تو صرف اللہ کی رضا مانگوں گا، یہ سب ایمان کی کمزوریاں ہیں، کوئی عامل کوئی پیر یہ کہتا ہے کہ اب ہمارے پاس آ گئے ہو اب ہم دیکھ لیں گے، اب کسی کی مجال نہیں کہ کچھ کر سکے، ایسے دعوے اللہ کو پسند نہیں، سب کچھ اللہ پر چھوڑنا چاہیے کہ اللہ جیسے تو چاہے، ایک دفعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام کا ارادہ کیا کہ ہم یہ کام کریں گے لیکن ان شاءاللہ نہ کہا، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان سے غلطی ہوئی بلکہ وہ بھول گئے، چالیس دن تک وحی نازل نہیں ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں پیر کیا چیز ہے؟ جو کہتا ہے کہ ایسا کر دیں گے ویسا کر دیں گے، ایک پیر کی کیا حیثیت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ کو چیلنج کر رہا ہے۔

خانہ کعبہ میں میں نے خود بھی دیکھا کہ ایک شخص نے جوگیوں والا رنگ پہنا ہوا تھا میں نے کہا کہ حضرت یہ تو سنت کے خلاف ہے احرام تو سفید رنگ کا ہوتا ہے تو کہنے لگے یہ ہمارے سلسلے کا نشان ہے، ہمارے پیر صاحب کا یہ رنگ ہے، پیر کو چاہیے

کہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے اور ان کے رنگ میں غرق ہوجائے اور مریدین کو بھی اسی رنگ میں رنگ دے، خود بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں غرق ہوجائے اور مریدین کو بھی اسی میں غرق کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سر سے پاؤں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرے، جس میں دکھاوا نہ ہو اگر دکھاوے کی نماز قبول نہیں ہے تو محبت کہاں سے قبول ہوگی؟ دکھاوے سے پاک ہو کر اللہ کے نبی کی محبت اور اللہ کی محبت میں میں ڈوب کر اور تمام گناہوں سے پاک ہو کر جب ذکر کریں گے تو پھر وہ لطف اٹھائیں گے کہ کبھی ایسا لطف اٹھایا ہی نہیں ہوگا، جب ایسے ذکر کریں گے اور قلب جب سینے میں کھلبلی مچائے گا تو پھر کہیں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے، پھر اس کی کھوج میں لگ جائیں گے ایسے آگے بڑھتے جائیں گے اللہ کی محبت میں اضافہ ہوتا جائے گا، قلب جاری ہو جائے گا پھر کہیں گے کہ یہ کیا ہوا، پھر صرف قلب ہی نہیں ذکر کرے گا بلکہ سر سے لے کر پاؤں کے ناخن تک ذکر کا اثر جائے گا۔

یہ تو سیدھا سا اللہ کی محبت اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا راستہ ہے جو مرشد نے بتایا ہے اگر تو یہ قرآن وسنت کے مطابق ہے تو اس پہ چلتے جائیں اور اگر یہ قرآن وسنت سے متصادم ہو تو اسے چھوڑ دیں ہم تو اسی کے پیچھے چلیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہو۔

والدین کریمین کی نافرمانی

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے!

" کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتلا دوں، لوگوں نے عرض کیا، کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا" (بخاری شریف)

سب سے بڑا گناہ شرک کرنا ہے اور شرک کے بعد بڑا گناہ والدین کریمین کی نافرمانی ہے۔ اتنے بڑے گناہ کا مرتکب ہونے کے باوجود بھی ہم جنت الفردوس کے سوا کسی دوسری جنت کے طلب گار نہیں ہوتے۔ مزید فرمایا کہ اپنے والدین کریمین کی خدمت میں محبت اور خلوص کے ساتھ صبح کام پر جانے سے پہلے حاضر ہوا کریں، ان کے پاؤں پکڑ کر یا ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کریں کہ آپ کا نا کارہ بیٹا آپ کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکا مجھے معاف فرما دیں اور میرے لیے دعا فرما دیں، میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ جس میدان میں بھی آپ قدم رنجا ہوں گے اللہ پاک آپ کو کامیابی عطا کرے گا۔

مزید فرمایا کہ والدین کے نافرمان کے لیے ولی اللہ بھی دعا نہیں کر سکتا اور جو شخص اپنے والدین کی طرف ایک نظر محبت سے دیکھتا ہے تو اُس کو حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں داخل ہو جائیں، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، جن کے والدین موجود ہیں وہ صبح ان سے مل کر جایا کریں اور جن کے وفات پا گئے ہیں وہ ان کی قبور پر حاضری دیا کریں، ان کو ایصال ثواب کیا

کریں اور پھر اپنا یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں، پھر اپنے حق میں دعا کریں انشاء اللہ میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی۔

یہاں ہر دوسرا شخص رزق میں اضافے اور کشادگی کی دُعا کروانے آتا ہے لیکن حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل نہیں کرتا حالانکہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ صراحت موجود ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک عمر اور روزی میں کشادگی کا باعث ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے" جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر طویل ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا چاہیئے"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والدین کی فرماں برادری عمر اور رزق میں برکت کا باعث ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں کئی بار تجربہ کیا کہ جب بھی میں نے کسی غریب مسکین، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسان کو سینے سے لگایا تو مجھے خدا یاد آ گیا۔ خدا کا یاد آ جانا ایسے ہی نہیں ہے۔ جو خدا کو یاد کرتا ہے خدا بھی اسے یاد کرتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اور اللہ کا ذکر کرنا یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کا چرچا دور دور تک کر دیتا ہے، اس کے عزت و وقار کو بلند کر دیتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے، اس کے سارے کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ اللہ کی یاد ایک خاص فضل ہے جو غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے، ان کی حاجات کو برلانے اور ان کے کام آنے سے عطا ہوتا ہے اور اس عمل سے آپ اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔

والدین کے لیے دعا اور باپ کا مقام

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالی نے قرآن میں ایسے دعا کرنے کا حکم دیا ہے!

"ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین"

"میرے رب مجھے معاف فرمادے اور میرے والدین کو بھی اور مومنین کو بھی"

اس چھوٹی سی اور بامقصد آیت میں اللہ نے ہمیں والدین کا حق ادا کرنے اور ہمارے فرض کی ادائیگی کی طرف راہنمائی فرمائی ہے اور والدین کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہم پہ لازم قرار دیا ہے۔ جب تک ہم اپنے والدین کے حق میں دعا نہیں کریں گے ہماری اپنے لیے کی گئی دعا بھی قبول نہیں ہوگی، آپ کی اپنے حق میں کی گئی دعا قبول ہوگی جب آپ اپنے والدین کے حق میں بھی دعا کریں گے، یہی اس دعا کے ذریعے اللہ تعالی ہمیں سکھا رہا ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ انسان جو کچھ کر گیا ہے بس وہی اس کے اعمال ہیں، ہم یہاں سے جو کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں وہ ان تک نہیں پہنچتا، اگر ایسا ہے تو قرآن پاک میں اللہ پاک والدین کے لیے دعا کرنے کی تاکید کیوں فرما رہا ہے اور نماز میں بھی یہ حکم کیوں دے رہا ہے کہ " ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین اگر مرحومین کے لیے دعا کا اللہ نے حکم دیا ہے تو مرحومین کو اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ والدین عظیم ہستیاں ہیں، آپ یہ دیکھیں کہ ان کی وفات کے بعد بھی ہماری ولدیت وہی رہتی ہے اور قیامت کے دن بھی آپ کو آپ کی والدہ کے نام سے پکارا جائے گا، اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ میں نے اکثر گاڑیوں کے پیچھے لکھا ہوا دیکھا کہ یہ سب میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ماں کی اپنی شان ہے اور باپ کی اپنی۔ ہم ماں کی تو بہت شان بیان کرتے ہیں لیکن یہ نہیں

جانتے کہ باپ کون ہوتا ہے؟ باپ وہ ہوتا ہے جس کے نکاح میں آنے کے بعد عورت ماں بنتی ہے۔ اس لیے دعا ہو یا خدمت، عزت و احترام ہو یا حکم کی بجا آوری، دونوں ہستیوں کو یکساں یاد رکھنا چاہیے۔ یکطرفہ کوئی کام کریں گے تو وہ مناسب نہیں۔ کبھی ماں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے تو کبھی باپ کو، اللہ تعالیٰ نے دونوں کی خدمت کا حکم دیا ہے، ٹھیک ہے ماں کی قربانیاں کچھ زیادہ ہوتی ہیں، جو قربانیاں ماں دیتی ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے زیادہ خدمت کا حقدار کون ہے؟ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تیری ماں، پھر دوبارہ اس نے پوچھا، تو ارشاد ہوا تیری ماں، تیسری بار اس نے پوچھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا تیری ماں، چوتھی بار پوچھا تو فرمایا تیرا باپ۔

حکم باپ کا فضیلت رکھتا ہے اس لیے کہ باپ حاکم ہے ماں کا بھی اور آپ کا بھی۔ آپ کے باپ کو وہ اختیار حاصل ہے کہ اگر بچہ مارا جائے تو قاتل کو باپ معاف کر دے تو قتل معاف ہو جائے گا۔ اتنا بڑا اختیار اللہ نے باپ کو دیا، جس باپ کو اللہ نے اتنا اختیار دیا ہے آپ بھی اس کا اس کے مقام کے لائق احترام کریں۔ ماں، باپ ہی کی وجہ سے ماں بنتی ہے اگر باپ کو آپ کچھ نہیں سمجھیں گے تو پھر ماں کا بھی اصل میں آپ نے ادب نہیں کیا ہے۔ اس لیے اپنے والدین کریمین کی خدمت اور حکم کی بجا آوری یکساں طور پر کریں۔

دوسری طرف غور کریں معاشرے میں ہو کیا رہا ہے، ماں دروازے پر کھڑی آوازیں دیتی رہ جاتی ہے اور بیٹا غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا ہوتا ہے کہ مجھے پیچھے سے آواز نہ دیا کریں، گھر میں آرام سے بیٹھا کریں، شور نہ مچایا کریں لیکن پڑوسی کے بیٹے

کی انگلی کے اشارے پر چلا جاتا ہے، جس ماں نے پیدا کیا اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں۔ حدیث مبارک میں ہے" اگر کوئی چاہتا ہو کہ میری عمر بڑھا دی جائے اور میرے رزق میں زیادتی کی جائے تو اپنے والدین کے ساتھ صلہ رحمی کے ساتھ پیش آئے" والدین کی فرمابرداری سے عمر بھی بڑھے گی اور رزق میں بھی اضافہ ہوگا۔

بَن خرمہ (میرپور کا ایک گاؤں) کا ایک واقعہ ہے کہ باپ نے کہا کہ بیٹا یہ کافی سارا بچا ہوا کھانا ہے اسے جا کر گھر دے آؤ، رات بھر ادھر پڑا رہا، تو خراب ہو جائے گا۔ بیٹے نے اپنے کسی دوست سے ملنے میرپور یونیورسٹی جانا تھا، اس نے باپ کی بات نہ مانی اور اپنے دوست کی طرف نکل گیا، باپ مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ دس پندرہ منٹ بعد فون آیا کہ کہ آپ کا بچہ ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ماں باپ کی نافرمانی عمر میں بے برکتی کا سبب بنتی ہے۔ جب ہم قصوروار ہوتے ہیں تو ہم تقدیر پر الزام لگا دیتے ہیں۔ اگر ہر معاملہ تقدیر پر ہی ڈالنا ہے تو قتل کے مجرم کو بھی بری کر دینا چاہیے اسے کوئی سزا نہ دیا کریں، کہہ دیا کریں کہ تقدیر میں جو لکھا ہوا تھا ہو گیا۔ اپنے کرتوت، قول و فعل نہیں دیکھتے، غلط کام ہم کرتے ہیں اور الزام تقدیر پر لگا دیتے ہیں۔

ہدہد سے حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے پوچھا کہ تیرے اندر کیا خوبی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں بتا سکتا ہوں کہ زمین کے نیچے کتنے فٹ گہرائی میں پانی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس بات پر اعتراض کیا کہ ہدہد اگر زمین کے نیچے اتنے فٹ گہرائی میں دیکھ کر یہ بتا سکتا ہے کہ پانی کہاں ہے تو وہ خود جال میں پھنس جاتا ہے اور اسے جال کا کیوں نہیں پتا چلتا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بات ہدہد سے پوچھی

تو ہد ہد نے جواب دیا کہ پانی کو دیکھ لینا اللہ کی عطا ہے اور جال میں پھنس جانا اللہ کی تقدیر ہے۔ ہر الزام تقدیر پر نہیں لگانا چاہیے، اپنی طرف سے نیک کام کرنے، اللہ کے احکام ماننے اور گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، پھر بھی اگر کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کی تقدیر ہے۔

اگر ہم اللہ کی عبادت کثرت سے کر رہے ہیں، کثرت سے ذکر بھی کر رہے ہیں، کثرت سے تہجد بھی پڑھ رہے ہیں اور وظائف بھی کر رہے ہیں تو جس کا آپ ذکر اور عبادت کر رہے ہیں اسی اللہ کی نافرمانی بھی کریں تو عجیب سی بات ہے۔ والدین کی خدمت اور احترام کا حکم بھی تو اللہ ہی نے دیا ہے، شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، اللہ کی عبادت بھی اور والدین کی نافرمانی بھی دونوں متضاد باتیں ہیں، اللہ کا ایک حکم مان رہے ہیں اور دوسرا نہیں۔

والدین کی ناراضگی رزق میں تنگی اور مشکلات کا باعث ہے

ایک دفعہ میں حضرت صاحب کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا کہ میں شدید مشکل میں ہوں لاکھوں روپے لگا کر کاروبار شروع کیا لیکن ناکام ہو گیا اور مسلسل نقصان میں جا رہا ہے، اس کے علاوہ بھی زندگی کے تمام معاملات میں رکاوٹیں ہیں، نقصانات ہو رہے ہیں، ابھی میں آ رہا تھا میری جیب میں کوئی 20 ہزار روپے تھے، کسی دوست سے قرض لیا تھا اسے واپس کرنا تھے، جب میں گاڑی سے اترا تو وہ رقم جیب سے غائب تھی، کہیں گر گئی یا کسی نے نکال لی۔ ایسے ہی سارے

معاملاتِ زندگی درہم برہم ہیں، پتانہیں کوئی جادووغیرہ کا معاملہ ہے یا کچھ اور۔

حضرت صاحب نے اس کی ساری بات سننے کے بعد اس سے سوال کیا کہ آپ کے والدین کریمین ٹھیک ہیں اور آپ کے ان کے ساتھ تعلقات کیسے ہیں، وہ آپ سے خوش اور راضی ہیں؟ تو وہ کہنے لگا کہ جی بالکل راضی ہیں اور مجھے کاروبار کے لیے رقم بھی انہوں نے دی تھی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے خیال کی نظرِ ثانی کریں آپ کے والدین آپ سے خوش نہیں ہیں لیکن وہ اسرار کرنے لگا کہ نہیں ایسا نہیں ہے والدین راضی ہیں میں فون پہ آپ کی بات کروا دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ، حضرت صاحب کے چہرے پر کچھ ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ آپ کے کچھ زمینوں کے معاملات بھی ہیں جو کافی عرصے سے خراب ہیں تو وہ کہنے لگا کہ جی بالکل بہت پرانے باپ دادا کے وقتوں کے مسائل ہیں جو سلجھ نہیں رہے۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر مجھے یہاں بیٹھ کر یہ پتا ہے کہ آپ کے زمینوں کے معاملات خراب ہیں تو میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ آپ کے والدین آپ سے کتنے راضی ہیں، پھر فرمایا کی آپ نے وہ حدیث مبارک نہیں پڑھی کہ جو کوئی یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھ جائے اور رزق میں برکت ہو وہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرے، اگر آپ نے نہیں پڑھی تو میں پڑھوا دیتا ہوں، یہ کہتے ہوئے حضرت صاحب نے مجھے حکم دیا کہ الماری سے شرح صحیح مسلم شریف جلد نمبر سات نکال دو، میں نے مطلوبہ کتاب حضرت صاحب کو پیش کر دی، حضرت صاحب نے کتاب ہاتھ میں لیتے ہی اسے کھول دیا اور ایک ورق بھی ادھر اُدھر پلٹے بغیر کتاب میری طرف بڑھا دی اور کہا کہ یہاں سے پڑھیں، میں نے دیکھا تو وہی حدیث مبارک سامنے موجود تھی، کتاب میں اس مقام پر نہ کوئی نشانی رکھی ہوئی تھی نہ

ہی ورق کوتہہ کیا گیا تھا، میں حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیسے پہلی بار ہی مطلوبہ صفحہ ہی نکلا جس پر وہی حدیث مبارک موجود ہے، تبھی حضرت صاحب نے ہلکی آواز میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ کبھی کبھی یہ کتابیں بھی ہم سے باتیں کر لیتی ہیں۔

میں نے بارہا یہ مشاہدہ کیا کہ حضرت صاحب کوئی بات یا کوئی حدیث مبارک بیان کی پھر کوئی کتاب اٹھائی اور اسے ہاتھ میں پکڑتے ہی کھول دیا اور ٹھیک وہی صفحہ سامنے آ گیا جہاں وہی الفاظ موجود ہوتے جو آپ نے بیان کیے ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ولی سے لوگوں کے دل بھی باتیں کرتے ہیں، کتابیں بھی اور اہلِ قبر و برزخ کے حالات بھی اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

سب سے بڑی عبادت، اللہ کی مخلوق کی خدمت

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کے لیے فائدہ مند ہو۔''

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے دوسرے بھائیوں کیلیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (بخاری)۔

کچھ لوگ عبادات پر بہت زور دیتے ہیں کہ عبادت ہی سب کچھ ہے انسانیت کی خدمت بعد میں ہے، اگر آپ کا پڑوسی بھوک سے مر رہا ہے اور آپ کا دل اس کی اس حالت کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا نہ ہو اور آپ کو اس کا خیال تک نہ آئے تو عبادت کس کام کی؟

اصل میں تو ہمیں ہر کام صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہی کرنا چاہیے، چاہے وہ عبادت ہو، کاروبار ہو، کھیتی باڑی ہو یا والدین کی خدمت سب اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ ہمیں تو جانوروں کی بھی خدمت کرنا چاہیے کیونکہ یہ بھی تو اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں۔ ہر وہ شے جس میں جان ہے اس پر احسان کرنا چاہیے کہ اس کا بھی وہی مالک ہے جو ہمارا مالک ہے۔ جانوروں سے فائدہ تو اٹھائیں دودھ، گوشت اور بار برداری کی لذت بھی حاصل کریں لیکن ان کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش نہ آئیں تو کیا یہ اللہ دیکھ نہیں رہا؟ جانوروں کی بھوک پیاس کا خیال رکھا کریں اگر بھینس دودھ نہیں دے رہی تو اسے لاٹھیوں سے مارنا، گدھا تیز نہیں دوڑ رہا تو اسے لاٹھیوں سے پیٹنا، کیا یہ انسانیت ہے؟ انسان تو اسے کہتے ہیں جو تمام مخلوقات پر احسان کرنے والا ہو۔ جس جانور کی کمائی آپ کھا رہے ہیں اسی پر ظلم کر رہے ہیں۔ زیادہ کام اور مشقت لے کر اپنا پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی بھوک پیاس کا خیال نہیں رکھتے اور اس کی بیماری میں اس کو مار بھی رہے ہیں کہ دودھ ہر حال میں چاہیے۔ بعض عبادت گزار اور اللہ کا ذکر کرنے والے لوگ بھی بعض اوقات جانوروں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں، یہ سب دنیا کی محبت کی وجہ سے انسان کرتا ہے۔ آپ کے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کی محبت ہونی ہی نہیں چاہیے۔ آپ اگر کسی جانور کے ذریعے روزی کما بھی رہے ہیں تو یہ فریضہ اللہ نے آپ کو سونپا ہے۔ جانور سے کام اللہ کی رضا کی خاطر لیں، جو پیسے حاصل ہوں اللہ کی رضا کی خاطر بیوی بچوں پر اور خود پر خرچ کریں۔ اگر دنیا کی محبت، لالچ حرص و ہوس آپ کے دل میں ہوگی تو پھر آپ کو جانور کے دودھ نہ دینے پر غصہ آئے گا، تیز نہ دوڑنے پر آپ کو غصہ آئے گا۔ آپ اس کو مار کر خود کو گنہگار کرنے کے مرتکب ہوں

گے۔ آپ کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ کی رضا میں راضی رہیں اور اس کی مخلوق کے خدمت گزار اور اللہ کے شکر گزار بندے بنیں۔

ایک دن میں رفیق صاحب کے گھر دعا پہ جا رہا تھا تو راستے میں منڈا والے پل کے قریب ایک کتیا دیکھی جو کہ خارش زدہ تھی اور چلنے سے قاصر تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا، میں نے اللہ سے التجا کی کہ اے مالک! تو وہی ہے جو مجھے بھی اور اسے بھی پیدا کرنے والا ہے۔ ہم دونوں کا رب تو ایک ہی ہے میں بحیثیت انسان دعا کرتا ہوں کہ اسے اس مشکل اور تکلیف سے نجات دے دے، اسے صحت دے دے تُو اسے شفا دینے پہ قادر ہے، تو میرے دل کی مراد پوری کر دے۔ میں یہ دعا کر کے چلا گیا۔ واپس آیا تو دیکھا کہ وہ کتیا اچھل کود رہی تھی۔ میں نے جب دیکھا تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ میرے پروردگار! تو نے مجھ ناچیز کی دعا سن لی۔ اگر کوئی آپ کا دشمن بھی ہو آپ اس کے لیے بھی دعا کریں اور اللہ سے عرض کریں کہ اس نے تو جو بھی کردار ادا کیا ہے، مجھے نقصان پہنچایا ہے، تکلیف دی ہے لیکن تو رحمان اور رحیم ہے اسے اجر دے اور اسے معاف فرما دے۔ میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں، کہ وہ دعا جو آپ اپنے دشمن کے حق میں کریں گے اللہ وہ آپ کی گود میں بھی ڈالے گا۔ خدا کا واسطہ ہے کسی کا حق نہ ماریں، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کریں، کسی کے ساتھ ظلم نہ کریں، کسی کی چھوٹی سی بھی دل آزاری یا کسی کو تنگ کریں گے تو اگر وہ کمزور ہے آپ سے بدلہ نہیں لے سکتا تو وہ کائنات کے مالک کے پاس ہی جائے گا، جس نے اسے اور آپ کو پیدا فرمایا ہے، اگر اس نے انصاف کیا اور آپ کی زیادتی کا بدلہ لیا تو آپ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یہ بات دنیا کے تمام انسانوں کے لیے یکساں ہے نہ

پیر حضرات اس سے مستثنٰی ہو سکتے ہیں اور نہ علماء کرام۔

ایک وکیل کی بینائی کیوں ختم ہوئی

ایک دن ہم حضرت صاحب کے پاس حاضر تھے کہ رحیم یار خان سے ایک وکیل صاحب کی وڈیو کال آئی، کہنے لگے کہ میرے ایک دوست ہیں جو میرے ساتھ ہی بیٹھے ہیں ان کی آنکھوں کی بینائی کا مسئلہ ہے بینائی ختم ہو رہی ہے ان کے لیے دعا بھی کریں اور دوا بھی بتائیں، حضرت صاحب نے کوئی اور بات کہے یا پوچھے بغیر فرمایا کہ کیا چند دن پہلے انہوں نے اپنا دانت نکلوایا ہے اور اس کا ایک ٹکڑا اندر ہی رہ گیا ہے، وہ وکیل صاحب کہنے لگے کہ حضرت صاحب ان کی آنکھوں کی بینائی کا مسئلہ ہے دانتوں کا نہیں، حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے کہ ہماری قوم کا آدمی قتل ہو گیا ہے اور اس کے قاتل کا کوئی پتا نہیں چل رہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جائیں ایک گائے ذبح کریں، ان کے سوال کا جواب یہ تو نہ تھا وہ تو مقتول کے قاتل کا پوچھ رہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام انہیں گائے ذبح کرنے کا کہہ رہے تھے لیکن جب انہوں نے گائے تلاش کی اسے ذبح کیا اور اللہ کے حکم سے اس کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کو مارا تو وہ زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کی نشاندہی کرنے کے بعد پھر مر گیا۔تو آپ یہ بتائیں کہ دانت کا جو مسئلہ میں نے بتایا ہے کیا ویسے ہی ہے یا نہیں، تو وہ وکیل صاحب کہنے لگے کہ جی ایسا ہی ہے، پھر حضرت صاحب نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ بتائیں کہ اگر کوئی مجرم آپ کے پاس اپنا کیس لے کر آئے اور آپ کو پتا ہو کہ جرم اسی کا ہے یہی گناہ گار ہے تو اس کا کیس لڑنا جائز ہے یا ناجائز، وکیل صاحب کہنے لگے کہ قانون کی نظر میں جائز ہے لیکن

شریعت کی نظر میں نا جائز ہے، حضرت صاحب نے فرمایا کہ جو چیز شریعت میں جائز نہیں اس کو ہم جائز نہیں کہہ سکتے، اتنی بات کرنے کے بعد حضرت صاحب نے بات بدل دی اور پھر بات ختم کر کے فون بند کر دیا اور ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا ان سے یہ پوچھنے کہ آپ نے دانت نکلوایا تھا اور اس کا کچھ حصہ اندر رہ گیا تھا کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ان کی بینائی کا تعلق دانت کے ساتھ ہے بلکہ ان کو یہ باور کرانا تھا کہ اگر مجھے آپ کے دانت کے بارے میں پتا ہے تو آپ کی بینائی جانے کی وجہ بھی جانتا ہوں اور ان کو اشارۃً بتا بھی دیا اگر وہ عقلمند ہوں تو سمجھ جائیں کہ کسی مظلوم کے مقابلے میں ظالم کا ساتھ دینے اور کیس لڑنے کا خمیازہ ہے، مظلوم دنیا کی عدالت میں تو شاید کیس ہار جاتا ہے لیکن جب معاملہ اللہ کی عدالت میں جاتا ہے تو اس کا انصاف بہت سخت ہوتا ہے۔

انسان ضعیف ہے

اللہ تبارک تعالی نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا!

"خلق الانسان ضعیفا"

"ہم نے انسان کو ضعیف پیدا کیا"

ضعیف یعنی ناتواں اور کمزور، یہ تو آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات پیدا کیا اور یہ بھی سنا ہوگا کہ فرشتوں سے انسان بننا بہتر ہے، اگر انسان فرشتوں سے افضل ہے تو کمزوری کس بات کی؟ اللہ تعالی نے اسی لیے متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں غور کرو۔ غور وفکر کیسے کرنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں!

"ھدی للمتقین" قرآن کریم ہدایت کرتا ہے متقین کو" اگر کوئی متقی نہیں یا ہدایت کا طالب نہیں تو اسے قرآن سے ہدایت نہیں ملے گی، قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ انسان متقی ہو، اگر وہ متقی نہیں ہے یا متقی بننا نہیں چاہتا تو ویسے ہی قرآن پڑھتا جائے اسے ہدایت نہیں ملے گی۔

متقی کسے کہتے ہیں جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اللہ کی ناراضگی کے ڈر سے گناہ سے بچتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پرہیز گار انسان کی پہچان بتائی ہے جیسے کہ انسان جھاڑی دار اور کانٹوں والے رستے سے اپنے کپڑے بچا کر گزرتا ہے ایسے ہی پرہیز گار انسان زندگی میں گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے خود کو بچا بچا کر زندگی کے سفر سے گزرتا ہے۔ پھر کمزوری کیا ہے؟ جس کا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ انسان کمزور ہے؟ جس چیز کو ہم طاقت سمجھتے ہیں وہی کمزوری ہے۔ غرور، تکبر تمام خصائلِ رذیلہ ہی انسان کی اصل کمزوری ہیں۔ یہی ہماری کمزوری ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرما رہے ہیں کہ انسان ضعیف ہے۔

اگر انسان صبر نہیں کرے گا، دوسروں پر ظلم کرے گا، جو بھی دنیاوی اعتبار سے اسے اپنے سے کمزور نظر آئے گا اسے حقارت کی نظر سے دیکھے گا، جانور اللہ نے انسان کے بس میں کر دیئے حالانکہ جسمانی طاقت کے لحاظ سے جانور انسان سے زیادہ طاقتور ہیں لیکن اللہ نے ان کو انسان کے ماتحت کر دیا جو کہ جسمانی لحاظ سے ان سے کمزور ہے۔ تو یہ انسان جس جانور کی کمائی کھاتا ہے اسی پر لاٹھیاں بھی برساتا ہے تو انسان ضعیف ہے۔ انسان حسد کرتا ہے، شیطان کی سب سے بہت بڑی طاقت حسد ہے۔ جس انسان کے اندر وہ حسد کو داخل کرے گا اس کو بڑی آسانی کے ساتھ اللہ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے سے دور کر دے گا۔ یہ ہے وہ کمزوری، جس کا قرآن میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ سخت برا اور ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ جس انسان میں حسد ہوتا ہے اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اس کی نماز، نفل اور تلاوت کچھ بھی قبول نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے"۔

جو عبادت اللہ کی رضا کی خاطر نہ کی جائے وہ کوئی نفع نہیں دے گی، جو لوگ عبادات اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو تقدیر بنا دیتا ہے۔ زبان سے نکلنے کی دیر ہے وہ بات قبول ہو جائے گی بلکہ زبان سے بھی بولنے کی ضرورت نہیں دل میں ہی سوچ لیں، دل میں دلیل ہی گزار دیں گے تو وہی ہو جائے گا کیونکہ اللہ سمیع البصیر ہے وہ ہماری زبان کے الفاظ کا محتاج نہیں ہے، دل میں سوچنے سے ہی آپ کی دعا قبول ہو جائے گی۔

انسان کو سب سے زیادہ نقصان اس کی غلطیاں اور گناہ پہنچاتے ہیں، ایسے میں نادم ہو کر اپنے پروردگار کو پکارے تو وہ ہماری پکار سن لیتا ہے۔ ہماری کیا اوقات کہ اتنی بڑی کائنات بنانے والا ہماری بات سن لے، یہ بھی اس کی شان ہے کہ وہ ہم سے ناکارہ بندوں کی سن لیتا ہے۔ نادم ہو کر اللہ سے اس طرح دعا کریں کہ "اے اللہ تو اتنی بڑی شان والا، پوری کائنات کو بنانے والا ہے، میری کیا اوقات ہے کہ میں تیرے سامنے اپنی کوئی دعا پیش کروں، تو اپنے لاڈلے اور پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے مجھے معاف فرما دی" تو اللہ یقیناً معاف فرما دے گا۔

Scanned with CamScanner

سورۃ ماعون کی تفسیر

سورۃ ماعون قرآن کی ایک مختصر سی سورۃ ہے، لیکن اس پر عمل کیے بغیر کوئی انسان جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جو اس سورۃ کی پابندیوں اور جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کو جھٹلائے گا وہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا، جنت کے دروازے اس پر بند ہوجائیں گے اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا!

"وہ لوگ جو قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں"

یعنی یہ عقیدہ رکھنے والے کہ مرنے کے بعد سب ختم ہو گیا، کوئی حسابِ قبر، کوئی حسابِ قیامت نہیں ہوگا۔ کوئی برملا زبان سے یہ نہ بھی کہے لیکن اپنے عمل اور آخرت سے غفلت سے ظاہر ہوگا کہ کوئی روزِ آخرت پہ کتنا ایمان رکھتا ہے۔

"وہ لوگ جو یتیموں کو دھکے دیتے ہیں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دیتے"

یہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں یعنی جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے وہ کس طرح غریب اور مسکین لوگوں پر خرچ کریں گے؟ قیامت پر ایمان رکھنے والے لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں تو انہیں پتہ ہے کل ہمیں اس کا صلہ بھی مل جائے گا۔ جن کا قیامت پر ایمان نہیں ہوگا وہ غریبوں کو کیسے دیں گے؟ بلکہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں گے کہ ہم کون سا جواب دِہ ہیں۔ جو زندگی ہے بس یہی ہے، اس زعم میں کہ ہم نے اپنی کمائی کی ہے اپنی محنت سے کمایا ہے اور یہ بھول جاتے ہیں کہ سب کچھ دینے والا اللہ ہی ہے، اس نے رزق دیا ہے تو یہ آزمائش ہے کہ کیا میری مخلوق پہ خرچ کرتا ہے کہ نہیں۔

"وہ لوگ جو نمازوں میں کوتاہی کرتے ہیں۔اور ان نماز پڑھنے والوں کے بارے میں بھی جو اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں"

وہ لوگ جو دنیاوی کاموں کی خاطر اپنی نماز کو قضا کر دیتے ہیں اور انہیں اس کی پرواہ تک نہیں ہوتی اور نماز میں سستی کرتے ہیں، کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑی یا وقت پر نماز ادا نہ کی، وقت گزر جانے کے بعد نماز قضا کر لی، ایک دوزخ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نماز میں سستی کرتے ہیں، ٹال مٹول کر کے نماز ادا کرنا کہ پڑھ لیں گے، ابھی بڑا وقت پڑا ہے، جب اللہ کا حکم آجائے اور اذان سن لیں تو سر سجدے میں رکھ دیں یہ نہ کریں کہ ابھی پڑھ لیتا ہوں، تھوڑی دیر تک پڑھ لیتا ہوں، آپ کو کیا پتا کہ اگلا سانس آپ کے نصیب میں ہے بھی کہ نہیں؟ نماز کے بارے میں اللہ تعالی نے اس قدر پابندی کا حکم دیا ہے کہ جو نماز پڑھے لیکن اس میں سستی کرے اس کو بھی سخت عذاب کی وعید ہے۔

"اور جو برتنے کی چیزیں دوسروں کو استعمال کے لیے نہیں دیتے"

جو لوگ اپنی چیزیں دوسروں کو برتنے کے لیے نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ ہم نے خود خریدی ہوئی ہے ہم دوسروں کو کیوں دیں، دوسرا اپنے لیے خود چیز خرید لے۔ یہ لوگ بھی انھیں کے زمرے میں آتے ہیں جن کا قرآن میں ذکر ہو رہا ہے کہ جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے۔ دین میں خرابی کی بنیاد ہی اس وقت پڑتی ہے جب اُخروی زندگی اور قیامت پر یقین کمزور پڑتا ہے ورنہ جس کا قیامت کے دن پر ایمان ہوگا وہ کبھی بھی اس طرح کے کام نہیں کرے گا کہ ایک دن ہم نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے۔ قیامت کے دن پر یقین ہونے سے ہمیں اپنے تمام

نیک اعمال پر بھی یقین ہوگا کہ ہمیں ان کا صلہ اللہ کی طرف بروز قیامت ملے گا۔جن کو صلہ ملنے کی امید نہیں وہ ایسے ہی لوگ ہیں جو کہہ دیتے ہیں مر گئے مٹی ہو گئے جو کر گئے اپنے لیے کر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ مدینے کے ایک ویرانے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔کھانا کیا تھا؟ جو کی خشک روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہے تھے۔روٹی کو توڑنے کے لیے زور لگا رہے تھے اور ٹکڑا ٹوٹ نہ رہا تھا۔ایک مسافر وہاں سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بابا روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہے ہیں، وہ مسافر خود بھی بھوکا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو پانی میں روٹی بھگو کر کھاتے دیکھ کر مایوس ہو گیا کہ ان سے مجھے کھانے کو کیا ملے گا۔البتہ اس نے ان سے کسی ایسے گھرانے کا پتہ پوچھا جہاں سے وہ پیٹ بھر کے کھانا کھا سکے۔حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے ایک گھر بتایا کہ وہاں چلے جاؤ وہاں سے آپ کو کھانا مل جائے گا۔جب وہ وہاں گیا تو ایک مہمان نواز میزبان نے اسے بہترین کھانا پیش کیا،کھانا کھا کر جب جانے لگا اس نے اپنے میزبان سے کہا کہ مجھے کچھ کھانا دے دیں، باہر ویرانے میں ایک بابا ہیں جو خشک روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہے ہیں، میں ان کے لیے بھی کھانا لے کر جانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر میزبان نے کہا کہ وہ سفید ریش اور نورانی چہرے والے بزرگ میرے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور میں ان کا بیٹا حسن ہوں اور یہ گھر انہی کا ہے۔اس سے یہ پتہ چلا کہ اللہ والے خود روکھی سوکھی کھا کر اور خود بھوکا رہ کر دوسروں کو بہترین کھانا کھلاتے ہیں۔

مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ قرآن میں فرماتا ہے!

"اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا"

اگر آپ کے پاس کوئی سائل آجائے تو اس پر تنقید نہ کریں کہ تم تو اچھے خاصے ہو، جا کر کوئی کام کرو، بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ کسی کے اندر کی کیفیت کا اندازہ آپ کیسے کر سکتے ہیں کہ کسی کی کیا مجبوری ہے۔ جب کوئی آپ کے پاس سوال کرنے والا آگیا ہے تو آپ کوشش کریں کہ بنا اسے جھڑکی دیئے اور ڈانٹے اس کی حاجت پوری کر دیں اور اس سے سوال وجواب نہ کریں، نہ اس کی تذلیل کریں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے کوئی زکوٰۃ کا حقدار نظر نہیں آرہا تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں چوراہے پر صبح سحری کے وقت کھڑے ہو جانا، اس وقت جو بندہ گزرے گا اسے یہ پیسے دے دینا۔ وہ اس رستے پر جا کر کھڑا ہو گیا، جب دیکھا تو ایک شاہسوار گزر رہا تھا، اس کا گھوڑا اور لباس اچھا خاصا معقول تھا، دیکھنے میں وہ غریب نظر آتا تھا نہ زکوٰۃ کا حقدار، جب وہ شاہسوار کچھ دور چلا گیا تو وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور دل میں سوچنے لگا کہ امام صاحب نے تو اس کو زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے، یہ تو زکوٰۃ کا حق دار لگتا ہی نہیں مگر حکم تو ماننا پڑے گا، ضرور اس میں کوئی حکمت ہوگی، اس نے شاہسوار کو روکا اور وہ رقم اسے دے دی، شاہسوار نے خاموشی سے وہ رقم وصول کی اور چل دیا، زکوٰۃ دینے والا بندہ شاہسوار کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، تھوڑا سا آگے جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ شاہسوار نے اپنے بغل سے کوئی چیز نکال کر نیچے پھینک دی، اس نے قریب جا کے دیکھا تو وہ مردار

گدھے کے گوشت کا ایک ٹکڑا تھا، گدھے کے بالوں سے اس نے پہچان لیا، اب وہ زیادہ بدگمان ہونے لگا کہ شاید وہ شاہسوار تو مسلمان ہی نہیں کیونکہ وہ مردار کا گوشت کھانے والا ہے، جب وہ واپس امام صاحب کے پاس آیا تو آ کر کہا کہ آپ کے کہنے پر میں نے زکوۃ اسے دے دی لیکن وہ مسلمان تو نہیں تھا حرام کھانے والا تھا اور وہ شاہسوار تھا، کیا اسے زکوٰۃ لگتی تھی؟ امام صاحب نے اسے بتایا کہ وہ بہت غیور اور خوددار انسان ہے لیکن غربت کا اس قدر کا شکار ہے کہ بھوک سے بچے دم توڑنے لگے تو ان کی جان بچانے کے لیے اور وہ کسی سے سوال نہیں کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے، جب اسے یہ حلال رقم مل گئی تو اس نے وہ حرام گوشت پھینک دیا۔ تو کسی کے ظاہری حلیے سے اس کی مالی حیثیت کا اندازہ لگانا غلط بھی ہوسکتا ہے، ممکن ہے وہ کوئی سفید پوش اور خوددار ہو، اپنے حال سے بھی سوال کا اظہار کرنا پسند نہ کرتا ہو۔ اس واقعہ سے یہ بھی بات اچھی طرح معلوم ہوجاتی ہے، کہ جو اللہ والے لوگ ہوتے ہیں انہیں کشف القلوب بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ اہل نظر لوگ ہوتے ہیں اور دوسروں کے حال کو جان لیتے ہیں ان کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

غریب، نادار اور مفلس لوگوں کا خیال رکھنا ہمارے مذہب کا بہت اہم حصہ ہے۔ خود تو اعلیٰ کھانا کھالیا اور کسی دوسرے مسلمان بھائی کا خیال تک نہ آئے، یہ اسلام میں بہت ناپسندیدہ عمل ہے۔ میرے دوستو! اس بات کا خیال رکھنا جو رزق آپ نے کمایا ہے کبھی بھی اسے اپنا خیال نہ کرنا، اپنے آپ کو اس کا مالک نہ سمجھنا، اللہ کی عطا سمجھنا۔ تکبر سے بچنا کیوں کہ تکبر صرف اللہ کی شان کے لائق ہے جو کوئی انسان

تکبر کرے گا۔ وہ شرک کر رہا ہے کیونکہ انسان تکبر کے لائق ہی نہیں۔

اذان کی ابتداء اور درود شریف

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ اب لوگوں کو میرے گھر کے حج کی دعوت دیں اور ان کو پکاریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جگہ تو ویران بیابان ہے یہاں تو کوئی ذی روح نہیں میری پکار کو کون سنے گا، اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ پکارنا آپ کا کام ہے آواز پہنچانا میرا کام ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ کے گھر کی طرف پکارا تو ان کی پکار کو اہلِ زمیں نے بھی سنا اور اہلِ آسماں نے بھی حتیٰ کہ عالمِ ارواح میں روحوں نے بھی آپ کی پکار کو سنا اور جس جس نے لبیک کہا اسے بیت اللہ کا حج نصیب ہوگا، یہ پہلی اذان تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی اذان پکار کو ہی کہتے ہیں، کعبہ کا طواف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے بھی ہوا کرتا تھا اور خانہ کعبہ کا ادب واحترام بھی اللہ کے گھر کی حیثیت سے ہوا کرتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اذان کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے، جب ہم اللہ اکبر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے آگے اس کی بڑائی کا اقرار کرتے ہوئے ایسے جھکیں کہ ہمارے دل میں اس کی عظمت کا مکمل احساس ہو اس کے علاوہ کسی اور کی عظمت اور بڑائی ہمارے دل میں رائی برابر بھی نہ ہو، اذان میں سب سے پہلے اللہ کی بڑائی کا اقرار ہے لیکن کوئی کہے کہ نہیں اذان سے پہلے درود شریف لازمی پڑھنا ہے جو نہ پڑھے اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں۔ جو عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرنے کا حکم نہیں دیا صحابہ کرام نے نہیں کیا اس کو ہم لازمی قرار نہیں دے

سکتے اور اس کے نہ کرنے پر کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ درود شریف کہیں بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن اگر ایک عمل فرض یا سنت نہیں اور اس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں تفرقہ پڑ رہا ہے اسے چھوڑ کر تنہائی میں دوزانوں ہو کر ادب سے درود شریف پڑھیں، درود شریف کو سپیکر پر پڑھ کر فرقہ واریت کو ہوا کیوں دیتے ہیں، ایک بندے نے آ کر کہا کہ میں دس پندرہ منٹ اذان کے بعد سپیکر پر درود وسلام پڑھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ تو اگر آپ باادب طریقے سے بیٹھ کر تنہائی میں پڑھیں تو زیادہ مناسب ہے۔ اذان کے ساتھ پڑھ لیں تو کوئی گناہ بھی نہیں ہے ثواب ہی ہے جہاں بھی پڑھیں ثواب ہی ملے گا لیکن سپیکر پر پڑھنا کیا ضروری ہے؟ کہنے لگا کہ ساتھ ہی وہابی ہیں ان کو جلانے کے لیے پڑھتا ہوں۔ اب آپ غور کریں کہ اگر کوئی انسان کسی کو جلانے کے لیے درود شریف پڑھ رہا ہے تو کیا وہ ثواب کما رہا ہے؟ درود شریف تو جلے ہوئے کو بھی ٹھنڈک پہنچا دیتا ہے اور تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اس سے جلانے کی بات کر رہے ہو۔ ہمارا دین کسی کافر کو بھی جلانے کی اجازت نہیں دیتا کسی غیر مسلم کے ساتھ زیادتی کی بھی سزا مل کر رہتی ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ستانے اور جلانے کا انجام کیا ہوگا۔ میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کا دل نہ دکھائیں میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کافروں کی بھی دل جوئی کی اور انھیں مسلمان کر دیا۔ دل دکھانا بہت بڑا گناہ ہے اور یہ دل جلانا اس کا کیا انجام ہوگا۔ کسی کو کوئی حق نہیں کہ کسی کلمہ گو کو غلط سمجھتے ہوئے اسے اپنے سے کمتر اور گناہگار سمجھے۔

اللہ اکبر کی اپنی ہی شان ہے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلائی تب بھی تکبیر کی صدا بلند ہوئی آپ لوگوں

نے ہمیشہ دیکھا ہوگا یہاں قربانی کے موقع پر جب میں جانوروں کے کانوں میں اللہ اکبر کہتا ہوں تو وہ بڑے آرام سے اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جانور بھی اس اللہ اکبر کی شان کو پہچانتے ہیں اور ہم انسان ہو کر کیا کر رہے ہیں نبی سے زیادہ محبت ہے تو ان کی پیروی میں آئیں، درود و سلام پڑھیں بہت زیادہ پڑھیں مگر اس میں دکھاوا نہ کریں، درود شریف ایک عبادت ہے اس میں دکھاوا ہوگا تو دکھاوے کی کوئی عبادت قبول نہیں اور اگر کوئی اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کو مناسب خیال نہ کرے تو یہ کہنا کہ وہ نبی سے محبت کرنے والا نہیں، یہ بالکل مناسب بات نہیں۔ ہم نے کسی کا فرقہ چھیڑنا نہیں اور اپنا عقیدہ چھوڑنا نہیں کیونکہ ہمارا کوئی فرقہ تو ہے نہیں یہ تو طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

معیارِ ولایت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ"

"بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے"

مزید فرمایا کہ

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ"

"اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا"

اس چھوٹی سی آیت میں حقیقت شناس لوگوں کے لیے بڑی راہ نمائی ہے کہ جو

کوئی بھی دین میں نئی بات شامل کرے گا جو قرآن اور حدیث میں نہ ہو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے۔

میں ایک محفل میں گیا وہاں ایک عالم دین ایک واقعہ سنا رہے تھے کہ خلیفہ ہارون کا ایک بیٹا تھا جو شہزادوں والا لباس نہ پہنتا تھا اور سادہ لباس پہنتا تھا، ہارون رشید کو وزرا نے کہا کہ اپنے بیٹے سے کہیں کہ شاہی لباس پہن کر آئے اچھے کپڑے پہن کر دربار میں آیا کرے بادشاہ کا بیٹا اگر پرانے کپڑوں میں آئے گا تو یہ آپ کی عزت میں کمی کا باعث بنے گا، باپ نے بیٹے سے اچھا لباس پہننے کو کہا تو بیٹے نے کہا کہ آپ اس چڑیا کو آواز دیں وہ میرے پاس دوڑی چلی آئے گی، چڑیا کو بلایا تو وہ آ کر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گئی، اس کی ولایت ظاہر ہو گئی تو وہ لوگوں سے دور چلا گیا، جاتے وقت اس کی ماں نے اسے ایک انگوٹھی دی کہ یہ پاس رکھو مشکل وقت میں کام آئے گی۔ وہ بغداد سے بصرہ چلا گیا اور مزدوری کرنے لگا، کام زیادہ کرتا اور مزدوری کم لیتا، بصرہ میں جہاں لوگ مزدوروں کو کام کے لیے لینے آتے تھے وہ وہاں جا کر بیٹھ جاتا، لوگ اس کا نام لے کر اسے ڈھونڈ کر لے کر جاتے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ بیمار پڑ گیا اپنے ایک دوست سے کہنے لگا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ میری یہ انگوٹھی جا کر میرے والد ہارون رشید کو پہنچا دینا، جب وہ فوت ہو گیا تو اس شخص نے وہ انگوٹھی خلیفہ تک پہنچا دی، جب اس کی ماں تک انگوٹھی پہنچی تو وہ سمجھ گئی کہ میرا بچہ آج اس دنیا سے چلا گیا ہے۔ وہ مولوی صاحب یہ واقعہ اس انداز میں بیان کر رہے تھے کہ چڑیا کا اس کے ہاتھ پر بیٹھنا، اس کا والدین کو چھوڑ کر دوسرے شہر چلے جانا اور کم مزدوری میں زیادہ کام کرنا یہ اس کی ولایت کی نشانی تھی۔

میں نے تو لوگوں کے ہاتھوں پر کبوتر بیٹھے ہوئے بھی دیکھے ہیں اور باز بھی، وہ لوگ تو پھر اور بھی زیادہ صاحب ولایت ہوں گے۔ جب آپ اس طرح کے واقعات بیان کریں گے تو لوگ اسی چیز کو معیار ولایت بنالیں گے کہ ماں باپ سے دور ہو کر انہیں جدائی کا غم دے کر ہم لوگوں کے ساتھ نیکی کریں گے تو ہم بھی صاحبِ ولایت ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں تو والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے یہاں تک فرمایا گیا کہ تو اور تیرا مال سب تیرے والدین کا ہے۔

ایسے واقعات جو شریعت کی کسوٹی پر پورے نہ اتریں ان کو بیان کرنے سے لوگ ان کا غلط مطلب لے کر گمراہ بھی ہو سکتے ہیں، جن باتوں میں نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہو وہ علماء کے منہ سے سن کر دکھ ہوتا ہے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی خدمت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پانے کے باوجود آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکے کیوں کہ وہ ہمہ وقت ماں کی خدمت میں رہتے اور ماں کو چھوڑ کر نہ جا سکتے تھے، اسی خدمت کی وجہ سے ان کو ولایت میں وہ اعلیٰ مقام ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو آپ کے پاس بھیجا، اپنا جبہ مبارک عنایت فرمایا اور امت کے لیے دعا کرنے کے لیے کہا۔

اسی طرح روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُ نا موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام ایک بار اللہ پاک کے دربار میں عَرض گزار ہوئے۔ اے ربِّ غفّار! مجھے میرا جنّت کا ساتھی دکھا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فُلاں شہر میں جاؤ، وَہاں فُلاں قصّاب (قصائی) تمہارا جنّت کا ساتھی ہے، چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام وہاں اُس قصّاب (قصائی) کے پاس

تشریف لے گئے، (جان پہچان نہ ہونے کے باوُجود مسافِر و مہمان ہونے کے ناطے) اُس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت کی۔ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کھانا پیش کر کے اندر چلا گیا۔ حضرت سَیِّدُنا مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا تو اندر بہت بُوڑھے مَرد و عورَت تھے وہ وہ قصاب ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک ایک لقمہ ان بزرگوں کو کھلاتا، کھانا کھانے کے بعد انہوں نے قصاب کے حق میں دعا کی، حضرت سَیِّدُنا مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے پاس تشریف لے گئے، آپ علیہ السلام پر نظر پڑتے ہی اُن کے ہونٹوں پر مُسکُراہٹ پھیل گئی، اُنہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رِسالت کی گواہی دی اور اُسی وَقت اِنتِقال کر گئے۔ قصّاب نے آپ (عَلَیْہِ السَّلَام) کی دَسْت بوسی کر کے عَرض کی: آپ اللہ پاک کے نبی حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام معلوم ہوتے ہیں! فرمایا: تمہیں کیسے اندازہ ہوا؟ عرض کی: میرے ماں باپ روزانہ گِڑگِڑا کر دُعا کیا کرتے تھے کہ ہمیں حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے جلووں میں مَوت نصیب کرنا۔ اِن دونوں کے اِس طرح اچانک اِنتِقال فرمانے سے میں نے اندازہ لگایا کہ آپ ہی حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ہوں گے۔ قصّاب (قصائی) نے مزید عرض کی میری ماں جب کھانا کھالیتی، تو خوش ہو کر میرے لیے یوں دُعا کیا کرتی تھی میرے بیٹے کو جنّت میں حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ساتھی بنانا۔ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: مبارَک ہو کہ اللہ کریم نے تم کو میرا جنَّت کا ساتھی بنایا ہے۔

اس طرح کے واقعات بیان کریں جس سے والدین کی خدمت اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب ملے نہ کہ جن میں ولایت کا معیار چڑیا کا اڑ کر ہاتھ پہ بیٹھنا اور زیادہ محنت کر کے کم مزدوری لینا۔

مجددِ دین کی ضرورت

آج ہر دوسرا عالم دین اپنے نام کے ساتھ مجددی لکھ رہا ہے مجدد کہتے کسے ہیں، یہ پتہ ہی نہیں، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ مجدد بھیجتے ہیں مجدد کہتے ہیں تجدید کرنے والا، حق اور باطل میں فرق کرنے والا، دین میں جو فضول اور من گھڑت چیزیں شامل ہو جائیں انہیں دین سے الگ کرنے والا، وقت کے ساتھ ساتھ دین میں جو نئی نئی چیزیں ایجاد اور پیدا کر دی جاتی ہیں انہیں دین سے الگ کرتا ہے اور جو دین کی اصل حقیقت ہے اور جو پہلے سے موجود تھی واپس اس صورت میں لانے کے لیے موجودہ دور کے لوگوں سے جہاد کر کے اس کو نافذ کرتا ہے۔ دین میں تجدید کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ مجدد دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرتا ہے، مثال کے طور پر ایک قمیض پر بے شمار پیوند لگے ہوں اور اتنے زیادہ پیوند ہوں کہ قمیض کی اپنی پہچان ہی نہ رہے ہر طرف جگہ جگہ رنگ برنگے پیوند چسپاں ہوں تو کوئی بڑی مہارت سے ان پیوندوں کو قمیض سے علیحدہ کر کے اس کی اصل شکل کو بحال کرے۔ قمیض نئی نہیں ہوگی بلکہ وہی اصل پرانی ہوگی لیکن رنگ برنگے پیوند جو اس کا حصہ نظر آنا شروع ہو گئے تھے انہیں اس سے علیحدہ کرتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دین میں بھی بے شمار نئی چیزیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں جنہیں دور کرنے لیے اللہ تعالیٰ کسی مجدد کو بھیجا کرتے ہیں جس کا کام حق اور باطل کو جدا جدا کر کے دین کو اس کی اصل حالت میں پیش کرنا ہوتا ہے، آج کل کے تمام علماء اور مشائخ کو مجدد کا کردار ادا کرنا چاہیے کیونکہ دین میں انتہا درجہ کا بگاڑ پیدا ہو گیا ہے، سب کو دین کی اصل شکل کو بحال کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے، ہمارا دین دینِ الٰہی ہے اور شریعت محمدی ہے۔ فضولیات اور لایعنی چیزوں پہ بیانات کرنے کی بجائے امت کی اصلاح کی بات

کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث میں لایعنی چیزوں کو ترک کر دینے کا حکم ملتا ہے فضول باتوں سے بہتر ہے۔ اللہ کا ذکر کریں اللہ کے ذکر سے آپ کو وہ علم ملے گا جو آپ کے لیے نفع بخش ہے۔ لوگ علم حاصل کرنے پہ بہت زور دیتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو نفع بخش علم کے حصول کی دعا سکھائی۔ یہاں تک کہ دین میں اپنی نظروں کو بھی فضول دیکھنے سے منع کیا گیا ہے، اپنی نگاہیں اپنی سوچیں اپنا وقت سب کچھ اللہ کی یاد کے لیے وقف کر دیں اللہ خود آپ کو وہ علم دے گا جو کوئی عالم آپ کو نہ پڑھا سکا۔

ایسے پیر صاحبان جو زیادہ تر جادو پر روشنی ڈالتے ہیں ان کو بھی چاہیے کہ جادو کی بجائے آپ اللہ کی محبت اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی تعلیم کو عام کریں جس چیز کا معاشرے میں جتنا زیادہ ذکر کیا جائے گا وہ معاشرے میں تیزی سے پھیلے گی، آپ اللہ ہی کا ذکر کریں اللہ کی محبت اور عشق اجاگر کرنے کی کوشش کریں اس کو اتنا عام کریں کہ معاشرے میں یہ عام ہو جائے۔ جادو باطل ہے باطل کو اتنا غلبہ نہ دیں کہ ہر بندہ جادو جادو کرتا پھرے۔ اللہ کی یاد اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی جہاں ہوگی جادو دم دبا کر بھاگ جائے گا، تبلیغ کریں تو دین کی کریں اور سنت طریقے پر کریں، لوگوں کے دل دماغ میں جادو کا جنون سوار نہ کریں۔ کیا پیروں کا یہ کام تھا کہ جادو کے علوم کو وسیع سے وسیع کر کے بیان کریں۔ پیر تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہوتے ہیں جو امت کی خیر خواہی اور بھلائی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ جب تک پیری مریدی کا مقصد اللہ کی رضا اور باطن کی پاکیزگی اختیار کرنا رہا اس وقت تک اسلام بھی غالب رہا۔ خدا کے لیے امت کو تفرقے سے نکالنے میں

اپنا کردار ادا کریں، پیر حضرات جب اس طریقے پر چلیں گے تو ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرے گا۔ جن پیرانِ عظام نے اپنی جداگانہ پہچان نہ بنائی اپنے مزاج، انداز اور افکار کو ترک کرتے ہوئے پیرویِ رسول کو ترجیح دی ان پر دوسروں کو پہ تنقید کا بہت کم موقع ملا۔

سب سے بڑا نام اللہ ہی کا ہے اس سے بڑا کوئی نہیں جس کے سامنے یہ ساری کائنات جھک رہی ہے۔ کسی صورت میں پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہٹیں اور اسی کو پیروں کو پرکھنے کا معیار بنائیں، کم از کم آپ دھوکا نہیں کھائیں گے۔

عام سادہ سے مسلمان سے لے کر خود کو فخر العلماء اور پیر طریقت اور رہبر شریعت کہلانے والے کے لیے احکام ایک جیسے ہیں، اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا خیال نہ رکھیں، صرف نماز روزے کو دین سمجھ لیں، ٹیکس نہ دیں، غریب پروری نہ کریں، سفید کپڑے پہن کر کبوتر بنے ہوئے مسجد کی اگلی صف میں کھڑے ہوں مگر والدین کی خدمت نہ کریں، ملک سے وفا داری نہ ہو، لوگوں سے پروٹوکول لیں کہ حضرت صاحب مسجد میں بھی جائیں تو تب بھی ان کو اگلی صفوں میں جگہ دی جائے، جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جائیں، ساری اللہ کی مخلوق اللہ کے بندے نبی کے امتی ہیں، کوئی بچہ ہے یا بوڑھا جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں۔ ولی تو ہوتا ہی وہ ہے جو اپنی آن شان اللہ کی راہ میں قربان کر چکا ہو۔ آپ کیوں لوگوں میں عزت تلاش کر رہے ہیں۔ میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے گا اللہ عزت اسی کو دیتا ہے جو عزت کا طلب گار نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے اپنی عزت تک قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہو، عزت ذلت صرف اللہ کی طرف سے ملتی ہے یہ اللہ نے قرآن میں بتا دیا ہے۔ اللہ کے لیے ہر کام کریں، لوگوں میں عزت بنانے

کے لیے کریں گے تو یقیناً آپ انہی لوگوں کے ہاتھوں ذلیل ہوں گے جن کی خاطر آپ نے کچھ کیا ہوگا۔

تمام مذاہب کے لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں ہمیں ان کی بھی خیر خواہی کرنا ہے کسی کو اپنے سے حقیر نہ سمجھیں کہ آپ مسلمان ہیں اور وہ کافر یہ اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ آپ کو مسلمان پیدا کیا، اس پر تکبر نہ کریں، نہ خود کو دوسروں سے بہتر سمجھیں، تکبر سب سے بڑا اعزازیلی فعل ہے، تمام عبادات اور نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ ایک سکھ عورت ہر سال انگلینڈ سے مجھے دوائیاں بھیجتی ہے میں نے اس سے ایک دن پوچھا کہ آپ مجھ سے نفرت تو کرتی ہوں گی کہ میرا مذہب اور ہے، تو اس نے بڑا اچھا جواب دیا کہ آپ اپنی مرضی سے مسلمان ہیں نہ میں اپنی مرضی سے سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ہوں سب اسی کی مرضی سے ہے۔ تو بات یہی ہے کہ ہمیں دوسروں سے نفرت بھی نہیں کرنی خود کو تکبر سے بھی بچانا ہے اور ان کی بھلائی بھی کرنی ہے۔ برائی سے نفرت کرنا ہے برے سے نہیں۔ اگر برے کو احساس دلائیں گے کہ تم غلط ہو تو عزت نفس مجروح ہونے کی وجہ سے ہوسکتا ہے وہ ہم سے دور ہو جائے۔ کوئی ہمارے ساتھ رہے گا تو ہمارے نظریات اور عقائد اس تک پہنچتے رہیں گے تو ہوسکتا ہے اس میں تبدیلی آ ہی جائے لیکن اگر وہ بندہ ہم سے دور چلا جائے تعلق منقطع ہو جائے تو آپ کس طرح اس میں غیر محسوس انداز سے اسلام داخل کریں گے؟

ایک دفعہ ایک بندہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بہت غربت ہے دعا کریں کہ اللہ کشادہ رزق عطاء کرے، میں نے کہا چند روزہ زندگی ہے اگر صبر کر لو تو تمہارے لیے زیادہ اچھا ہے۔ آگے سے مجھے سمجھانے لگا کہ دیکھیں جی اگر اللہ دے گا تو ہم بھی

غریبوں کو دیں گے اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔ بڑے بڑے امیر صحابہ بھی ہوئے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی دیکھ لیں کس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ میں بڑا غمگین ہوا۔ ان لوگوں کو کیا پتہ کہ وہ صرف امیر نہیں تھے ان کی منزل بھی بڑی کٹھن تھی۔ میں نے پوچھا ان کی طرح کی دولت کے خواستگار ہیں تو کیا ان کی منزل کو بھی قبول کریں گے؟ چالیس دن کچھ کھائے پیئے بغیر اپنے گھر میں بند رہے اور بھوکے پیاسے شہید کر دئے گئے، اگر دولت ان جیسی چاہیے تو ان کی طرح آزمائش کا سامنا کرنے کے لیے بھی تیار ہو۔

جادو کا علم سکھانے والے

(عاملین اور پیروں کے لیے لمحہ فکریہ)

قرآن پاک میں سورہ بقرۃ کی آیت نمبر 102 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

" اور یہ سلیمان کے عہدِ حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (یہ تو اس جادو کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے) جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو صرف (لوگوں کا) امتحان ہیں تو (اے لوگو! تم) اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔ وہ لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالاں کہ وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور یہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دے اور انہیں نفع نہ دے اور یقینا

انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ جانتے"

لوگوں کو جادو سکھانے والے کو قرآن تو کافر کہہ رہا ہے لیکن ہمارے ہاں جو لوگ جادو کا پرچار کریں، لوگوں کو جادو کی طاقت اور اثرات کا یقین دلائیں، لوگ انھیں پیر مان کے عزت و اکرام دے رہے ہیں۔ میں ایک پیر صاحب کی بڑی عزت کرتا تھا مگر جب انکا بیان سننے کا اتفاق ہوا تو پورے دو گھنٹے کے بیان میں جادو کے اثرات، پرانے زمانے کے بادشاہوں کے ایسے واقعات جس سے جادو کے اثرات کا پر اُثر طریقے سے سننے والے کو یقین دلایا جا سکے۔ نمرود کس طرح جادو کیا کرتا تھا، فرعون کی سلطنت جادو کے زور پر اتنی طاقتور تھی، فلاں چیز سے اس طرح جادو ہوتا ہے، ہم نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو سکھانا ہے یا یہ سب کچھ؟ جادو کی تعلیم دینے والے کو اللہ نے کافر کہا ہے، جادو کا جنون لوگوں کے دلوں میں بھرنا انھیں یقین دلانا کہ جادو سے یہ نقصانات ہو سکتے ہیں۔ پہلے ہی لوگ اس فتنے میں اتنے مبتلا ہیں جس پہ جادو نہیں ہوا وہ بھی اپنے آپ کو جادو کے زیر اثر سمجھتا ہے پھر جو یہ یقین رکھتا ہے کہ مجھ پہ جادو ہوا ہے وہ یقیناً کسی نہ کسی کا دشمن بھی ضرور بنے گا کہ جادو کسی نے کروایا ہے۔ پھر اس جادو کے توڑ کے نام پہ وہ بھی کسی سے انتقام لینا چاہے گا کسی جاہل عامل کے ہتھے چڑھے گا ہمیں چاہیئے کہ اپنے لوگوں کے اندر سے اس جنون کو کم کریں نہ کہ اس پہ روشنی ڈال کہ لوگوں کو مزید اس دلدل کے اندر دھکیل دیں۔

میں تو جادو کو اس لیے نہیں مانتا کہ کسی نبی نے اسے نہ مانا نہ اسے سر پہ سوار کیا جس طرح آج کل ہو رہا ہے۔ ہمارے نزدیک جادوگر کی کوئی حیثیت نہیں۔ جادو

کافرلوگ کیا کرتے تھے وہ کام جو کافر کریں تو ہم اس کی تشریح کر کے امت کو بتاتے رہیں کہ وہ اس اس طرح جادو کرتے تھے۔اللہ کا خوف دل سے نکال کرلوگ جادو کے خوف سے جادوگروں اور عاملوں کے پیچھے پیچھے بھاگتے رہیں، وہ غریب لوگوں کواورلوٹیں کہ کالا بکرالائیں تو آپ کے جادو کا توڑ ہوگا، اگر بکرا نہیں لا سکتے تو پیسے دے دیں ہم بکرا خود لے آئیں گے، آج کل جادو کے زور کا رجحان دیکھ کر ہر وہ بندہ جس کا کوئی اور ذریعہ معاش نہیں پیروں کا روپ دھار کر بیٹھ گیا ہے۔جس کی وجہ سے پیری مریدی کا اصل منصب بدنام ہو کر رہ گیا ہے لوگوں کو اصل نقل کی پہچان نہیں رہی۔جاہل عاملوں نے اللہ کے نیک ولیوں سے بھی لوگوں کا یقین اٹھا دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تقسیم ہو کر رہ گئی ہے اللہ کے کامل ولی جن کے علاوہ امت کی اصلاح کا کام ناممکن ہے ان پہ لوگوں کا اعتماد ہی نہ رہا، جو کچھ ہو رہا ہے اس وجہ سے کچھ لوگ پیری مریدی کو صرف اور صرف جادو اور جنات کے ساتھ منصوب کرتے ہیں اور کچھ اس کو بالکل ہی فراڈ سمجھتے ہیں، پیروں کا کام تھا دین سکھانا لوگوں کو ظلمت اور اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی سے روشناس کروانا لیکن دین کا علم تو ہے ہی نہیں، جعلی عاملوں کو تو ناظرہ قرآن پاک بھی دیکھ کر پڑھنا نہیں آتا۔

جادو کا جنون لوگوں کے سروں پر سوار کرنے اور جادو سے ڈرانے کی بجائے اللہ کا ڈر لوگوں کے دلوں میں پیدا کریں، قرآن پاک میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ایمان والوں کی تعریف بتائی کہ جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے بہت ڈرتے ہیں اللہ سے ڈرنے والے جادو سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔لوگوں کو یہ کیوں نہیں بتاتے کہ اللہ کے بن جاؤ دنیا کی کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکے گی، آج کل کے پیروں نے جادو پہ گفتگو کر

کر کے لوگوں کے دلوں میں ایسا اثر پیدا کر دیا ہے کہ کسی کے سر میں بھی درد ہے تو سوچے گا کسی نے جادو کروا دیا، کسی کی گاڑی خراب ہوئی تو وہ سوچے گا جادو سے خراب کروا دی گئ، کسی کا جانور مر گیا تو وہ کسی رشتے دار پہ جادو کا الزام لگا دے گا۔

ہاروت اور ماروت دو فرشتے جو جادو سکھاتے تھے اللہ نے بھی انھیں آزمائش کے لیے بھیجا کہ کون اللہ کو چھوڑ کر ان کے جادو کے مظاہرے دیکھ کر ان پہ یقین کرتا ہے، لوگ ان سے جادو سیکھنے کی فرمائش کرتے تو وہ ان کو خبردار بھی کرتے لیکن لوگ اسرار کر کے جادو سیکھتے۔ پھر وہ دونوں فرشتے خود ہی بھٹک گئے اور بڑے بڑے گناہ کر بیٹھے پھر وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس گئے کہ کیا ہمارے اس عمل کے وبال سے ہماری کوئی نجات کا ذریعہ ہے یعنی جو ہم لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور پھر خود ہی گمراہ ہو گئے اور دوسرے گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے، اس کی سزا سے ہم بچ سکتے ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ قیامت کی سزا تو بہت سخت ہے اس دنیا میں ہی اس کی سزا بھگت لیں تو بابل شہر کے ایک کنویں میں جہاں آگ بھڑک رہی ہے وہ دونوں فرشتے قیامت تک الٹے لٹکتے رہیں گے۔

اگر کسی پر جادو ہوا بھی ہے تو اگر وہ اس کو اتنی اہمیت نہیں دے گا اپنے اعصاب پر سوار نہیں کرے گا تو جادو اکا اثر نہیں ہو گا جادو خود ہی زائل ہو جائے گا، جو بندہ جتنا خوفزدہ ہو گا جادو اسے اتنا ہی زیادہ نقصان پہنچائے گا۔ پیر حضرات کا کام ہے لوگوں کی نفسیات کے مطابق چلیں انھیں اللہ کے قریب کریں اور جادو کو زیادہ اہمیت ہی نہ دیں۔ الٹا آپ اپنا سارا زور لوگوں کو یہ یقین دلانے میں لگا رہے ہیں کہ جادو حق ہے، جادو زندگیاں تباہ کر دیتا ہے۔ اگر کسی پر جادو ہوا ہے اور وہ اس کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے گا تو جادو تو خود ہی معدوم ہو جائے گا ہمیں کیا پڑی ہے لوگوں

کے دلوں میں زبردستی یقین بھرنے کی کہ جادو ہی سے سارے معاملات خراب ہیں۔

یہ آپ لوگ کر کیا رہے ہیں کائنات کا مالک جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا جن وانس جس کی مخلوق، چاند سورج جس کی مخلوق، اس کا در چھوڑ کر جادوگر کے پیچھے بھاگ رہے ہیں کہ فلاں نے جادو کیا ہے تو ایسے ہوا ہے اللہ کا ڈر خوف اس کی محبت کو چھوڑ کر جادو کا ڈر پیدا کر دیا لوگوں کے دلوں میں۔ پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیر حضرات نے خود بھی چھوڑ دیا اور لوگوں کو بھی اس سے ہٹا کر اپنے نظریات کا پرچار شروع کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میری محبت چاہتے ہو تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ میری اتباع کر لو اللہ تم سے محبت کرے گا محبت کا راستہ تو یہ ہے، اس طرف تو ہم جاتے نہیں ہیں ہمارے ذہن میں ہمارے دل میں تو صرف جادو اور جن کا جنون سوار ہے۔

عجیب قسم کی باتیں دین کا حصہ بنیں ہوئی ہیں کچھ لوگ پیروں پاس جاتے ہیں حساب لگوانے، کچھ کتاب نکلوانے، ہندو جوگیوں والے کاموں کی توقع لے کر لوگ اسی لیے پیروں کے پاس آتے ہیں کیونکہ جھوٹے پیر اور عامل چند ٹکوں کے عوض امت کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہاں بھی اکثر لوگ آتے ہیں حساب لگوانے میں ایک منٹ سے پہلے انہیں ادھر سے بھاگنے کا کہتا ہوں ہم ایسے دین کے پیروکار نہیں بننا چاہتے جس پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس رات کے لیے کوہ طور پر گئے تو واپس آ کر پتہ چلا کہ قوم کو سامری جادوگر نے جادو کا علم سکھا کر گمراہ کر دیا تو انھوں نے اپنے بھائی کو داڑھی کے بالوں سے جا پکڑا۔ دین میں فتنہ اور گمراہی پیدا کرنے والے کے لیے

کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔ دین میں بھائی کا کتنا ادب اور احترام ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی سے محبت بھی کرتے تھے، لیکن اللہ اور اس کے دین سے زیادہ نہیں، داڑھی کے بالوں سے پکڑ کر پوچھا کہ جب سامری قوم کو جادو سکھا رہا تھا تو آپ کہاں تھے آپ نے منع کیوں نہ کیا؟ تو کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے نہیں پوچھیں گے کہ جب ہمارے پیر حضرات جادو کا علم عام کر رہے تھے، لوگوں کو تقاریر کر کر کے جادو پر یقین دلا رہے تھے تو آپ لوگ کہاں تھے؟ کسی نے ان کے خلاف آواز کیوں بلند نہ کی۔

جادو، جنات سے تعلق رکھنے والوں کے لیے وعید

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور جس دن وہ سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا! اے جنات کے گروہ تم نے بہت سے آدمی گھیر لیے اور انکے دوست آدمی عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی۔ اللہ فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو" (القران)

یہ آیات ان نام نہاد پیروں اور عاملوں کے لیے فکر انگیز ہیں جو جنات نکالنے والے پیر بنے ہوئے ہیں ان کے چیلے بڑے فخر سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ! پیر صاحب نے اتنے جن قابو کئے ہوئے ہیں، پیر صاحب بندے کے اندر جن حاضر کر لیتے ہیں۔

یہ نہ تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے نہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ ملتا ہے کہ ہم اسے سنت سمجھیں۔ انبیاء علیہ السلام کی زندگیوں کے حالات کا مطالعہ کریں، تمام صالحین اور اولیاء اللہ کی زندگیاں پڑھ لیں کہ کوئی ایسا واقعہ ملتا ہے

کہ کسی نے جنات سے دوستی اور رغبت رکھی ہو یا جنات کو قابو کرنے کے لیے چلّے کاٹے ہوں۔ ولی اللہ تو کہتے ہی اللہ کے دوست کو ہیں، جو اللہ کی یاری کو چھوڑ کر شیطان سے دوستی کریں جو اللہ اور انسانیت کا دشمن ہے، وہ خود لوگوں کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جنات شیطان کی اولاد ہیں، ان سے تعلق رکھنے والا ان کو قابو کرنے والا گمراہ تو ہو سکتا ہے ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

فال نکالنا، کتاب نکالنا، حساب کتاب کرنا یہ سب اللہ کے ولیوں کے کام نہیں ہوتے۔ اللہ کے کامل ولی کو حساب لگانے کی یا کتاب نکالنے کی ضرورت نہیں پڑتی اسے تو اللہ نے اپنے فضل سے وہ نگاہ عطاء کی ہوتی ہے کہ ساری کائنات اس کے سامنے ایسی ہوتی ہے جیسے ہتھیلی پہ سرسوں کا دانہ لیکن وہ اس بات کا اظہار بہت کم کرتے ہیں۔ اللہ والے لوگوں کو اللہ سے ملاتے ہیں اور اپنی شان کو مٹاتے ہیں جبکہ اولیاء اللہ کا روپ دھارے یہ لٹیرے لوگوں کو اللہ سے دور اور اپنے قریب کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو یہ کہہ کر کہ فلاں آپکا دشمن ہے اس نے آپ پہ جادو کروایا ہے لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب اتنے پیسے لے آئیں، فلاں چیز لے آئیں تو توڑ ہو گا۔ اللہ والے تو لوگوں کے عیب دیکھ کر ان پہ پردہ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔

جادو اور انبیاء کا طرزِ عمل

اکثر لوگ چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں کہتے ہیں کہ ہم پر جادو ہو گیا ہے، جب انہیں یہ سمجھایا جائے کہ وہم نہ کریں تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں جادو کا ذکر آیا ہے، جادو برحق ہے اور انبیاء پر بھی تو جادو ہوا تھا۔ بے شک جادو کا وجود

ہے، ہاروت اور ماروت دو فرشتے جادو کے کلمات لے کر زمین پر آئے تھے اور وہ لوگوں کی آزمائش کے لیے تھے کہ کون کون اس جادو سے غلط کام لیتا ہے۔ ہمیں جادو پہ بس اتنا ہی یقین رکھنا ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے تو اس علم کے وجود سے انکار نہ کیا جائے لیکن یہ کہنا کہ انبیاء پہ بھی جادو ہوا تھا اور اس بات کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ ہم پر بھی جادو ہوا ہے تو یہ سراسر ایمان کی کمزوری ہے۔

انبیاء علیہ السلام نے امت کی راہ نمائی صرف وعظ و نصیحت سے نہیں کرنی ہوتی بلکہ عملی زندگی سے بھی ایک پیغام چھوڑ کر جانا ہوتا ہے۔ "نبی کے لیے جو آزمائش ہوتی ہے وہ باقی امت کے لیے شفاء بن جاتی ہے"

جیسے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے، بڑا کڑا امتحان تھا نبی کے سوا کوئی انسان اس میں سے گزر ہی نہیں سکتا، جب مچھلی نے آپ کو سمندر کے کنارے ایک ویرانے پر اگل دیا، وہاں بھی بے یار و مددگار تو وہاں کدو کی بیل اُگی اور ایک جنگل کی ہرنی نے آپ کو دودھ پلایا۔ آپ نے ہمیں بھی اس سے فیضیاب کر دیا کستوری اسی ہرن کی نسل سے پیدا ہوتی ہے۔ انھوں نے آیت کریمہ کی شکل میں اللہ کو پکارا تو قیامت تک کے لیے اللہ نے آیت کریمہ کے کلمات مشکل میں ہماری نجات کا ذریعہ بنا دیئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی پہ دنیا کی کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی نہ کوئی مرض، نہ جادو، جادو جیسا باطل علم نبیوں کی روحانیت پہ غالب آ ہی نہیں سکتا۔ جو اللہ کے بن جاتے ہیں ان پر تو دنیا کی کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔ دوسری بات یہ کہ اگر ان پر جادو کیا گیا تو جادو نے ان کا کیا بگاڑ لیا؟ کیا وہ جادو سے گھبرائے تھے، انبیاء کے ساتھ جادو کے جو بھی

معاملات ہوئے وہ تعلیمِ امت کیلیے تھے، یہ بتانا مقصود تھا کہ جادو اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامنا جب جادوگروں سے ہوا تو ان جادوگروں نے بہت سخت جادو کا مظاہرہ کیا اور جس میدان میں سارے لوگ جمع تھے وہ سارے کا سارا ایسے محسوس ہوتا تھا کہ سانپوں سے بھر گیا ہو اور سانپ اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا عصاء زمین پر ڈالنے کا حکم دیا تو وہ عصاء اژدہا بن کر یک لخت تمام سانپوں کو نگل گیا، ہزاروں جادوگر یہ دیکھ کر سجدے میں گر پڑے۔

پھر اسی طرح پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بھی لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پر بھی تو جادو ہوا تھا، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن وانس کے نبی تھے، جادو ہوتا ہی جنات کے ذریعے ہے تو جنات تو میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے بھی تھے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ جب حق آیا تو باطل مٹ گیا اور باطل تھا ہی مٹنے والا۔ نبی حق لے کر آتے ہیں اور جادو تو ہے ہی سراسر باطل، ہم کس طرح سوچ سکتے ہیں کہ کسی نبی پر جادو غالب آگیا ہوگا۔ ہمیں جس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جادو کے بارے میں نبیوں کا رویہ اور ردِعمل کیا تھا ان کا اللہ پر ایمان اور بھروسہ متزلزل ہوا تھا؟ وہ گھبرائے یا ڈرے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ جادو کے باوجود اللہ پر ان کا توکل اور بھروسہ کامل تھا، جادو ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جادو کا جو معاملہ ہوا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل فرمائی تھیں اور قیامت تک کی امت کو بتانا تھا کہ جادو کا علاج ان میں ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو وغیرہ کبھی غالب نہیں آسکتے۔

اب ہمیں بھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں باطل پہ یقین کرنا ہے یا حق پر، اگر ہمارا نبیوں پر ایمان ہے اور ہم نبیوں کے ماننے والے ہیں تو ہمیں ان باتوں سے دور رہنا ہوگا، یہ یقین رکھنا ہوگا کہ اللہ نہ چاہے تو جادو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور یہ سوچنا کہ ہمارے رزق ہمارے کاروبار یا اولاد پر کسی نے جادو کے ذریعے بندش کر دی ہے یہ سراسر کفر اور شرک ہے۔

علماء اور مشائخ کو دعوتِ فکر

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! علماء کرام اور اولیاء اللہ کا وہی کام ہے جو نبیوں کا تھا یعنی لوگوں کو اللہ سے ملوانا۔ اگر آپ نے چند بندے ایسے تیار کر دیے جو حقیقت میں اللہ کی طلب رکھنے والے ہوں تو آپ نے بہت بڑا کام کر دیا اور اگر آپ بس لوگوں کو اپنے مسائل سے نکلنے اور ان کے حل کے طریقے بتاتے رہیں گے تو اللہ کی رضا پہ راضی رہنے کی تبلیغ کب کریں گے؟ جو انبیاء کرام کا طریقہ تھا۔ آج کل پیروں کا یہی کام رہ گیا ہے کہ لوگوں کے مسائل کے لیے وظائف دے دیے، تعویزات دے دیے، دم کر دیا، فلاں نے جادو کیا اور فلاں نے بندش کروائی، آپ اتنی رقم لائیں تو جادو کا توڑ ہوگا، ایک تو ناحق مال کھایا دوسرا قطع تعلق کروایا کیا ایسا شخص اللہ کا دوست ہو سکتا ہے؟

ایسی فقیری میری سمجھ سے باہر ہے۔ عام لوگ بس پیر اسے ہی سمجھتے ہیں جس کے ذریعے ان کے الجھے ہوئے مسائل حل ہو سکیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کاموں کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ کا کام انبیاء کرام کے طریقے پر چلتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا کرنا اور دنیا کی محبت سے نجات دلانا ہے۔ آج امت کو جس تربیت کی ضرورت ہے جس اتحاد کی ضرورت ہے اسکے لیے کوئی کام کرنے کو تیار نہیں۔

آج امت کو اتحاد کی ضرورت ہے میں اکیلا ساری رات اپنے پیارے آقا ﷺ کی پیاری امت کے غم میں روتے ہوئے گزار دیتا ہوں کہ یہ ہو کیا رہا ہے کوئی میرے دکھ اور غم کو سمجھنے والا نہیں؟ میں تو اتنا ہی کردار ادا کر سکتا ہوں جو میرے بس میں ہے۔ نبی ﷺ کی امت میں اتحاد تبھی ممکن ہے جب علماء و مشائخ اور پیر حضرات اپنے اپنے رنگ چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ کے رنگ میں رنگ جائیں گے، اپنی اپنی پہچان چھوڑ دیں گے۔

اللہ کے ولی کو پہچاننے کی کسوٹی پیروی رسول ﷺ کو رکھ لیں، جو پیر نبی ﷺ کے طریقہ پر نہ ہو وہ چاہے اپنی کرامات اور کمالات کے انبار ہمارے سامنے رکھ دے، ہوا میں بھی اڑ کے دکھا دے تب بھی اس کے پیچھے نہ چلیں۔

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا پھر لوٹ کر جانے لگا، آپ نے اس سے پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو، وہ کہنے لگا کہ میں آپ کو اللہ کا ولی سمجھ کر آیا تھا لیکن میں نے اتنے دنوں میں آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے دنوں میں کیا تم نے مجھے خلافِ شریعت بھی کوئی عمل کرتے دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہی سب سے بڑی کرامت ہے کہ پیر کا کوئی عمل بھی خلافِ شریعت نہ ہو۔

آج کے پیر صاحبان کی پہلے زمانے کے اولیاء کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں رہی، پیروں کو بھی زیادہ سے زیادہ مرید بنانے کی فکر ہے اور سچی بات کہتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ ہمارے مرید ناراض نہ ہو جائیں، پیر صاحب کو کائنات کے مالک کی ناراضگی کا ذرا بھی ہوش نہیں۔ پیر اصل میں وہ ہے جو خود محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا پابند ہو اور اللہ اور

اس کے رسول کی محبت کا خواہش مند ہو۔

ٹی وی پر بھی اکثر دیکھا ہے کہ پیر حضرات میک اپ والی، سر سے ننگی، عورت کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، یہ دین کی توہین ہے ایسا انسان اگر اس عورت کو سچی بات کہنے کی جرات نہیں کر سکتا تو باقی مریدین کو کیا دین سکھاتا ہوگا؟

کچھ لوگ دیکھے ہیں ظاہری حلیہ ایسا درویشانہ بنایا ہوتا ہے کہ لگتا ہے ان سے بڑا کوئی درویش ہی نہیں لیکن کھلم کھلا شریعت کی پامالی کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ جی قلندر ہے وہ دنیا سے رغبت نہیں رکھتا۔ جو تابع شریعت نہیں وہ پیر کیسے بن سکتا ہے؟ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اصلاح کیسے کر سکے گا؟ جو خود نماز کا تارک ہے اس کے تو مرید بھی نماز نہیں ادا کریں گے جب ایسا ہوگا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت کیسے نصیب ہوگی۔ خدارا یہ دیکھیں کہ میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کیا ہے، لوگ اگر پیروں سے متنفر ہیں تو یہ جاہل پیروں کے اپنے کرتوت ہیں۔ حقیقت میں تو بے شمار لوگ ہدایت کے طالب ہیں مگر کسی کو پیر کے پاس ہدایت کا کچھ سامان نظر آئے تو لوگ وہاں جائیں۔ پیر حضرات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہی نہیں ہیں، اپنی اپنی الگ پہچان اور طریقہ اپنا رکھا ہے۔ ہمیں تو طریقہء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنانے کے لیے جان بھی دے دینی چاہیے۔

مولوی صاحب بھی جو تقریریں کرتے ہیں ان کا بھی کوئی نتیجہ سامنے کیوں نہیں آتا؟ کیونکہ ہم خود اس بات پہ عمل پیرا نہیں ہوتے جس پر دوسروں کو چلانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، اندر نور ایمان کی شمع روشن نہیں ہے، ایک دن ٹی وی پر دیکھا کہ ایک بڑے خوبصورت سے مولوی صاحب تھے انہوں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی لیکن داڑھی کافی چھوٹی تھی اور سنت کے مطابق نہ تھی اور جو لڑکی ان کا انٹرویو لے رہی تھی اس کا سر

ننگا اور اس نے خوب میک اپ کیا ہوا تھا۔ مولوی صاحب خدا کا خوف کریں دین سکھانے کے لیے ٹی وی پر آ کر بیٹھے ہیں اس لڑکی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ کس انداز میں آپ میرا انٹرویو لے رہی ہو؟ دین کی بات ہو رہی ہے کم از کم سر ہی ڈھانپ لو۔ جو خواتین پوری دنیا میں نامناسب لباس پہن کر گھومتی پھرتی ہیں وہ لوگوں کو دین سکھا رہی ہیں،، باتیں مولوی صاحب کی ہوسکتا ہے ٹھیک بھی ہوں مگر اثر اللہ اسی گفتگو میں پیدا کرتا ہے جو دل سے نکلی ہو اور آپ کی زبان آپ کے قول و فعل کی ترجمانی کر رہی ہو۔

علماء نے تو بے پردگی، فحش گفتاری، سود کھانے اور جھوٹ فریب جیسی باتوں سے منع کرنا تھا، بے حیائی کی وجہ سے ہماری نسلیں تباہ ہو رہی ہیں، ہر ہاتھ میں بے حیائی کا آلہ ہے، چھوٹی چھوٹی بچیاں ظلم اور زیادتی کا شکار ہو رہی ہیں اور مولوی صاحب سنی، وہابی، شیعہ سے آگے جا ہی نہیں رہے، امت کی اصلاح کی فکر کریں نہ کہ فرقہ واریت کو ہوا دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ مسجدوں کی زینت ہوں گے مگر ایمان سے خالی ہوں گے " آج ہمارا بھی یہی حال ہے مسجد کا ادب و احترام دل سے بالکل نکل چکا ہے۔ نماز کے فوراً بعد دنیا داری کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں، اگر دین داری کی باتیں ہوں بھی تو ہمارے ہاں مولوی حضرات اپنی طرف سے دین کی بات کر رہے ہوں گے مگر حقیقت میں وہ دین کے خلاف بول رہے ہوں گے یعنی غیبت کر رہے ہوں گے۔ فلاں جماعت ایسی ہے فلاں ایسی ہے۔ اسی طرح لوگوں کے جذبات فرقہ وارانہ انداز میں بھڑکانا نفرت بھرنا سب اللہ اور دین کے خلاف جانے کے مترادف ہے، ایسی باتیں مسجدوں میں سن کر ڈر لگ رہا ہوتا ہے کہ کہیں اللہ کا غضب اس مسجد پر

ہی نہ اتر آئے۔اللہ نے تو واضح الفاظ میں فرقہ فرقہ ہونے سے منع فرمایا مگر مولوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری امت کوفرقہ پکڑنے کی لازمی دعوت دے رہا ہے۔

ہم اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، ان کے ذکر کی محفلیں سجاتے ہیں، میلاد کی محفلوں کا اصل مقصد تو یہ ہونا چاہیے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے ساتھ ان کے اعلیٰ اخلاق وکردار کو اجاگر کیا جائے۔میلاد صرف نعرے لگانے زیادہ محبت کا دکھاوا کرنے کا نام نہیں ہے۔اگر آپ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوتو آپ اس کا اظہار نہ بھی کریں تو جن سے محبت کرر ہے ہیں ان کوخبر ہوگی اور اگر محبت نہیں ہے یا کم ہے لیکن آپ اس کا اظہار بہت زیادہ کرر ہے ہیں تو یہ دکھاوا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کریں، جتنا ہوسکے ٹوٹ کے پیار کریں، لیکن اس محبت کو اپنے دل میں چھپا کرر کھیں۔

سب سے بدترین چیز تکبر ہے اور اپنے نسب پر فخر کرتے ہوئے تکبر نہ کریں ہے۔جیسے حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھابیوں اور بہنوں نے یہ سوال کیا کہ آپ کیوں آرائیوں کے گھر گھسے رہتے ہیں؟(حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت عنایت قادری آرائیں قوم سے تعلق رکھتے تھے)، ہم سید ہیں کچھ خیال کریں، بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے سید نہ کہو میں تو آرائیں ہوں ،جس گھر سے اللہ کا قرب اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار لینے گیا ہوں وہ گھر میرے لیے بڑا مقدس ہے انھوں نے خود کو آرائیں کہا یعنی اپنی شان اور ذات تک کوفراموش کر دیا۔تو اس سے پتا چلا کہ اگر آپ کسی کو اپنا رہنما چن لیں تو جب تک اس کی ہر ادا کو نہیں اپنائیں گے اس وقت تک آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔

عاملین و کاملین میں فرق

عامل اور کامل میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔جس کو عام اور سادہ لوگ سمجھ نہیں پاتے۔عاملین لوگ چند چلّے کاٹ کر جھاڑ پھونک کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں، وہ جو بھی عبادت و وظائف کرتے ہیں ان کا مقصد اللہ کا قرب و رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارا دم جاری ہو جائے، ہمیں جنات نکالنے اور قابو کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جائے، اللہ اگر ان کو یہ صلاحیت دے بھی دے تو وہ اس کو دنیا کمانے کی خاطر استعمال کرتے ہیں، وہ لوگوں کو دم کرتے ہیں، تعویذ دیتے ہیں اور نظرانے وصول کرتے ہیں، دکھی انسانیت کی خدمت کرنا اور امت کی ہدایت کا مقصد ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس کاملین اللہ والے ہوتے ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص نظرِ عنایت کے زیرِ سایہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اور امت کے خدمت گزار ہوتے ہیں۔جنھوں نے ساری زندگی اللہ کے قرب و رضا کے حصول کے لیے اپنی خواہشات کو ترک کر دیا ہوتا ہے، سخت مجاہدات اور عبادات صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کر چکے ہوتے ہیں، ہر لحظہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی اور ہدایت کے لیے کوشاں ہوتے ہیں، ان کی زندگی کا اولین مقصد دعوت اِلی اللہ ہوتا ہے وہ انبیاء علیہ السلام کے نائب و خلیفہ ہوتے ہیں اور انبیاء کے عظیم مقصد کو ہی جاری رکھے ہوئے ہوتے ہیں، لوگوں کی جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج بھی کرتے ہیں لیکن اس کا مقصد بھی اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے نہ کہ دنیا کی لالچ۔اگر آپ کو یہ تمام خوبیاں کسی میں نظر آئیں تو ہی اسے اللہ کا ولی سمجھیں۔ کاملین کو پہچانیں تا کہ ہدایت کا راستہ مل سکے کیونکہ وہ اللہ کے انعام یافتہ لوگ ہیں جن

کے رستے پر چلنے کا اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حکم دیا ہے، جو لوگ جادو اور جنات سے تعلق رکھتے ہیں اور دنیا کی حرص ولالچ ہیں جکڑے ہوتے ہیں وہ رحمان کے نہیں شیطان کے دوست ہیں اور لوگوں کی ہدایت کا نہیں بلکہ گمراہی کا سبب ہیں اور ان کا اولیاء اللہ کے سلسلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ان کو پہچانیں تا کہ خود بھی گمراہی سے بچ سکیں اور سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہی سے بچا سکیں۔

یہ آج جو لباسی پیر نظر آتے ہیں لمبے لمبے چوغے پہنے ہوئے، ایسا لباس صوفیاء کا نہ تھا، وہ تو پھٹے پرانے کپڑے پہن کر اپنے جسم کو ڈھانپ کر ذکرِ الٰہی میں مہور رہتے تھے انہوں نے لباس کی خوبصورتی وصفائی کی بجائے اپنے باطن کی صفائی پر محنت کی اور اللہ کا قرب پالیا۔

محبت اور پیار صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کریں، غیر کی محبت سے بچیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں سے پیار کا اظہار کیا تو اللہ نے بادشاہی واپس لے لی۔ یہاں لوگ مجذوبوں کے پیچھے ایسے بھاگ رہے ہوتے ہیں جیسے وہ تقدیر کے بنانے والے ہیں۔ اللہ کی ذات کے سامنے تو نبی بھی تھر تھر کانپتے ہیں۔ ہم یہ سوچیں کے اللہ کی نافرمانی اور دین سے بغاوت کر کے ہم اللہ تک پہنچ جائیں گے تو یہ ہماری خام خیالی ہے۔ ہم لوگ دین میں بس ان باتوں پر غور کرتے ہیں کہ ماسک پہنا ہوا ہے تو نماز نہیں ہوگی، بندہ آگے سے گزر گیا تو نماز نہیں ہوگی، جگہ ناپاک ہے تو نماز نہیں ہوگی لیکن باطنی پاکیزگی کے سارے اصولوں کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں، ہم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ حرام کھا رہے ہیں، بجلی چوری کر رہے ہیں، لوگوں کا دل دکھا رہے ہیں، اپنے اندر کی ساری برائیوں سمیت جا کر اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہو جاتے

ہیں اور خود کو پارسا سمجھتے ہیں کہ میں بڑا پانچ وقت کا نمازی ہوں، میری اولاد بھی نمازی ہے، ہم سب گھر والے بہت مذہبی ہیں۔

مہنگے پیر، بے ضمیر

ہم حضرت صاحب کے پاس حاضر تھے کہ ایک بندہ آیا اس نے اپنا تعارف کروانے کے بعد اپنا مسئلہ بیان کیا کہ اس کی بھابی کو فالج کا اٹیک ہوا ہے اور وہ حوش و حواس سے بیگانہ ہوگئی ہے اور وہ پنڈی ہسپتال میں وینٹیلیٹر پر ہے۔ بابا جی نے پوچھا کہ جب اسے ہسپتال میں وینٹیلیٹر پر ڈالا جا رہا تھا تو اس کے بازو میں کوئی حرکت یا جھٹکے محسوس ہوئے تھے وہ کہنے لگا مجھے نہیں پتہ میں ان کے ساتھ نہیں تھا بابا جی نے فرمایا کہ جو ان کے ساتھ تھے ان سے پوچھ کے بتائیں۔ اس بندے نے اپنے بھائی کو فون کیا اور پوچھا اس نے بتایا کہ جی بالکل ایسا ہی ہوا تھا۔ بابا جی نے صحت یابی کے لیے وظائف لکھ کر دیئے تو وہ بندہ کہنے لگا اصل میں میں حساب کتاب لگوانے آیا تھا کہ کسی نے کوئی جادو وغیرہ تو نہیں کروایا ہوا جس وجہ سے فالج ہوا ہے۔ بابا جی نے اس کی بات سن کر ناگواری کا اظہار کیا، وہ پہلے ہی اس بات سے پریشان تھے کہ ہر بندہ آکر جادو اور جن کی کہانی سناتا ہے یہ معاشرے میں ہو کیا رہا ہے۔

آجکل بابا جی زیادہ تر جادو اور جنات کے جنون کو کم کرنے کے بارے بیان کر رہے تھے، کہ لوگ اللہ کو کارساز سمجھتے ہی نہیں اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وارث سمجھتے ہیں، اگر امتی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وارث سمجھتا ہو اور ان سے محبت کرتا ہو تو جادو سے کیسے ڈرے گا، آج کل کے نام نہاد عاملوں اور پیروں نے لوگوں کو جادو کے جنون میں مبتلا کر دیا ہے، جو بھی اپنا دکھ، بیماری یا مسئلہ لے کر ان کے پاس آتا ہے اسے کہتے ہیں

کہ کالا جادو ہے کالا بکرا قربان کرنا پڑے گا تب اس کے اثرات ختم ہوں گے، کوئی ان سے پوچھے کہ کوئی جادو سفید بھی ہوتا ہے؟ پھر رشتوں میں نفرت کا بیج بھی بوتے ہیں کہ فلاں نے تم پر جادو کروایا ہے فلاں تمہارا نقصان کرنا چاہتا ہے، پھر پیسے بھی لیتے ہیں غریب اپنا دکھ لے کر آتا ہے اوپر سے اس سے پیسے لے کر اسے اور مشکل میں ڈالتے ہیں، اتنے مہنگے پیر لیکن بے ضمیر ہیں غریبوں کو لوٹتے بھی ہیں اور رشتوں کو کاٹتے بھی ہیں لیکن پھر بھی وہ بات نہیں بتا سکتے، جو میں یہاں بیٹھ کر بتا دیتا ہوں جیسے ابھی بتایا کی اس عورت کو وینٹیلیٹر پر ڈالتے وقت اس کے بازو کو جھٹکے لگ رہے تھے، وہ یہ بتا بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ تو مال کمانے بیٹھے ہیں ان کے اندر نورِ ایمان تو ہے نہیں جس سے اللہ سب دکھا دیتا ہے۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بیماریوں اور مشکلات کا باعث

ایک مرتبہ صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کے پاس ایک بندہ آیا اس کی کمر میں بہت شدید درد تھا وہ انگلینڈ سے بھی علاج کروا چکا تھا اور پاکستان سے بھی لیکن ڈاکٹروں کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ اس کی کمر میں درد اتنا شدید تھا کہ وہ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور درد کی شدت کی وجہ سے اسے بخار بھی تھا۔ پیر صاحب نے اس سے کچھ بھی پوچھے بغیر فرمایا کہ آپ کی فلاں جگہ پر ایک گلٹی ہے جس کی تکلیف آپ کو ہاتھوں کی انگلیوں تک محسوس ہوتی ہے، اس نے حیران و پریشان ہو کر کہا کہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا ہے، پیر صاحب نے اس کی گلٹی کی جگہ پر ایک پٹی لگا دی، دم کیا اور شفا کے لیے دعا کی۔

پھر پیر صاحب نے فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کیا کریں، جب مال کو بچا بچا کر رکھا

جائے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے تو وہ بیماریوں آزمائشوں اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے درد میں کافی کمی ہوگئی۔ اس شخص نے بتایا کہ ہمارے گھر میں بہت زیادہ بے سکونی اور لڑائی جھگڑے ہیں، میں ہر کسی کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہوں، ہر کام کرتا ہوں۔ ہر اچھے کام کا صلہ مجھے یہ ملتا ہے کہ گھر والے ہی مجھ پر الزامات اور بہتان لگاتے ہیں۔ پیر صاحب نے اس کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ ہر کسی کے ساتھ ایسے نہیں ہوتا یہ تو اس بندے کے ساتھ ہوتا ہے جس کے درجات اللہ تعالی بلند کرنا چاہے، آپ اچھے کام کرتے جائیں اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے جائیں، لوگوں کی پرواہ مت کریں، اس کا صلہ آپ کو یہ ملے گا کہ آپ لوگوں سے بے نیاز ہوتے جائیں گے اور اللہ کے قریب ہوتے جائیں گے، آپ کو سکون قلب ملے گا اور دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہوں گے۔

ہم نے ایک چیز محسوس کی کہ وہ جب جانے لگا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے وظائف والا کارڈ لیا اور پھر پیر صاحب کو یقین دلایا کہ میں آپ سے رابطے میں رہوں گا۔ اس نے مزید کہا کہ اب میری زندگی کا رخ بدل چکا ہے۔

حکیم اور ڈاکٹر تو صرف ظاہری علاج کرتے ہیں لیکن یہ اللہ والے باطنی علاج بھی کرتے ہیں۔ پیر صاحب نے فرمایا بیٹا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بیماری اللہ کی رحمت ہوتی ہے اگر تمہیں یہ بیماری نہ ہوتی تم ادھر نہ آتے یہ بیماری تمہارے لیے بہت مبارک ثابت ہوئی، جس مشکل یا آزمائش کے بعد اللہ مل جائے وہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کو اپنے صالحین دوستوں کے پاس بھیجتا ہے۔

عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کرنے کی حکمت

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے!

"اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"

میں احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں"

آپ کی بیوی آپ کے اس احسان کی سب سے زیادہ مستحق ہے اور آپ کے والدین بھی آپ کے احسان کے مستحق ہیں، اگر گھر میں والدین اور بیوی کے ساتھ حسن سلوک نہیں تو آپ باہر کیسے احسان کریں گے؟ بیوی کو تو ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ تو ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اس کا ٹیڑھا پن جا ہی نہیں سکتا تو آپ کی والدہ بھی تو ٹیڑھی پسلی سے ہی پیدا ہوئی تھی۔

اماں حوا علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کرنے کی حکمت یہ تھی کہ کائنات کی پہلی عورت کو تخلیق کیا جا رہا تھا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ تک گوارا نہ کیا کوئی فرشتہ بھی انہیں چھوئے اور دوسری حکمت یہ تھی کہ مرد اپنی بیوی کو اپنے جسم کا حصہ سمجھیں، ایسا نہ تھا کہ جس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ مٹی ختم ہو گئی تھی اس لیے عورت کو ان کی پسلی سے پیدا کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اس میں محبت اور قربت میں اضافہ مقصود تھا لیکن ہم نے اس کا الٹا مطلب لے لیا، اللہ کی تخلیق پر بھی اعتراض کر دیا۔ کیا ہم خود بھی تو اسی ٹیڑھی پسلی والی ہی سے پیدا ہوئے ہیں؟ جس نے ہمیں گود میں رکھا، دودھ پلایا ہماری گندگی صاف کی، پھر بھی اس کو یہ صلہ دے رہے ہیں، خدا کے واسطے اپنی ماں کو تو معاف کر دیں۔

فرض کریں کہ کوئی چالیس حج کر لیتا ہے اور ماں کا گستاخ ہے تو کیا اس کا حج

قبول کیا جائے گا؟ مولوی حضرات ممبر رسول کا پاس نہ رکھتے اور بڑے علم کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر تبصرہ کرتے نظر آتے ہیں کہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، عورت کی تذلیل کی باتیں کرتے ہیں۔ عورت کسے کہتے ہیں پردے والی کو، پردہ عزت واحترام کی نشانی ہے، خانہ کعبہ پر غلاف بھی عزت کی علامت ہے ورنہ پتھروں کی دیوار کو پردے کی کیا ضرورت ہے؟ اب اللہ نے جس عورت کو عزت و احترام والی بنایا ہے، اسے عزت بخشی ،ہم اگر اس کی توہین کریں گے، تو کیا یہ اللہ کو راضی کرنے والی باتیں ہیں؟ اولیاء اللہ کی مائیں تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی مائیں تھیں، انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی بھی عظیم اور مقدس مائیں تھیں، جس نے نبی کو دیکھا وہ صحابی کہلایا اور جو عورت کسی نبی کے وجود سے بنی ہے اس عورت کی توہین کرنا۔ یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے ہے تو اس میں ہم حضرت اماں حوا سلام اللہ علیہا اور تمام پیغمبروں کی ازواج مطہرات کی بھی گستاخی کر رہے ہوتے ہیں۔

ایک دن ایک ایس ایچ او صاحب ادھر آئے، اس دن ادھر خواتین کے مسائل پر ہی بات ہو رہی تھی اور کہنے لگے پیر صاحب آپ کو نہیں پتا کچھ عورتیں بھی زلیخا کی طرح کی ہوتی ہیں۔ میں نے سخت انداز میں اس کی مذمت کی کہ آپ پیغمبر کی بیوی مائی زلیخا کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ جنھوں نے نبی سے محبت کی شادی کی اور جن کی اولاد میں سے آگے اور پیغمبر بھی پیدا ہوئے ان کا نام ادب و احترام سے لینا چاہیے۔ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم بعض اوقات منہ سے بہت بڑی بات نکال دیتے ہیں جس کا اندازہ ہمیں نہیں ہوتا، جب ہم عورت کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو جب سے کائنات بنی ہے تمام خواتین کی توہین کر رہے ہوتے

ہیں، یہ بات صاحب علم لوگوں کو بالکل زیب نہیں دیتی۔

جبل رحمت کو جبل رحمت کیوں کہا جاتا ہے

جبل رحمت کو جبل رحمت کیوں کہا جاتا ہے؟ کیوں کہ اماں حوا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات وہاں ہوئی تھی۔ جس جگہ پہ عورت سے ملاقات ہوئی وہ جگہ رحمت والی جگہ قرار پائی یعنی عورت مرد کے لیے اللہ کی طرف سے رحمت ہے، اور ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ عورت اگر خواب میں بھی آئے تو توبہ توبہ اس کا تو خواب میں بھی آنا اچھا گمان تصور نہیں کیا جاتا، ایسا نہ کریں یہ ہماری مائیں ہیں بہنیں ہیں معاشرے کا حصہ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں، مرد حضرات اپنی بھی اصلاح کریں، اپنے اعمال پر بھی توجہ کریں، شریعت کے قوانین اللہ نے دونوں کے لیے ایک جیسے متعین کئے ہیں، مرد جو چاہے کرتا پھرے اور عورت کی ذرا سی غلطی پر اس کی کردار کشی کرتے رہیں۔

عورت گھر کے سارے کام بھی کرے زندگی موت کی جنگ لڑ کر بچے پیدا کرے، سسرال والوں کے سخت رویے بھی برداشت کرے، بس کام کرتی جائے، باتیں سن کر اُف تک نہ کرے، رات کو خاوند سے تھپڑ بھی کھالے کہ جی مرد تو عورتوں کو مارتے ہی رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کیا ارشاد فرما رہے ہیں کہ تمہاری عورتیں میری امانت ہیں ان کے ساتھ خیانت نہ کرنا، اللہ کا خوف کریں معاشرے کی کہی سنی روایات اور باتوں کی بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانیں، عورت کی کردار کشی ممبر رسول پر بیٹھ کر بڑے بڑے اجتماعات میں کر رہے ہوتے ہیں ایک طرف ددیالی روش نے عورت کو عزت نہ دینے کو اپنا اصول بنا رکھا ہے دوسری طرف والد صاحب بچوں کے سامنے اسے ماں بہن کی گندی گالیاں دیتے

ہیں، جو بچے اپنے والد کو اپنی ماں کو گالیاں دیتے ہوئے سنیں گے وہ معاشرے کے کیسے فرد ثابت ہوں گے؟ ایک تو والد کے لیے دل ہی دل میں نفرت پلتی رہے گی کیونکہ ماں کی توہین کسی سے برداشت نہیں ہوتی، دوسری طرف ماں کی عزت بھی دل سے جاتی رہے گی ایسے بچے ہمیشہ تعلیم کے میدان میں باقی بچوں سے پیچھے رہ جائیں گے۔ ماں اور باپ دونوں کے نافرمان ہوں گے اگر کوئی آپ کی ماں کو آپ کی موجودگی میں گالیاں دے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ یہی حالت آپ کے بچوں کی بھی ہوتی ہے مگر وہ بے بسی کی وجہ سے بول نہیں سکتے اس طرح انکی شخصیت تباہ ہو جاتی ہے۔

خواتین کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے وہ دیکھ کر بھی دل روتا رہتا ہے۔ ہمارے ہاں عورت کے ساتھ جو سسرالی روش ہے وہ بہت ہی غیر منصفانہ ہے۔ اسلام نے جو عورت کو حقوق دیے اس کو تحفظ دیا اور اس کو عزت اور احترام دیا اس کا بالکل بھی پاس نہیں رکھا جاتا۔

حالت حمل میں عورت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں وہ اس حالت میں گھر کے کام بھی کرتی ہے، بچے بھی سنبھالتی ہے، ساتھ ساتھ اسے ذہنی ٹارچر بھی کیا جاتا ہے اس حالت میں اگر اس کی خوراک اور کھانے پینے کا خیال نہ رکھا جائے اور وہ الجھنوں کا بھی شکار رہے تو سارا اثر بچے کی صحت پر پڑے گا، بچہ کسی نہ کسی معذوری یا کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ شوہر کو چاہئے کہ عورت کے ساتھ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائے اور اس میں عار محسوس نہ کرے۔ بچوں کے سامنے جو ماں باپ لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اس سے بچے دونوں کے نافرمان اور باغی ہوں گے اور جو ماں باپ بچوں کے سامنے ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں ان کے بچے نہ صرف دونوں کے

فرمانبردار ہوں گے بلکہ ایسے بچے معاشرے میں بھی نمایاں مقام اور عزت حاصل کریں گے، میاں بیوی آپس میں دوستوں کی طرح رہا کریں تا کہ بچے معاشرے کے قابل فرد بن کر سامنے آئیں۔ عورت کا نان نفقہ مرد کی ذمہ داری ہے اور عورت کی کمائی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ خود تو فارغ بیٹھے اور عورت کام کرے اور کما کر لائے، ہاں اپنے ملک کی خدمت اور اسے آگے لے جانے کی نیت سے عورتوں کو آگے آنا چاہیے۔ اس بات کی تو کسی کو پرواہ ہی نہیں کہ ملک قرضوں تلے ڈوبا ہوا ہے اور ہمیں اپنے ملک کی ترقی کی خاطر کام کرنا چاہیے۔

(محفل میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے بتایا کہ میں آرمی میں ہوں پچاسی ہزار تنخواہ ہے مگر میں نے اپنے ملک کی خاطر فری علاج وغیرہ کی سہولت سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا تو باباجی بہت خوش ہوئے کہ پاکستان سے محبت کرنے والے ایسے لوگ بھی ہیں)

عورتوں کو دعوت فکر

اسلام قبول کرنے والے ایک صحابی نے اپنے ماضی کی زندگی کا ایک واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا! وہ صحابی عرض کرنے لگے کہ "زمانہء جاہلیت میں جب بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج تھا تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو بچہ تمہارے پیٹ میں ہے اگر لڑکا ہوا تو اس کی اچھی طرح پرورش کرنا اگر لڑکی ہوئی تو اسے دفن کر دینا، یہ کہہ کر میں تجارت کے لیے شہر سے باہر چلا گیا۔ بیٹی پیدا ہوئی تو میری بیوی اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسا نہ کر سکی۔

جب میرے واپس آنے کا وقت آیا تو اس نے بچی کو پڑوسیوں کے حوالے

کر دیا تا کہ مجھے پتہ نہ چلے، وہ کھیلنے کے لیے روز گھر آتی تو مجھے اس سے محبت سی ہو گئی، میں بھی اس کے آنے کا انتظار کرتا۔ جب بیوی نے یہ دیکھا کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگا ہوں تو اس نے مجھے بتا دیا کہ یہ ہماری ہی بیٹی ہے۔ لیکن مجھے یہ سن کر بہت غیرت آئی کہ سب لوگ تو بیٹیوں کو دفن کر دیتے ہیں لوگ مجھے بزدل سمجھیں گے۔ میں نے بیوی سے کہا کہ اسے تیار کرو میں اسے دفنا کر آؤں گا۔ اس زمانے میں عورت کو کوئی حق نہ تھا کہ اپنی اولاد کے لیے بھی اپنے شوہر سے بات کرے، وہ بھی بے بس تھی۔ میری بیوی جب اس کی کنگھی کر رہی تھی تو ساتھ ساتھ روتی جا رہی تھی، (اس عورت کی کیا کیفیت ہو گی جو اپنی بچی کو زندہ دفن کروانے کے لیے تیار کر رہی تھی)۔ بچی نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ ماں نے جواب دیا کہ تم آج بہت پیاری لگ رہی ہو دعوت کھانے جا رہی ہو تمہیں دیکھ کر آنسو آ رہے ہیں کہ میری بیٹی کتنی پیاری لگ رہی ہے، جب میں اسے لے جا رہا تھا تو راستے میں وہ بار بار کچھ کھانے کا اسرار کر رہی تھی میں اسے بہلا دیتا، جب میں نے گڑھا کھودنا شروع کیا تو مٹی میرے کپڑوں پر لگتی تو وہ اپنے دوپٹے سے میرے کپڑے صاف کرتی۔ گڑھا کھود کر میں نے اسے گڑھے میں ڈال دیا، جب میں اس پر مٹی ڈال رہا تھا تو وہ چیختی چلاتی رہی رحم کی بھیک مانگتی رہی مگر میرے دل میں رحم نہ آیا اور میں نے اسے زندہ دفن کر دیا۔

یہ واقعہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا روئے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی، ان صحابی نے عرض کی کہ کیا اللہ تبارک تعالیٰ مجھے معاف کر دیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابی کو فرمایا کہ آپ میرے سامنے نہ آیا کریں"

یہ حال تھا عورت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو اس ظلم و جبر سے بچایا، اسے عزت دی اس کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی، یہاں تک کہ جنت کو اس کے قدموں میں قرار دے دیا لیکن آج کی عورت نے اپنی قدر کو نہ پہچانا، جس تذلیل سے اسلام نے اسے بچایا آج اسی تذلیل کو عورت خود گلے لگانے کے درپے ہے، عورت کا مطلب ہی پردے والی ہے، قرآن میں اللہ تبارک تعالیٰ نے واضع فرما دیا!

" اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمت گاروں پر جنہیں عورت کی حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے، اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ "

(سورۃ نور آیت نمبر 31)

لیکن آج عورت حقوق کے نام پر ہر جائز ناجائز مطالبہ منوانا چاہتی ہے، اللہ کے حکم کے برخلاف بے پردہ ہو کر سارے زمانے میں گھومنا چاہتی ہے، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی رحمت کے صدقے اسے زندہ درگور ہونے سے نجات ملی، ان کا امتی ہوتے ہوئے وہ کیسے ان کا سامنا کرے گی؟

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے زندہ ہیں

(قیامِ پاکستان سے دورِ حاضر تک کے چشم کشا حالات وواقعات)

ایک دفعہ ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے!

"جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں ہرگز مردہ تصور نہ کرو۔ وہ زندہ ہیں اور انھیں رزق بھی دیا جاتا ہے مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جولوگ میری راہ میں جان دیں ان کو میں ایسی زندگی دوں گا جو آپ کے شعور اور عقل سے بالاتر ہے۔ ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا، اور وہ منظر دکھاؤں گا جن کا ادراک انسانی عقل کر ہی نہیں سکتی۔

اسلام کی تاریخ ہو یا وطنِ عزیز کی آزادی کی تاریخ، شہدا کی عظیم قربانیوں کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی، اسلام کی سربلندی کے لیے اہلِ ایمان نے بے دریغ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور اپنی بے مثال قربانیوں سے دینِ اسلام کو دوام بخشا، اسی طرح ہمارے وطنِ عزیز کی بنیادوں میں بھی لاکھوں شہداء کا لہو شامل ہے اور ان کی روحیں سرحدوں کی محافظ ہیں۔ وہ 1947ء میں پاکستان کی آزادی کی خاطر اپنی جان، مال اور اولاد کی قربانی دینے والے مرد وزن ہوں یا بعد کی جنگوں میں وطن عزیز کی حفاظت کی خاطر جان نچھاور کرنے والے مجاہد، یہ سب وہ شہدائ ہیں جنہوں نے اپنی جان دے کر ہمیں آزادی کی نعمت سے نوازا اور وہ اللہ کی اس عنایت کے حقدار ہیں جس کا ذکر اللہ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے۔

اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے اللہ سے ہمیشہ دعا کرتے رہا کریں۔ غلامی کی زندگی سے موت کہیں بہتر ہے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ غلامی کی زندگی ہوتی کیا ہے؟

اگر کسی مسلمان نے گائے کو مٹی کا ایک ڈھیلا بھی مار دیا تو بنا کسی سوال و جواب کے اسے جیل میں ڈال دیا جاتا کہ اس نے ہماری ماں کو مارا ہے۔ ہندو مسلمانوں سے اس قدر نفرت کرتے تھے کہ کسی مسلمان کا سایہ بھی اگر ان کے برتنوں پر پڑ جاتا تو وہ مسلمان کو سزا دیتے کہ تم نے ہمارے برتنوں کو ناپاک کر دیا ہے۔

جب 1965ء کی جنگ میں ہمارے شیر دل نوجوانوں نے دشمن کی للکار کو سنا جو یہ کہہ کر چلے تھے کہ صبح کا ناشتہ لاہور میں کریں گے، ان کی تعداد بھی بے شمار تھی، وہ لامحدود تھے اور ہم محدود تھے۔ انہوں نے ہمارے بڑے اور خوبصورت شہروں پر حملہ کر دیا۔

افواج پاکستان کے بہادر اور غیرت مند جوانوں نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا، انتہائی جرات مندانہ انداز میں لڑے، افواج پاکستان کے بے شمار جوان شہید ہوئے، کچھ زخمی ہوئے، ہمارے پاس فوج ناکافی تھی کہ وہ شہیدوں کی لاشیں اٹھا سکیں، جنہوں نے اپنے وطن عزیز کی حفاظت کے لیے جانیں دے دیں ان کی لاشیں اٹھانے والا کوئی نہ تھا تو ان حالات میں ہماری خواتین نرسیں میدان میں آگئیں، نرسوں نے کہا کہ ہم شہداء کی تدفین کریں گی اور جو زخمی ہیں ان کی مرہم پٹی بھی کریں گی۔ فوج اپنے فرائض ادا کرے اور ملک کا دفاع کرتی رہے، یہ اس وقت کی پاکستانی عوام کا جذبہ اور ایمان تھا۔

قیامِ پاکستان کو ابھی سات سال ہوئے تھے اور ہمارا نظام ابھی پوری طرح درست نہیں ہوا تھا اور دشمن کی طرف سے ہر وقت حملے کا خطرہ رہتا تھا۔ میرے اندر بھی جذبہء جہاد اور شوقِ شہادت تھا اور میں نے رضا کارانہ طور پر فوج کی طرف سے

جنگ میں بھی حصہ لیا تھا۔ہمیں فوج کی طرف سے ایک چھوٹا سا پرزہ دیا گیا تھا کہ دشمن کی طرف سے کسی بھی حملے کی صورت میں اس کے ذریعے اطلاع فوج کو دینا تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے چھم جوڑیاں میں ٹینٹ لگا کر گزارہ کیا، بیابان جنگل میں میں ٹینٹ میں موجود تھا جہاں میلوں تک آبادی کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔اس جنگل میں بے تحاشہ سور پائے جاتے تھے اور وہ انسانوں کی مردہ لاشیں کھا کھا کر آدم خور ہو چکے تھے۔سوروں کا ایک ٹولہ میرے ٹینٹ کے قریب آیا وہ زمین کھود رہے تھے اورانہوں نے میرے ٹینٹ کے کھونٹے بھی کھود ڈالے،ٹینٹ میرے اوپر گر گیا میں نے دم سادھ لیا اور پوری رات اسی حالت میں گزاری۔صبح اٹھا تو کچھ فاصلے پر ایک فوجی نظر آیا۔میں رات کا بھوکا پیاسا تھا مشکل سے چل کر اس کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ میں بھی فوجی مشن میں ہوں اور اپنی چھوٹی سی جان اپنے ملک کے دفاع کی خاطر پیش کی ہے،کیا کھانے پینے کے لیے کچھ ملے گا؟اس نے کہا روٹی وغیرہ کا میسر آنا تو ناممکن ہے،میں چائے بنالیتا ہوں اوراس کے ساتھ ہم دونوں رس کھالیں گے۔آج تک مجھے یاد ہے کہ وہ رات میں نے کیسے گزاری تھی۔اس وقت ہم نوجوانوں کا یہ جذبہ تھا۔یہاں ہمارے اپنے گاؤں میں ایک حاجی حبیب اللہ صاحب رہا کرتے تھے وہ ہمیں فواج پاکستان کی باتیں سنا کر ہمارے خون کو خوب گرمایا کرتے تھے۔ایک بار ہمیں یہ پتہ چلا کہ ہمارے ہاں بیلے میں انڈیا کا چھاتا بردار فوجی اتر رہا ہے۔ہم نے سات راتوں تک وہاں پہرہ دیا جس کے پاس جو کچھ تھا،ڈنڈے کلہاڑیاں وغیرہ وہ ساتھ لیے اور وہاں چلے گئے،ہمیں پتا تھا کہ ہم ان چیزوں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے لیکن یہ جذبہ تھا کہ اگر ہم اسے مار نہ سکے تو اپنے وطن کی حفاظت کرتے ہوئے خود مر جائیں گے۔

ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص روحانی مدد بھی تھی۔ 1965ء کی جنگ میں ایک انڈین جب ہماری فوج کی گرفت میں آ گیا تو اس نے ہمارے سپاہی سے پوچھا کہ آپ لوگ ہمیں یہ بتائیں کہ وہ گھوڑوں والی جو فوج تھی وہ کہاں سے آئی؟ یہ خبر ہر طرف پھیل گئی تھی۔ پتا یہ چلا کہ کسی نے خواب میں دیکھا تھا کہ جو غزوہ احد کے شہداء تھے۔ وہ بھی وہاں موجود تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی موجود تھے یہ ان کی فوج تھی۔

ایسے ہی ایک انڈین پائلٹ نے لڑاکا جنگی طیارہ اڑایا اور راوی کے پل کو توڑنے لگا، پل تو نہ ٹوٹ سکا لیکن وہ پکڑا گیا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے جو ٹارگٹ دیا گیا تھا وہ راوی کے پل کو توڑنا تھا لیکن مجھے سات سات راوی کے پل نظر آ رہے تھے۔

آزادی کی اس نعمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے تھا۔ ہمارے آباؤ اجداد کی زندگی کی آخری سانس بھی آزادی کے حصول کی تگ و دو میں گزری اور ان کی قربانیوں کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے جو انہوں نے دیں۔ وہ آج زیرِ زمین ہیں لیکن ان کی روحیں دیکھ رہی ہیں کہ ہماری قربانیوں کی کیا قدر ہو رہی ہے اور اس آزادی کی حفاظت کیسے ہو رہی ہے؟ ہمارے باپ دادا کی کی قربانیوں کا ثمر پاکستان تھا اور بعد میں یہی پاکستان دولخت ہو گیا۔ اس وقت پاکستان دو حصوں میں تھا، مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان اس وقت پسماندہ تھا اور مغربی پاکستان کا ایک صوبہ تھا لیکن بعد میں ناقص حکومتی پالیسی کی وجہ سے ہم نے بنگلا دیش کو کھو دیا۔ بنگلہ دیش کے لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ ناقابل بیان ہے، ان کا حق مارا گیا ان کے ساتھ زیادتی ہوئی، فوج نے بھی ان کے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا، ہزاروں لوگ بے گناہ مارے

گئے جس کی وجہ سے وہ پاکستان سے ناراض ہو گئے انہوں نے افواج پاکستان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ہم نے نصف پاکستان کھو دیا۔

چھوٹے ہوں یا بڑے، طاقتور ہوں یا کمزور سب کو اپنے ملک کے لیے قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ پہلے تو تھا کہ بھارت سے بھاگ گئے تو پاکستان آ گئے، مقبوضہ کشمیر میں تھے تو آزاد کشمیر میں آ گئے، اب ہم پاکستان میں آ گئے ہیں تو خدانخواستہ اگر پاکستان کو کچھ ہوتا ہے تو پاکستان سے کدھر جائیں گے؟ اب بھاگنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اپنے وطن کی خاطر اگر جان جاتی ہے تو جائے مگر دشمن کو اپنے وطن عزیز پر قدم نہ رکھنے دیں۔ قربانی کا وقت آن پہنچا ہے آپ کی خوش قسمتی ہو گی اگر آپ پاکستان کے لیے کچھ کریں کوئی قربانی دے سکیں یا اس کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دیں۔ میں بدقسمت ہوں موت کے پیچھے بھاگا ہوں کہ وطن عزیز کے لیے قربانی مجھے نصیب ہو جائے لیکن میری بدنصیبی کی مجھے یہ بات میسر نہ آئی۔

ہم نے ادھر ہی رہنا ہے اور اس کو سنوارنا ہے۔ ہم نے کروڑوں اربوں کی کوٹھیاں بنائی ہیں جن میں کوئی رہنے والا نہیں اور ملک ہمارا قرض میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہمارا ملک غربت کی دلدل میں ڈوب رہا ہے غرق ہو رہا ہے، ہماری آمدنی کا نصف حصہ قرضوں اور سود میں چلا جاتا ہے۔ ملک کا قرضہ اتر جائے تو سود بھی نہ دینا پڑے تو وہ سارے پیسے ملک کی تعمیر و ترقی پر خرچ ہوں تو ملک بھی اوپر چلا جائے۔ چین بھی ترقی میں آگے نکل گیا اور بھارت بھی۔ ہماری ایک ہی سوچ ہمیں لے ڈوبی کہ ہمیں پاکستان نے کیا دیا ہے؟ یہ وقت ان باتوں کا نہیں، یہ وقت پاکستان سے کچھ مانگنے کا نہیں بلکہ پاکستان کو کچھ دینے کا ہے، ہمارا پیارا پاکستان شدید مشکلات سے دوچار ہے۔ ایک طرف لاقانونیت اور ناانصافی عروج

پر جارہی ہے، دوسری طرف دشمن ہمیں سرحدوں پر آ کر للکار رہا ہے۔۔ دشمن ہمارے ملک میں لوگوں کو رنگ ونسل اور مذہب ومسلک کے نام پر آپس میں لڑوا رہا ہے، اتحاد ختم کروا رہا ہے، اپنی اپنی جماعتوں چاہے وہ مذہبی ہیں یا سیاسی ان سے بالاتر ہو کر پاکستان کا ساتھ دیں۔ جماعت کے لیے کام نہ کریں بلکہ اللہ کے لیے اللہ کے دین کے لیے اور اپنے وطن کی محبت میں کام کریں۔ ساری جماعتی وفاداریاں چھوڑیں صرف پاکستان کے وفادار بن جائیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے وطن عزیز کی، سرکاری اداروں کی اور ملک کی ایک ایک اینٹ کی حفاظت کریں۔ جن لوگوں نے پاکستان کے سرکاری اداروں کو نقصان پہنچایا، سرکاری زمینوں پر قبضے کیے اللہ نے ایسے لوگوں کو ذلت کی موت دی موت کے وقت کلمہ بھی نصیب نہ ہوا۔ میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ جو میں نے دیکھا وہ بتا رہا ہوں، ہمارا پیارا پاکستان ہمارے باپ دادا کی لاکھوں قربانیوں کا ثمر ہے، ان کے خون کے بدلے ہمیں آزادی کی نعمت ملی۔ تو جو بندہ ان لوگوں کی قربانیوں کے ساتھ غداری کرے سرکاری اداروں کی حفاظت کرنے کی بجائے ان پہ قبضے کا سوچے، پاکستانی عوام کا حق مارنے کا سوچے وہ اس ملک کا غدار ہے۔ ہمیں تو چاہیے کہ ہم اپنے مال وزر سے پاکستان کی مدد کریں۔

یہاں جو لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں سے جائیں تو دوسروں کو دعوت الی اللہ دیں، دوسروں کو اللہ کی طرف بلائیں۔ اسلام ہے تو پاکستان ہے پاکستان میں اسلام نہ ہوا تو پاکستان بھی نہیں رہے گا۔ دونوں لازم وملزوم ہیں کیوں کہ پاکستان کو اسلام کے نام پر ہی بنایا گیا تھا۔ دشمن ہمیں سرحدوں پر للکار رہا ہے اور ہماری بہنیں بیٹیاں جو پاکستانی معاشرے

کا حصہ ہیں، فحش لباس پہن کر بازاروں میں گھوم پھر رہی ہیں، عورت تو نام ہی پردے کا ہے اگر پردہ نہیں ہے تو وہ عورت تو نہ ہوئی، ہمارے نوجوان بھی بے راہ روی کا شکار ہیں، موبائل اور انٹرنیٹ کے نشے میں جکڑے ہوئے ہیں کسی کو احساس تک نہیں کہ ہم محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں نہ کسی کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ہے، بے حیائی کی وجہ سے ہی قومیں کمزور پڑا کرتی ہیں۔ اگر پاکستان کو بچانا ہے تو اسلامی طرز عمل اپنائیں۔ میں ایمان کی پوری قوت سے کہتا ہوں کہ اگر آپ مضبوطی کے ساتھ اسلام کی طاقت کو تھام لیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو شکست نہیں دے سکے گی۔ ہمارا ایک ایک نوجوان ہزاروں پر بھاری ہوگا۔ آج بھی اگر ہم جذبہ ایمانی اسلام کے مطابق کر لیں تو بھارت کی فوج ہمیں مٹھی بھر لگے گی۔

ہندوؤں کا پوری دنیا میں صرف ایک ہی ملک ہے اور وہ انڈیا ہے۔ اسلامی ملک تو بے شمار ہیں، ہم اگر چلے بھی جاتے ہیں تو ہمارے پیچھے کوئی اور آئے گا مگر ان کے پیچھے کوئی نہیں ہوگا۔ یہ بتوں کے ماننے والے ہیں، پتھر کسی کو کیا دیں گے؟ لیکن کیا ہو رہا ہے کہ آج ہمیں کافر للکار رہا ہے اور ہمارے اندر جذبہ حب الوطنی ختم ہوگیا۔ لوگ آرام پرست اور عیش پرست ہو گئے ہیں۔ اپنے مکان کوٹھیاں اور بنگلے اس کے سوا کسی اور کو کوئی سوچ ہی نہیں۔ اگر یہ ہمارا ملک نہ رہا تو یہ بنگلے کہاں جائیں گے؟ قیام پاکستان کے وقت جب ہندؤ یہاں سے بھاگ گئے تو یہاں پر جو انہوں نے بنگلے بنائے ہوئے تھے وہ مہاجروں کو الاٹ ہو گئے، ہمیں سبق سیکھنا چاہیے کہ خدانہ خواستہ کوئی ہم پر غلبہ پا کر ہمیں ہمارے گھروں، ہمارے ملک سے دربدر نہ کر دے۔

رزقِ حلال کی پہچان اور زکوٰۃ و ٹیکس کی اہمیت

میں ایک بات انتہائی معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں بلکہ بات کرنے سے پہلے میں علماء و پیر حضرات سے معافی بھی مانگوں گا میرا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں ہے نہ ہی تنقید کرنا ہے۔ ہم پیروں کو منہ میں لقمہ ڈالنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ جو نوالہ ہم اپنے منہ میں ڈال رہے ہیں کیا یہ جائز بھی ہے؟ یہ لقمہ کن پیسوں سے آیا ہے، کہاں سے آیا ہے؟ اگر آپ کو ناجائز رزق میسر آ رہا ہے تو آپ بھوکے رہ لیں اور رزق حلال کی تلاش کریں، تلاش کریں گے تو حلال رزق آپ کو میسر بھی آئے گا۔ اگر آپ حلال اور حرام کی تمیز نہیں کریں گے اور جو ملے گا وہ کھاتے جائیں گے تو کیا آپ لوگوں کو ہدایت کر رہے ہیں یا اپنے عمل سے گمراہی پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں؟

لوگ بجلی چوری کرتے ہیں اور چوری کی بجلی سے موٹر چلا کر وضو کرتے ہیں، کیا آپ کا وضو ہو گیا یا آپ پہلے سے بھی زیادہ ناپاک ہو گئے؟ اسی سے کپڑے دھوئیں گے، اسی بجلی سے کپڑے استری کریں گے۔ کیا وہ کپڑے پاک ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ اپنے ملک کی حفاظت اور آزادی کی خاطر ٹیکس بھی دیں۔ جتنا بھی ہو چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگ دسوند بھی دیا کرتے تھے اور عشر بھی دیا کرتے تھے۔ دسوند معنی دسواں حصہ، زمین میں سے جو دانے آتے تھے لوگ اس میں سے عشر بھی ادا کیا کرتے تھے جو بیت المال میں جمع ہوتا تھا اور غریبوں کے کام آتا تھا۔ عشر میرا بنایا ہوا قانون نہیں ہے، زکوٰۃ ہو یا عشر یہ تمام قوانین قرآن پاک میں اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی طریقہ ہے کہ وہ اپنے فرقے اور مولویوں کی ہدایات کے مطابق زکوٰۃ سے ہی انکار کر دیتے ہیں کہ جی ہمارے علامہ

صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے فرقے میں زکوۃ ہی نہیں لگتی۔ سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ اللہ نے قرآن پاک میں واضح الفاظ میں فرقہ واریت کی ممانعت فرمائی ہے۔ اللہ تعالی نے واضع الفاظ میں قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "آپ ان سے کہہ دیجئے جن لوگوں نے اپنے دین میں الگ الگ گروہ بنا لیے ہیں۔ان سے آپکا کوئی تعلق نہیں" زکوۃ دیئے بغیر ہی کچھ لوگ خیرات اورصدقہ وغیرہ دے دیتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے مردہ بکری اللہ کی راہ میں دینا۔ زکوۃ ادا کر کے اپنی رقم کو پہلے پاک کریں پھر صدقہ کو بھی مقبولیت حاصل ہوگی۔

جن لوگوں کے پاس دس دس مکان ہیں، کئی پلاٹ ہیں اور پلازے لے کر کرائے پر دیئے ہوئے ہیں۔ان لوگوں سے بھی زکوٰۃ کے بارے میں سوال پوچھیں تو آگے سے جواب نفی میں ملتا ہے۔ میری ایک مریدہ بتارہی تھی کہ اس نے ایک بندے کو اپنے اعلیٰ مکان کی زیبائش وآرائش کرتے ہوئے دیکھا، نئے ماڈل کے صوفے، بڑی بڑی ٹی وی اسکرینز اپنے گھر میں نصب کروا رہے تھے۔ کہتی ہیں میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ یہ سب آپ کس لیے کرر ہے ہیں؟ آپ کے بچے تو انگلینڈ میں ہوتے ہیں۔تو وہ کہنے لگے کہ جب بچے ادھر پاکستان آتے ہیں تو بور ہوتے ہیں تو ان کی بوریت کو دور کرنے کے لیے یہ بڑی بڑی اسکرینز لگوا رہا ہوں۔ وہ کہنے لگیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کا زیادہ وقت تو انگلینڈ میں ہی گزرتا ہے ادھر تو وہ بہت کم آتے ہیں۔تو انہوں نے بتایا کہ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں وہ ادھر بھی زیادہ رہنے کے لیے آیا کریں۔ میری مریدہ نے ان سے سوال پوچھا کہ انسان کا مستقبل تو قبر ہے وہاں بھی تو انسان نے اکیلے رہنا ہے تو وہاں بھی کوئی ایک آدھ اسکرین اور کوئی اچھا سا بیڈ

کسی صوفے کا انتظام کرلیں، یہاں تو تقریباً ستر یا اسی سال کی زندگی ہے اور وہاں انسان نے اکیلے قبر میں قیامت تک کا عرصہ گزارنا ہے تو اصل مستقبل تو وہ ہے تو وہ بندہ تھوڑا سوچ میں پڑ گیا کہ بات تو ایسی ہی ہے۔ قبر کی تنہائی اداسی اور بوریت کا تو کوئی ہم نے سوچا ہی نہیں۔، ہر وقت ہمیں دنیا ہی کی فکر پڑی رہتی ہے جبکہ ہم نے قبر میں ہزاروں سال اکیلے گزارنے ہیں۔

جب تک زندہ رہنا ہے لوگوں کو تنگ کرنا ہے اور یہ سڑک نہیں بننے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن پاک میں ارشاد فرما رہا ہے کہ "میں محبت کرتا ہوں احسان کرنے والوں سے" کیا یہ احسان ہے کہ میں راستہ نہیں بننے دوں گا؟ ان لوگوں کو قابو کر کے رکھوں گا؟ تو اپنا کیا حال ہوگا؟ جب تمہارا وقت پورا ہو جائے گا اور موت کا فرشتہ پیغام الٰہی لے کر آ جائے گا کہ آپ کی زندگی میں جو کچھ آپ کے لیے لکھا تھا وہ پورا ہو گیا ہے، جب اپنے انجام کو پہنچے گے تو اس وقت پتہ چلے گا کہ ہائے افسوس کاش ہم لوگوں کے کام آتے ،لوگوں پر احسان کرتے ،اپنے منہ میں نوالہ ڈالنے سے پہلے کسی اور کا سوچ لیتے ،کسی کے بچے بھوکے تو نہیں ،کوئی مسکین جو ہمارے محلے میں تھا اس کی مدد کر دیتے۔

میں نے دیکھا کہ غریب کو کہیں بھی عزت نہیں ملتی ،دین دار لوگوں کو چاہیے تھا کہ غریب غرباء اور مساکین لوگوں کا ساتھ دیتے لیکن ہمارے یہاں ختم شریف پر ،محفلوں میں مولوی اور نعت خواں حضرات کو الگ اعلیٰ قسم کے کھانے پیش کیے جاتے ہیں اور جو حقیقت میں ان کھانوں کے مستحق اور ضرورتمند ہیں ان کو ان کھانوں کے پاس بھی نہیں بیٹھنے دیا جاتا۔

ایک اور بات کرتا چلوں کہ یہ ٹیکس نہ دینے والے، سود کھانے والے، زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے اگر ختم کے کھانے پر مولوی صاحب کی زیادہ خاطر مدارت کریں گے تو کیا اللہ راضی ہو جائے گا؟ ایسے لوگوں کا کھانا کھا کر مولوی مسجد میں جب نماز پڑھانے آئے گا تو کیا وہ نماز قبول ہوگی؟

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرما رہے ہیں " وہ لوگ جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں " پیسے دیکھنے میں ایک جیسے ہی نظر آتے ہیں۔ ایک رقم کسی کے پاس ہو وہ اللہ کی راہ میں غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانے پہ خرچ کرے اور وہی رقم کوئی اور دوسروں کو مقدمات میں الجھانے، بے حیائی کو فروغ دینے میں خرچ کرے۔ اسی پیسے سے ایک انسان نے جنت خرید لی اور اسی پیسے سے کسی نے دوزخ خرید لی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی "۔ جو بیج آج ہم اس دنیا میں بوئیں گے وہی کل قیامت کو کاٹیں گے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم نیکی کریں قیامت میں اس کا صلہ برائی میں ملے یا ہم برائی کریں تو قیامت میں اس کا صلہ اچھا ملے۔

ہر دروازے پہ پایا پروردگار ہمارا

بابا جی کے پاس ایک بندہ حاضر تھا اس نے ایک شعر کا مطلب پوچھا جو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے (لیکن علامہ اقبال کی کسی کتاب میں نہیں)۔

توحید ہستی ہیں ہم، واحد خدا ہمارا
ہم کافروں کے کافر، کافر خدا ہمارا

بابا جی نے فرمایا! بظاہر اس شعر میں خدا کی بہت بڑی گستاخی محسوس ہوتی ہے کہ شاعر نے خدا کو نعوذ باللہ کافر کہہ دیا، لیکن حقیقت میں اس کا مطلب کچھ اور ہے، کافر کا مطلب ہوتا ہے انکار کرنے والا نہ ماننے والا، شاعر کہتا ہے کہ ہم کافروں کے کافر ہیں یعنی ہم کافروں اور ان کے نظریات کو نہیں مانتے، اور ہمارا خدا بھی کافروں اور ان کے نظریات کو نہیں مانتا۔

بابا جی نے ساتھ ہی شعر ارشاد فرمایا!

زندگی کے کئی ٹکڑے کر دیئے اس نے
پھر بھی جاری رہا سفر ہمارا
کئی دروازوں سے گزرا ہوں میں
ہر دروازے پہ پایا پروردگار ہمارا

سادہ اور آسان الفاظ میں بابا جی نے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کو کیسے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکت ہے جو انسان کی زندگی کو مختلف ادوار سے گزارتی ہے وہی انسان ہوتا ہے جو ایک وقت میں عالم ارواح میں ہوتا ہے وہاں بھی

ایک زندگی ہے ایک جہان ہے، رحم مادر میں بھی زندگی ہے، یہ انسان پھر رحمِ مادر، پیدائش، بچپن، جوانی، بڑھاپا اور پھر موت کے مراحل سے گزرنے کے بعد قبر، برزخ اور حشر کے مراحل سے گزرے گا اور بالآخر جنت یا دوزخ کا باسی ہوگا۔

بابا جی فرماتے ہیں کہ بے شک میں (انسان) زندگیوں کی مختلف اقسام سے گزرا ہوں، لیکن ہر زندگی کے اختتام پر اور دوسری زندگی کے آغاز پر میں نے اپنے پروردگار ہی کو پایا، اس دنیا میں آنے سے پہلے بھی میرا وہی محافظ اور نگہبان تھا اور اس زندگی کے بعد جو دوسری زندگیاں اور مراحل میرے منتظر ہیں وہاں بھی وہی میرا نگہبان ہوگا، ہر دروازے پر ہر آغاز و اختتام پر میں نے اپنے پروردگار کو ہی سب سے قریب اور محبت کرنے والا پایا۔ اللہ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ باپ کی پشت میں ہمیں زندہ اور محفوظ رکھتا ہے پھر ماں کے پیٹ میں ہر ضرورت پوری کرتا ہے دنیا میں آتے ہی ماں باپ کی شکل میں ہمیں پالنے اور دیکھ بھال کرنے والی شخصیات کے سپرد کرتا ہے، انسان کو چاہیے کہ اس چندروزہ زندگی میں ایک لمحے کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو جو ہماری اگلی اور پچھلی زندگیوں کا نگہبان ہے۔

حضرت پیر صوفی فضل کریم (دامت برکاتہم عالیہ) کے بیان کردہ
چند روحانی مشاہدات و واقعات

مرید کی پہچان پیر کے دنیا سے جانے کے بعد ہوتی ہے

آپ فرماتے ہیں کہ! بیوی کی وفا کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب انسان پہ غربت آئے، اولاد کی تابعداری کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ بیمار ہو کر بستر پر پڑیں اور مرید کی عقیدت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب پیر دنیا سے چلا جائے۔ اگر مرید سمجھ لے کہ اب پیر صاحب کونسا مجھے دیکھ رہے ہیں اور ان کی دی ہوئی ذمہ داری سے غافل ہو جائے تو یہ بے وفائی ہوگی۔

ایک دفعہ میں مریدین اور عقیدت مندوں کے اصرار پر انگلینڈ گیا، میں نے وہاں مختلف لوگوں کے پاس کچھ دن رہنا تھا، ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک سرسبز و شاداب میدان ہے جہاں میرے پیر صاحب (حضور پیر محمد زاہد خانؒ) تشریف فرما تھے۔ جب میں ان کے قریب گیا تو دیکھا وہ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ میں نے کہا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ تو میرے مرشد نے فرمایا کہ آپکے ذمے میں نے کیا کام لگایا تھا اور آپ کدھر کھوئے ہوئے ہیں۔ میں انگلینڈ میں جن صاحب کے گھر مقیم تھا ان سے کہا کہ مجھے آج ہی واپس جانا ہے تو وہ حیران ہوئے کہ ابھی تو آپ نے فلاں شہر بھی جانا تھا اچانک کیا ہوا؟ ابھی کچھ دن رک جائیں لیکن میں نے کہا کہ فوراً میری واپسی کا انتظام کریں، جیسے ہی فلائٹ ملی میں واپس آ گیا اور اللہ کی مخلوق کی خدمت اور قرآن کریم کی تعلیم میں لگ گیا۔

خواجہ غریب نواز پیر محمد زاہد خان رحمۃ اللہ علیہ کی بعد از وصال روحانی راہنمائی

حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت پیر محمد زاہد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اپنی حیات میں میری رہنمائی فرمائی بلکہ بعد از وصال بھی کئی مواقع پر میری راہنمائی فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ میں خواجہ پیر محمد قاسم صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کے لیے موجود ہوں جیسے ہی میں مزار کے احاطے میں داخل ہوتا ہوں تو ایک کتا میرے ہاتھ کو اپنے منہ میں دبوچ لیتا ہے میں اپنا ہاتھ اس کے شکنجے سے چھڑانے کی جتنی کوشش کرتا ہوں وہ مزید طاقت سے میرا ہاتھ دبوچ لیتا ہے میں اس پریشانی میں ہوتا ہوں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ پیر محمد زاہد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک شق ہوتی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا کفن مبارک سمیٹتے اور درست کرتے ہوئے قبر انور سے باہر تشریف لاتے ہیں اور کتے کو ڈانٹ کر دور ہٹنے کو کہتے ہیں، کتا میرا ہاتھ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس اپنی مرقد مبارک میں تشریف لے جاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد مجھ سے حرص و لالچ، کینہ و حسد، بغض و عداوت کی عادات بلکل ختم ہو گئیں کیونکہ یہ خصائل رذیلہ کتے میں پائے جاتے ہیں کہ وہ اپنے ہم جنسوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہے، کتا ان خصائل رذیلہ کی جو انسانی نفس میں پائے جاتے ہیں ایک علامت تھی، جن سے مرشد نے اپنی نظر کرم سے نجات

دے دی، اس دن کے بعد میں نے صرف نفس و شیطان کو ہی اپنا دشمن سمجھا اور انسان اور اللہ کی تمام مخلوقات سے محبت کرنے لگا، کوئی مجھ پر تنقید کرتا یا برا بھلا کہتا تو مجھے بالکل بھی برا محسوس نہ ہوتا بلکہ میں بدلے میں اس کا شکریہ ادا کرتا اور دعائیں ہی دیتا۔

مرشد کا قبل از وقت حادثے سے خبردار کرنا

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک دن پیر محمد زاہد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور وہ کمرہ جس میں دن، رات بیشتر وقت میں بیٹھتا تھا، اور دن کو لوگوں سے ملاقات بھی کرتا اور سارا دن وہاں کافی تعداد میں لوگ موجود رہتے کو فلفور خالی کرنے کا حکم دیا، میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور اس کمرے سے سارا سامان نکال کر باہر صحن میں رکھ دیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ سامان کیوں نکال رہے ہیں ؟ کیا کہیں جانے کا پروگرام ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیوں نکال رہا ہوں بس مجھے حکم ہوا ہے کہ سامان باہر نکال دو، جب سارا سامان نکل چکا تو اسی رات اس کمرے کی چھت زمین بوس ہوگئی تب مجھے سمجھ آئی کہ میرے مرشد رحمت اللہ علیہ نے بعد از وصال بھی اپنے مرید کو اکیلا نہیں چھوڑا اور بہت بڑے حادثے سے قبل از وقت مطلع کر دیا"

گنبد خضریٰ تمام کائنات پر محیط ہے

حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ روضہء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ حاضری کا شرف حاصل ہوا، میری نگاہیں گنبد خضریٰ کو تلاش کر رہی تھیں لیکن گنبد خضریٰ نظر نہ آیا، میں نے جب اوپر آسمان کی طرف

نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھا کہ گنبد خضریٰ تو بہت اونچا اور بہت بڑا ہے اور ساری کائنات گنبد خضریٰ کے اندر سمائی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر تو گنبد خضریٰ زمین پر نظر آتا ہے لیکن ساری کائنات اسی میں ہے، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت جس طرح تمام عالمین کے لیے ہے اور تمام کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہء رحمت میں ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اور تصرف تمام کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، کائنات کی کوئی شےء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ نبوت سے پوشیدہ نہیں۔

ایک بزرگ سے ملاقات کا احوال

حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کی چند مخلوقات کے نام اور حلیہ سے واقف ہیں لیکن اللہ کی بے شمار مخلوقات ایسی ہیں جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں، کائنات کے بے شمار راز ایسے ہیں جن سے ہم واقف نہیں اور ہماری نظریں انہیں دیکھنے کے قابل نہیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ "وہ جسے چاہتا ہے دکھا دیتا ہے اپنے نور سے" جب انوار الٰہی سے ہمارے قلب ونظر منور ہو جاتے ہیں تو ہماری نظریں وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں جو ہر کسی کی نظر میں نہیں آتا، آپ فرماتے ہیں! ایک دفعہ میں دریا کے کنارے موجود تھا وہ کنارہ زمین سے کم از کم دس بارہ فٹ بلند تھا، وہیں ایک بزرگ تشریف لائے وہ نیچے کھڑے تھے اور میں دس بارہ فٹ بلند کنارے پر لیکن پھر بھی جب میں نے ان سے معانقہ کیا تو میرا سر بمشکل ان کے پیٹ تک پہنچا۔

موت کی کیفیات کا مشاہدہ

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحمت سے مجھے موت کی مختلف کیفیات کا مشاہدہ کروایا مثلاً صالحین کی موت، نیک انسان، دنیا داروں اور گنہگاروں کی موت، لوگوں کی موت کی کیفیت اپنے اعمال کے مطابق ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے سب کی موت کی کیفیت کا مشاہدہ کروادیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے تختے پہ سویا ہوا تھا جس پہ میں نماز پڑھا کرتا تھا اور جسے موت کے غسل کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کے میری جان میرے جسم سے نکل چکی ہے اور میں اپنے جسم کو نفرت اور حقارت سے دیکھ رہا ہوں کہ اس کے ساتھ میں نے زندگی گزاری اس بدنما شکل کو تو دیکھنے کو جی نہیں چاہتا، مجھے بڑی خوشی ہو رہی تھی کے اس سے جان چھوٹی، میں سوچ رہا تھا کہ ساری زندگی موت سے اتنا ڈرتا رہا ہوں یہ تو آزادی لے کر آتی ہے دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے، میں دروازے سے باہر قدم نکالنے لگا تو خیال آیا کہ میری ماں تو میری لاش کو دیکھ کر روتی رہے گی اسے کیسے بتاؤں کہ موت بہت اچھی چیز ہوتی ہے کاش پہلے پتہ ہوتا تو بتا آتا، یہ اللہ نے مجھے میری اپنی موت کی کیفیت دکھائی تھی۔

ایک اور موت کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح کروایا کہ میں چارپائی پہ ہوں دو بلی نما جانور ہیں لیکن اس طرح کی بلیاں میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھیں تھیں وہ میرے قریب آرہی ہیں چارپائی کے نزدیک آکر دونوں بلیوں نے اچھل کر میرے دونوں بازو پکڑ لیے۔ میں اپنے بازوان بلیوں سے چھڑوانے کے لیے چارپائی کے پایوں پر زور زور سے مارتا ہوں مگر ان کو نہ کوئی چوٹ لگتی ہے نہ کوئی اثر ہوتا

ہے، میں مار مار کر تھک جاتا ہوں اور ہمت ہار جاتا ہوں تو وہ دونوں بولتی ہیں کہ جو مرضی کرلو ہم تمہاری جان نکالنے آئے ہیں تو میں بے بس ہو کر ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیتا ہوں میرے گلے سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں اور جسم سے جان نکل گئی ، یہ ایک گنہگار انسان کی موت تھی اللہ نے میری راہنمائی کے لیے دکھائی۔ اللہ کے بندے اور عالم دین میں یہی فرق ہوتا ہے کہ عالم دین جو کچھ کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عملی طور پر دِکھا اور مشاہدہ کروا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ دکھا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے نور سے۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کی جان نکالنے آیا ہوں، میں نے کہا، جا یار کہاں سے آ گئے ہو میرا وقت ضائع کرنے، میں نے کہا اچھا نکال کے دکھاؤ میری جان، اس نے اپنی جیب سے ایک شیشے کا پیپر ویٹ کی طرح کا پتھر نکالا جس میں سے سرخ سی روشنی نکل رہی تھی۔ وہ جب اس نے میرے سامنے کی تو میرے جسم سے جان نکلنا شروع ہو گئی۔ جب گلے تک میری جان آ گئ تو میرا سانس اکھڑنا شروع ہو گیا۔ مجھے لگا بس آخری جھٹکے کے بعد میری زندگی ختم میں نے اس بندے سے کہا کہ واقعی مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے اس سے بندے کی جان نکل سکتی ہے اس میں اللہ کی کوئی حکمت ،کوئی طاقت ہے۔ اس شخص نے بتایا کہ میں اللہ ہی کی طرف سے آیا ہوں صرف یہی بتانا تھا کے ایک دنیادار آدمی کی موت کیسے ہوگی۔

اور بھی کئی ایسی اموات نظر آئیں ہیں، جیسے کہ کوئی آیا، آ کے ہاتھ ملایا اور کہا اسلام وعلیکم ہاتھ ملاتے ساتھ ہی جان نکل گئ خوشی کے ساتھ پتہ بھی نہ چلا اور روح

مسافر ہوگئی۔ جیسے جیسے جس کا عمل ہوگا ویسے ہی اس کی موت کی کیفیت ہوگی۔ میں نے جو اپنی موت کا مشاہدہ کیا نماز والے تختے پہ اس میں یہ بھی منکشف ہوا کہ نماز کو قائم کرنے والوں کی موت بھی آسان ہوگی۔ یہ سارے واقعات جو میں بیان کر رہا ہوں میں نیند میں نہ تھا کہ کوئی سمجھے سوئے ہوئے خواب میں دیکھا جان جب نکلی تو اس کیفیت میں سے گزارہ گیا سب کچھ محسوس ہوا، جب جان واپس جسم میں آ رہی تھی وہ بھی سب محسوس کیا۔

ایک دفعہ ایسا بھی مشاہدہ ہوا کہ قبر میں ہوں اور کیڑے میرے نزدیک آتے ہیں تو میں ڈر رہا ہوں کیڑے پاس آ رہے تھے اور میں بہت خوفزدہ تھا۔ تو اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے آ کر کہا کہ آج ادھر آخری رات ہے کل آپ ادھر سے کہیں اور منتقل کر دیئے جائیں گے کل آپ کے چالیس دن پورے ہوجائیں گے۔ یہ جو چالیس عدد ہے اس میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے اور یہ حقیقت ہے کہ چالیس دن بعد معاملات کچھ بدلتے ہیں یا تو عذاب میں سختی آجائے گی یا عذاب ختم ہو کر راحت مل جائے گی۔ چالیس دن بعد کیفیت میں تبدیلی آتی ہے۔

ایک ایسی موت بھی دیکھی کہ ایک قبر میں داخل ہوا ہوں جس میں ایک دروازہ ہے وہ دروازہ کھلا میں اندر داخل ہوا تو آگے وسیع سرسبز میدان تھا یہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کا مشاہدہ کرواتے رہتے ہیں اپنے بندوں کو کہ دیکھ تو تو چارپائی پر پڑا ہے اور میں نے تجھے کیا کیا دکھا دیا یہ اللہ کی شان اور اس کی عطاء ہے۔ اس میں میری اپنی خوبی کی کوئی بات نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور استقامت عطاء فرمائے۔

معمولات، وظائف اور شجرہ مبارک

وظائف

طالبانِ حق کے لیے روحانی ترقی اور معرفتِ الٰہی کے حصول کی خاطر درج ذیل وظائف کا اہتمام ضروری ہے۔

بعد نمازِ فجر سورۃ فاتحہ شریف 21 مرتبہ

بعد نمازِ ظہر یَا حَفِیظُ یَا بَاسِطُ 313 مرتبہ

بعد نمازِ عصر سورۃ اخلاص 101 مرتبہ

بعد نمازِ مغرب اَللّٰهُ الصَّمَدُ 313 مرتبہ

بعد نمازِ عشاء درود شریف جتنا ہو سکے

صبح شام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ذکر کریں

چلتے پھرتے اللّٰه هُو کا ذکر جاری رکھیں

(تمام وظائف کے اوّل آخر درود ابراہیمی شریف)

تمام روحانی وجسمانی مسائل کا حل

تمام روحانی وجسمانی مسائل کے حل کے لیے اگلے صفحہ پر موجود و مجموعۂ اوراد وظائف میں سے اپنے مسئلے کے مطابق وظائف کا اہتمام کریں۔

1. خیر و برکت، وساوسِ نفس وشیطان سے نجات کے لیے

وظیفہ نمبر: 3،2،1

2. ہر قسم کی بیماریوں سے شفاء کے لیے

وظیفہ نمبر: 13،6،5،4

3. لڑائی جھگڑوں، گھریلو ناچاقی اور رشتوں کے درمیان محبت کے لیے

وظیفہ نمبر: 8،7،3

4. رزق میں برکت اور حصولِ روزگار کے لیے

وظیفہ نمبر: 14،9،3

5. حصولِ اولاد کے لیے

وظیفہ نمبر: 19،11،10،3

6. نظرِ بد، ڈر خوف، شیطانی اثرات، جادو وغیرہ سے نجات کے لیے

وظیفہ نمبر: 16،15,1

7. گمشدہ چیز و شخص کی خبر کے لیے

وظیفہ نمبر: 20،17

8. ہر قسم کی مشکل، مقدمات وغیرہ میں آسانی کے لیے

وظیفہ نمبر: 18،12،3

مجموعۂ اوراد و وظائف

(1) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (101 مرتبہ)

1۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔

(2) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (101 مرتبہ)

2۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

(3) یَارَبِّ اغْفِرْلِیْ (7 مرتبہ) (4) سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (101 مرتبہ)

3۔ اے میرے رب مجھے معاف فرمادے۔ 4۔ ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

(5) یَا اَللّٰہُ۔ یَا شَافِیُ۔ یَا سَلَامُ۔ یَا صَبُوْرُ۔ یَا غَفُوْرُ۔ (101 مرتبہ)

5۔ اے میرے اللہ۔ اے شفا دینے والے۔ اے سلامت رکھنے والے۔ اے صبر دینے والے۔ اے معاف فرمانے والے۔

(6) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

6۔ اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے۔ (11 مرتبہ)

(7) یَا اَللّٰہُ۔ یَا مَانِعُ۔ یَا قَابِضُ۔ یَا وَلِیُّ۔ یَا حَفِیْظُ

7۔ اے میرے اللہ۔ اے روک رکھنے والے۔ اے قابو میں رکھنے والے۔
اے حمایت و مدد کرنے والے۔ اے حفاظت فرمانے والے۔ (101 مرتبہ)

(8) یَا اَللّٰہُ۔ یَا وَدُوْدُ۔ یَا وَاکِیْلُ۔ یَا حَسِیْبُ۔ یَا وَلِیُّ۔ یَا غَفُوْرُ

8۔ اے میرے اللہ۔ اے محبت پیدا کرنے والے۔ اے کام بنانے والے (101 مرتبہ)
اے اسباب پیدا فرمانے والے۔ اے حمایت و مدد کرنے والے۔ اے معاف فرمانے والے۔

(9) یَا اَللّٰہُ۔ یَا رَزَّاقُ۔ یَا حَسِیْبُ۔ یَا بَاسِطُ۔ یَا وَاکِیْلُ۔ یَا رَحِیْمُ

9۔ اے میرے اللہ۔ اے روزی دینے والے۔ اے اسباب پیدا فرمانے والے۔ (101 مرتبہ)
اے روزی فراخ کرنے والے۔ اے کام بنانے والے۔ اے رحم فرمانے والے۔

(10) یَا اَللّٰہُ۔ یَا مُصَوِّرُ۔ یَا بَارِیُٔ۔ یَا مُبْدِیُٔ۔ یَا بَاعِثُ۔ یَا غَفُوْرُ۔ یَا رَحِیْمُ (101 مرتبہ)

10۔ اے میرے اللہ۔ اے صورت بنانے والے۔ اے جان ڈالنے والے۔ اے پہلی بار پیدا کرنے والے۔
اے مردوں کو زندہ کرنے والے۔ اے معاف فرمانے والے۔ اے رحم فرمانے والے

(11) يَارَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (21مرتبہ)

11۔اے رب میرے مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

(12) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ

12۔تو ہم نے اسکی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دی اور ایسی ہی نجات دیں گے ہم مؤمنوں کو۔ (7مرتبہ)

(13) يَا اَللّٰهُ ۔ يَا سَلَامُ ۔ يَا حَفِيْظُ (101مرتبہ)

13۔ اے میرے اللہ۔اے سلامت رکھنے والے۔اے حفاظت فرمانے والے۔

(14) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

14۔اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے اور
وہی بہترین مولیٰ اور وہی بہترین مددگار ہے۔ (جتنا ہو سکے)

(15) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

15۔میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اور اسکی عزت اور قدرت کی اس
تکلیف کے شر سے جو مجھے ہو رہی ہے اور میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ (7مرتبہ)

(16) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ (7مرتبہ)

16۔میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ (پورے کلمات) کے واسطہ سے خود اسکے غضب سے اور اسکے عذاب سے اور اسکے
بندوں کے شر سے اور شیطانی وسواس سے اور اس بات سے کہ وہ (شیاطین) میرے پاس آئیں اور (مجھے ستائیں)۔

(17) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (21مرتبہ)

17۔وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

(18) يَا مُتَعَالِيُ (19) يَا اَللّٰهُ ۔يَا مُعِيْدُ ۔يَا بَارِئُ ۔يَا مُحْيِئُ ۔يَا بَاعِثُ

18۔اے بلند و برتر ذات (کثرت سے) 19۔اے میرے اللہ۔اے دوبارہ پیدا کرنے والے۔اے جان ڈالنے والے۔
اے زندگی بخشنے والے۔اے مردوں کو زندہ کرنے والے (101مرتبہ)

(20) يَا اَللّٰهُ ۔يَا عَلِيْمُ ۔يَا بَاعِثُ (101مرتبہ)

20۔اے میرے اللہ۔اے علم رکھنے والے۔اے مردوں کو زندہ کرنے والے۔

نوٹ: تمام وظائف کے اوّل و آخر درود ابراہیمی پڑھیں

شجرہ مبارکہ نقشبندیہ مجددیہ قاسمیہ زاہدیہ

شجرہ طریقت کا پڑھنا باعثِ خیر و برکت اور حصولِ روحانیت کا ذریعہ ہے

فضل کر یا رب تو ذات کبریا کے واسطے
سید الکونین شاہِ انبیا ﷺ کے واسطے
حضرت صدیقِ اکبرؓ خواجہ سلیمانؒ کے طفیل
خواجہ قاسمؒ، خواجہ جعفر الصادقؒ پُر ضیا کے واسطے
مشکلیں آسان کر اور دے صراط مستقیم
بایزیدؒ و بوالحسن شاہؒ بوالعلاؒ کے واسطے
خواجہ یوسفؒ، خواجہ خالقؒ، خواجہ عارفؒ کیلیے
حب احمد ﷺ کر عطا اُن باصفا کے واسطے
خواجہ محمودؒ و علیؒ، بابا سماسی و کلالؒ
محو رکھ توحید میں ان اولیاء کے واسطے
شاہ بہاؤ الدینؒ قبلہ حضرت شاہِ نقشبند
دین و دنیا کر عطا ان پیشوا کے واسطے
شاہ علاؤ الدینؒ، یعقوبؒ و عبیداللہ شاہؒ
خواجہ زاہدؒ، خواجہ درویش باخدا کے واسطے
خواجہ امکنگؒ، باقی باللہؒ جو تجھے محبوب ہیں

مشکلیں حل کر میری ان پارسا کے واسطے
شاہ مجدد الف ثانیؒ والئ سرہند شریف
عشق احمد کر عطا اُن بادشاہ کے واسطے
شاہ حسینؒ و عبدالباسطؒ و عبدالقادر پیشوا
خواجہ محمودؒ ،خواجہ عبداللہ علیؒ کے واسطے
شاہ عنایت اللہ صاحبؒ حافظ و عبد الصبورؒ
گل محمدؒ مانگلی والے شہا کے واسطے
خواجگان عبد الغفورؒ، عبد المجیدؒ ، عبد العزیزؒ
شاہ ملوکؒ عاشق ذاتِ خدا کے واسطے
شاہ نظام الدینؒ قبلہ والئ کہیاں شریف
نُور کی سرکار اس مشکل کشا کے واسطے
رونق بزمِ طریقت والئ موہڑہ شریف
باباجی خواجہ قاسمؒ امام الاولیاء کے واسطے
قطبِ عالم باقی باللہ خواجہ زاہد ولی مسندنشین
حجتہ اللہ خان صاحبؒ پیر کامل پیشوا کے واسطے
قلب نورانی ہو حاصل ہوں مفاتیحِ غیوب
پیر اولیاء بادشاہ سلطان الاولیاء کے واسطے

کر کلام میرا شیریں نرم دل بھی کر عطا
سیدی احمد فاروق خوش ادا کے واسطے

اور ہمارے پیرِ کامل جو کہ ہیں پنڈی سبھر وال میں
ہوں مقام آپ کے بلند سب اولیاء کے واسطے

ہو فضل ہو کرم اے کریمِ مطلق
پیرِ کامل فضل کریم باصفا کے واسطے

رکھ مجھے مقبول اور محبوب بندوں میں خدا
معرفت کا نور دے شمس الضحٰی کے واسطے

ان مشائخ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں اے خدا
فضل کر یا رب تو ان سب اولیاء کے واسطے

یا الٰہی ہو ہمیشہ صد درود و صد سلام
سیدالکونین شاہِ انبیاء ﷺ کے واسطے

حاصل کلام

زبان ترجمانِ قلب، قلب ترجمانِ خدا

آپ اکثر اپنا یہ شعر پڑھتے ہیں!

کتبِ روحِ قلب پڑھ بیٹھا ہوں

زبان ترجمانِ قلب کر بیٹھا ہوں

یعنی میں اپنے دل کی کتاب پڑھ چکا ہوں جو کہ میری روح کی ترجمان ہے اور میری زبان دل کی ترجمان بن چکی ہے، دل اللہ کی یاد اور اللہ کے انوار و تجلیات سے معمور ہے اور زبان وہی بولتی ہے جو میرے دل میں ہے اور میرے دل میں اللہ کی یاد و محبت کے سوا کچھ نہیں اور یہی آخری منزل ہے کہ قلب و روح اللہ کے ہو جائیں اور زبان دل کی ترجمان بن جائے، جب ایسا ہو جاتا ہے تو دل میں دنیا سماتی نہیں اور زبان پر دنیا کی بات آتی نہیں۔تو جو کچھ بھی میں بیان کرتا ہوں یہ اپنی مرضی اپنی سوچ سے نہیں کرتا بلکہ اللہ کی طرف سے جو میرے قلب پر اتارا جاتا ہے وہی بیان کرتا ہوں ، اللہ اس کتاب کو پڑھنے والوں کو اپنی دوستی و محبت اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق اور اطاعت عطا فرمائے۔

(ختم شد)

ملفوظاتِ کریمیہ حضرت پیر صوفی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ کے سادہ اور عام فہم الفاظ کا ایسا مجموعہ ہے جو طریقت و معرفتِ خداوندی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے ،جس کے مطالعہ کے دوران انسان حصولِ قربِ الٰہی کے اس راز کو پالے گا جو شاید بہت ضخیم اور جحیم کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔توحید کی اہمیت، رسالت کی عظمت اور اولیاء کے فیضان کو اجاگر کرتی یہ کتاب عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔جس کے مطالعہ کے بعد قربِ الٰہی اور محبت رسولؐ کے حصول کے علاوہ کئی قسم کی گمراہیوں، توہمات، جادوٹونے اور جنات کے اثرات سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہا جاسکتا ہے